غیاث الدین بلبن

صادق حسین صدیقی

Marfat.com

سلطان غیاث الدین بلبن

صادق حسین صدیقی

مکتبۂ القریش چوک اردو بازار لاہور ۲

Marfat.com

98259

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : عبدالحفیظ قریشی
بااہتمام : محمد علی قریشی
مطبع : ایف اے ایس پرنٹرز
سن اشاعت : 1994ء
تعداد : 600
قیمت : -/75 روپے

مکتبہ اشرفیہ اردو بازار لاہور

Marfat.com

سلطان غیاث الدین بلبن

پہلا باب

ایک عالی شان دیوان خاص میں غیاث الدین جواہر نگار مسند پر جلوہ افروز ہے۔ گنگا جمنی حقہ لگا ہوا ہے۔ مشکبو تمباکو کے دھوئیں سے کمرہ مہک رہا تھا۔ طلائی مہنال بار بار سرخ سرخ لبوں کو چوم رہی تھی۔ زردوزی لباس زیب جسم ہے چہرے مہرے سے شاہی شوکت نمایاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے قدرت نے اس ذات کو دنیا میں عیش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

جس جگہ یہ بیٹھا تھا وہاں کی سجاوٹ دیکھ کر آنکھیں تلملا جاتی ہیں

۱۔ سلطان غیاث الدین بلبن دہلی کا بادشاہ تھا۔ شمس الدین التمش نے اسے بطور غلام خریدا تھا اور وہ غیاث پر بڑا مہربان تھا۔ جب یہ جوان ہوا تو شمس الدین التمش نے اسے امراء سلطنت میں جگہ دی اور آخر بادشاہ نے اس کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔ ناصرالدین محمود کے بادشاہ ہونے پر اس کو منصب وزارت عطا ہوا اور جب بادشاہ ناصرالدین مرگیا تو تقدیر نے اس کو تمام ہندوستان کا بادشاہ بنایا (از صادق حسین)

Marfat.com

سلطانی قصر کے اندر ریشمی پھولدار کار چوبی کام کی سنہری چاندنی بچھی ہوئی ہے۔ مختلف قسم کے رنگ دار آئینے اپنی نفاست۔ سجاوٹ اور خوبصورتی سے قصر جنان کو چمکیوں پر اڑا رہے ہیں۔ اندر آنے والے دروازے کے دونوں پہلوؤں پر تاتاری غلام برہنہ شمشیر قطار در قطار ایستادہ ہیں۔ صدر پھاٹک سے لیکر تمام صحن میں سرخ کا شانی مخمل کا فرش بچھا ہوا ہے۔ بیچ بیچ میں منقش رنگین ستون نصب کئے گئے ہیں۔ جن پر خوبصورت پری پیکروں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ جابجا خوشبو دار پھولوں کے چنگیروں سے جوش اور ولولہ پیدا ہوتا تھا۔ سنگ مرمر کی چوکیوں پر گلاب بیلا۔ چمیلی۔ جوہی وغیرہ خوشبو دار پھولوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ پر پتھر کے بنے ہوئے گملوں میں پھولی ہوئی بیلوں کے کنج بہت ہی نفاست سے بنائیے گئے ہیں۔ جن کی شادابی پر خواہ مخواہ دل مسرور ہو جاتا ہے۔ صحن کے وسط ہال میں دلفریب فوارہ سے گلاب کی بارش ہو رہی ہے۔

غیاث الدین کی پشت پر ایک غلام ایستادہ چنور کر رہا ہے۔ بغل میں کھڑا ہوا ایک غلام نہایت ہی نزاکت اور دلفریب انداز سے بار بار مسند کے چاروں طرف گنگا جمنی گلاب پاش سے گلاب چھڑک رہا ہے۔ ایک جانب خواص طلائی طشتری میں سونے کے ورق کی لپٹی ہوئی گلوریاں لئے ایستادہ ہے۔ عصا بردار۔ چوبدار اپنے اپنے مقاموں پر بت کی طرح خاموش کھڑے ہیں۔ الغرض سارے صحن مکان اور کھنچیوں میں نور برس رہا ہے۔ گویا دنیا بھر کی خوبصورتی یہیں جمع ہو گئی ہے۔

ابھی کچھ دن ادھر اپنے باپ کے مرنے کے قبل سلطان غیاث الدین بلبن دکن میں حکمران تھا۔ اس کی عدل گستری سے تمام رعایا بہت خوش تھی۔ سرکش باغیوں اور بدنفس مفسدوں کو غیاث الدین بلبن نے اپنی فطرت کی زنجیروں سے جکڑ کر بالکل بے قابو کر دیا تھا۔ اس کی پرسطوت ہیبت دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے باپ کے زمانے کے دیرینہ نوکروں کی بہت قدر کی۔ ان کو جلیل القدر عہدے دیئے۔ منصب اور جاگیریں عطا کیں۔ اس لئے اس کے عہد سلطنت میں امن و امان کا سکہ بیٹھا رہا۔ بے چینی کافور ہو گئی۔ اتنا ہونے پر بھی ترک غلاموں کے سردار لال چین کو یہ مطمئن نہ کر سکا۔ لال چین اس خاندان کا پرانا غلام تھا۔ غیاث الدین کے باپ کی اس پر

Marfat.com

خاص توجہ رہتی تھی۔ اسے پوری امید تھی کہ ایک نہ ایک دن غیاث الدین غلاموں کی فہرست سے میرا نام کاٹ کر کسی ملک کا گورنر کر دے گا۔ لیکن اس کی بندھی ہوئی امید افسوس پوری نہ ہو سکی۔ غیاث الدین کو تخت نشین ہوئے چھ مہینے گذر گئے۔ دہلی آگرے کی وسیع حکومت پر اس کا اقتدار جم گیا وہ تمام غلاموں پر اپنا رعب جمائے ہوئے ہے۔

رفتہ رفتہ چار پانچ مہینے اور گذر گئے۔ غلام لال چین کے اعزاز میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ نہ اسے خلعت ملا اور نہ کسی جلیل القدر عہدے پر ممتاز کیا گیا۔ وہ بدستور غلامی کرتا رہا۔ اس نے دیکھا مجھ کم نصیب کی امید کبھی پوری نہ ہو گی۔ یاس و حرماں کا ہجوم اسے ہر وقت ستانے لگا۔ سینہ رشک حسد کی آگ سے جلنے لگا۔ نمک حرام ندیم مصاحب مزے اڑا رہے ہیں اور میں دیرینہ نمکخوار ہونے پر بھی سلطان غیاث الدین کا حکمی بندہ ہوں۔ جو کچھ ملتا ہے اسی پر صبر و شکر کئے بیٹھا ہوں۔

اس طرح کے خیالات لال چین کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ اس کی آزاد پسند طبیعت مجبور ہو کر پیٹ پالنا گوارا نہیں کرتی۔ وہ سوچتا ہوا اپنے دل سے باتیں کرتا ہے۔ غیاث الدین کیسا فرعون بنا حکومت کر رہا ہے۔ میری وقعت۔ میری قوت و طاقت کو اپنے آگے کچھ گنتا ہی نہیں۔ آہ بڑی غفلت ہوئی۔ اور غیاث الدین میری ہی وجہ سے تجھے تخت نصیب ہوا اور تو مجھے شمار میں نہیں لاتا۔ افسوس تو کیسا کچھ سنگدل اور خود غرض نکلا تو سمجھتا ہے کہ تو لال چین پر مسلط ہو کر تخت ہند کا مالک بن گیا ہے۔ یہ خیال بالکل پوچ ہے۔ تو خبط میں پڑا ہوا ہے۔ گورقیب بن گیا ہے۔ میری دال تیرے ہوتے گل نہیں سکتی۔ مگر یاد رکھ لال چین گو غلام ہے۔ مگر کبھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرے گا۔ ان خیالوں کی گتھیوں میں پھنسا ہوا غیاث الدین کے باپ کا غلام ہونے کے سبب یہ غیاث سے بلا تکلف گفتگو کر سکتا تھا۔ کئی دفعہ موقع پا کر اس نے کبھی کبھی غیاث سے اپنا دکھڑا رویا بھی تھا۔ کہ آخر مجھ پر کیوں نہیں عنایت ہوتی۔ کیوں غلامی کا ناپاک دھبہ میری پیشانی سے دھویا نہیں جاتا۔ آخر کب تک میں تحقیر اور تذلیل کے غار میں پڑا رہوں گا مگر ابھی تک لال چین کے رونے اور عرض و معروض کرنے کا اثر غیاث الدین پر بالکل نہیں پڑا۔ وہ بار بار یہی جواب دیتا تھا کہ کم

Marfat.com

ظرف کمینوں یا خادموں کو کسی بلند پائے پر پہنچانا عین حماقت ہے۔ جو جس لایق ہے اسے وہیں رہنا چاہیے۔ خاک کا پاؤں تلے دبے رہنا ہی مناسب ہے۔ اگر اسے سر چڑھایا جائے تو وہ ٹھہر نہیں سکتی اوپر پہنچتے پہنچتے وہ پھر اپنے مقام پر چلی آتی ہے۔ اگر تجھے کسی طرح کی تکلیف ہو تو اسے دور کرنے کی فکر کر سکتا ہوں اور وہ رفع ہو سکتی ہے۔ لیکن غلامی سے آزاد کرنا کوئی مفید کام نہیں۔

اسی طرح کے دل شکن جوابُ سنتے سنتے لال چین کے دل کا کنول مرجھا گیا۔ اضطراب نے اپنی تساہلی پر اور الجھن پیدا کر دی۔

اب اس میں اتنی طاقت نہ رہی کہ یہ اپنے کو قابو میں رکھ سکے۔ یا اپنی حالت سے تجاوز نہ کرے۔ یا لگی ہوئی آگ کو دبا سکے۔ اب اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ غیاث سے اپنا کام جس طرح ہو گا کرا ہی لوں گا۔ دل میں خلجان ہے پنکھے لگے ہوئے ہیں کھڑے کھڑے خیالات کے دریا میں غوطے کھانے لگا۔ جس میں طرح طرح کی لہریں اٹھتی ہوئیں اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہی ہیں اور دل میں پہنچتے ہی مدو جزر کی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں۔ ساعت بساعت اُس حالت میں زیادتی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی دلی الجھن بھی ترقی کرتی گئی۔ خوشبودار عرق چھڑکتے چھڑکتے آخر لال چین نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ اتفاق سے بادشاہ کی نظر لال چین کے اترے ہوئے چہرے پر پڑی۔ پوچھا۔

لال چین آج تم افسردہ سے نظر آ رہے ہو کیا بات ہے۔ رنجیدہ کیوں ہو۔

لال چین۔ غلام کے رنج کرنے کا کوئی خاص سبب نہیں۔ غلامی کی زنجیر سے روح بیکل ہے۔ یہ وہ بلا ہے۔ جس سے ہمیشہ کوفت اٹھانا پڑتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں دنیا کی دلچسپیاں ترقی کرتی جاتی ہیں۔ مگر بیچارے غلام ہمیشہ تنزل پذیر ہیں۔ غلاموں کے غربت کدے ہمیشہ بے نور رہتے ہیں۔ ان میں کبھی روشنی نہیں ہو سکتی۔ غلاموں کے حوصلے ہمیشہ پست رہیں گے ان کا جوش اور ولولہ ہمیشہ ٹھنڈا رہے گا۔ ان میں لطیف اور خوشگوار دلچسپیاں کرنے کی خو پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ تخریب و تذلیل کی کیچڑ میں ہمیشہ لت پت رہیں گے۔ گو میں نے خیر خواہی اور خیر اندیشی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔ مگر بدقسمتی سے آج تک گردن سے غلامی کی زنجیر نہیں اتری۔ میں ایک

Marfat.com

طوطی خوش رنگ کی طرح ظاہرا خوشنما معلوم پڑتا ہوں مگر اپنی سرکار کی ناقدری کی ایک بلی ایسی ہے جو اس طوطی خوش رنگ کو نوچے کھاتی ہے۔ جب غلامی اپنی خدمتوں کا نعم البدل نہیں پاتا تو اس کا جی ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اس سے لائق ستائش کوئی کام نہیں ہوتا۔

غیاث الدین۔ لیکن جب تک غلام سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوتی جو اس کے آقا کو ناپسند ہو تب تک وہ آزادی سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ عدل کے سامنے سب کو سر جھکانا مناسب ہے۔ غلام کے ساتھ شاہزادوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔

لال چین۔ لیکن ان کے ساتھ انسانی برتاؤ کرنا تو مناسب ہے دنیا ایک بحر زخار ہے اور خدا نے اس کے کنارے پر ہر اولاد آدم کو درجہ انسانیت میں یکساں پیدا کیا ہے۔ اب رہی ساحل مقصد پر پہنچنے کے لئے دانائی کی ضرورت۔ جس میں عقل اور قوت زیادہ ہوتی ہے۔ تیر کر پار ہو جاتے ہیں اور جو کمزور اور بیوقوف ہیں۔ وہ ادب' لحاظ' شرم اور حیا ہی کی موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر ڈوب جاتے ہیں۔ اچھے برے کی شناخت غلاموں میں بھی ہے۔ عیش و راحت رنج و تکلیف اٹھانے کی ان میں بھی قوت ہے۔ وہ بھی اپنی عزت و احترام کی قدر کرتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ٹکڑ گدوں کی طرح اپنی زندگی کے دن پورے کریں۔

غیاث الدین۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آزاد انسانوں کی صف میں غلام کو بٹھانا خلاف انصاف ہے۔ جب کاتب تقدیر نے غلاموں کو غلامی کی بیڑی میں جکڑ دیا ہے تو انہیں بھی مناسب ہے کہ وہ اپنی حالت کو فراموش نہ کر دیں اور ادب و لحاظ کا خیال رکھیں اور ہنسی خوشی اپنی زندگی بسر کریں۔ پرائی دولت عزت و حرمت دیکھ کر جل مرنا شرافت سے بعید اس میں خدا بھی ناخوش ہوتا ہے۔ اپنی جھوٹی زبانوں سے آتشی جملے برسا کر عزت والوں کے دل نہ جلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ کاتب اعمالنامہ ان کو خدا کے سامنے ایسے وقت پر پیش کرے کہ جس وقت وہ شان قہاریت میں اپنے جلالی انصاف کا جلوہ دکھا رہا ہو اور پھر تمہاری اس بدکار خوشامدی ہستی کا انجام برا نکلے۔ وفادار غلام! تو لالہ و گل کی طرح تھوڑا سا خندہ کر کہ سب مطبوع ہو نہ یہ کہ ایسے قہقہے لگائیے کہ سب

Marfat.com

کو بیہودہ معلوم ہوں۔ قفس میں پھنسا ہوا طائر جتنا اچھلتا اور پھڑپھڑاتا ہے۔ اتنا ہی تکلیف اٹھاتا ہے۔ اپنی موجودہ حالت پر قناعت نہ کرنا بھی ایک طرح کا عیب ہے۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ اس غلامی کی زندگی کو بہتر سمجھ۔ خدا نے تجھے اسی لئے پیدا کیا۔ اس پر قانع رہ۔ حضرت فردوس آشیانی یعنی والد مرحوم نے تجھے بہت شوخ کر دیا۔ تیری حالت کا خیال کر کے تجھے اعلیٰ تعلیم دی نہیں جا سکتی ورنہ ممکن تھا تو اپنے رویے سے باز آتا۔ تیری بلند پروازیاں اس طرح سر نہ اٹھاتیں۔ گفتگو میں ادب و تہذیب کا خیال رکھتا اور سیکھ لیتا کہ بادشاہوں سے کس تمیز سے کلام کرنا چاہیے دلی جذبوں کا روکنا اور ان کو عمدہ حالت میں رکھنا ہی غلاموں کی ہستی میں شامل کر دیا گیا ہے۔ سن تو کسی ملک کا حکمران بننا چاہتا ہے۔ یہ تیری بھول ہے۔ تو اس خیال کو دل سے نکال ڈال۔ مسرت کی باتوں کو نفرت سے دیکھ۔ امیروں کی حاجتیں ان کی غذائیں اور ان کی پوشاکوں پر خیال نہ دوڑا قدرت نے ان کو عیش اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے اور غلاموں کو خدمتگاری کے لئے۔ اس لئے کیوں خبط میں پڑا ہے۔ کیوں اپنے خیالات کو پراگندہ کر رہا ہے۔

لال چین۔ جہاں پناہ جو کلمات آپ نے ارشاد فرمائے غلام میں اتنی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نکال سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک کم ظرف کمینے اور غلامی کی زنجیر میں جکڑے ہوئے انسان کے لئے بہت دشوار امر ہے کہ وہ شاہی خیالات کی مخالفت کر سکے۔

غیاث الدین۔ تمہارا منشا سمجھتا ہوں۔ معلوم ہو گیا۔ تو مجھ سے خوف نہیں کھاتا اور نہ میری تقریر کا تجھ پر کچھ اثر پڑا خیر کسی موقع پر تجھے دکھا دوں گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ راستی پر مبنی تھا اور تیرے خیالات بالکل لغو تھے۔ لال چین! یاد رکھ تمام افعال انسان جو صرف ظاہری نمائش کے طور پر کئے جاتے ہیں۔ گو لوگ ان کی عزت کرتے ہوں۔ مگر درحقیقت وہ عزت کے مستحق نہیں ہیں۔ میں سیدھے الفاظ میں تجھ سے پھر کہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ میرے زمانہ حکومت میں کوئی غلام اعلیٰ پائے پر نہیں پہنچ سکتا۔ جو جہاں ہے اس کو وہیں وفادار رہنا چاہیے۔ دولت۔ حکومت۔

Marfat.com

ثروت کے نشے میں پڑ کر اپنی ہستی کو خراب کر دینا ہے۔ اس وقت تو یہاں سے چلا جا۔ تیری پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے تجھے میری باتیں پسند نہیں آئیں۔

سر جھکائے لال چین وہاں سے چل دیا۔ مگر بادشاہ کی باتوں سے کلیجے کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ سینے میں آگ بھبک رہی تھی۔ طرح طرح کے انتشار اور وسوسے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ مرغ پر شکستہ کی طرح تڑپ رہا تھا۔ بے اختیار منہ سے نکل گیا۔

ایک میری جان ہے اور سینکڑوں آزار ہیں
دیکھتا ہوں ہر طرف افکار ہی افکار ہیں

اور سلطان عالی شان تو اپنی حکومت کے نشے میں چور ہے مگر دیکھنا میں تیرا نشہ کس طرح کر کرا کرتا ہوں۔ تیری قسمت کا فیصلہ میرے ہاتھوں میں ہے۔

لال چین کے چلے آنے پر غیاث الدین کے چہرے کا تاؤ بھاؤ پکڑ گیا۔ غصے کی لہر پھوٹ نکلی۔ خیالات کی گتھیاں پڑتی جاتی ہیں۔ لال چین کی باتوں کے خنجر سے جگر زخم دار ہو گیا۔ دل ایسا منقبض ایسا افسردہ ہوا کہ ایک آہ سرد بھر کر اس نے سر جھکا لیا۔ مارے غصے کے وہ آپے سے باہر ہوا چاہتا تھا۔ کسی طرح اپنے تئیں سنبھال نہ سکا۔ اگر وہ چاہتا تو لال چین کو سخت سزا دے دیتا۔ کوئی اس کا ہاتھ روکنے والا نہ تھا۔ لیکن خود داری اور حواس سے کام لے کر اس نے اپنے آپ کو روکے رکھا۔

چونکہ لاال چین اس کے باپ کے وقت کا ایک وفادار قسم کا خدمتگار تھا اور اس کے باپ کی اس پر بہت بڑی عنایت رہتی تھی۔ غیاث الدین کے دل میں والدہ کی بہت بڑی عزت تھی۔ اس کی عقیدت کا دم بھرتا تھا۔ وہ کوئی کام ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا کہ جس سے اس کے خلد نشیں باپ کی روح کو صدمہ پہنچے۔ اسی لئے اس نے اس وقت غلام کی باتوں کے خنجر کا وار دم روک کر سہ لیا۔ ناصر الدین محمود کے عہد سلطنت میں لال چین جو جی میں آتا تھا کر گذرتا تھا بادشاہ اس کی حرکات پر دھیان نہ دیتے تھے۔ اسی سبب سے اس میں زیادہ شوخی اور طرار آ گئی تھی۔ یہ عقل مند ہوشیار اور فہیم تھا۔ معمولی غلاموں سے زیادہ اس نے تعلیم بھی پائی تھی۔ جو کام اس کے سپرد کیا جاتا تھا۔ اسے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیدیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ

Marfat.com

معمولی خدمتگار ہونے پر بھی یہ اپنے آقا غیاث سے اتنا بول گیا۔
ایک طرف دیرینہ خدمتگار کی کارکردگی کا دھیان۔ دوسری طرف خلد آشیاں باپ کی عنایتوں کے خیال سے جو اس پر ہوا کرتی تھیں غیاث الدین کی روح عجیب کشمکش میں پڑ گئی۔ کرے تو کیا کرے۔

☆○☆

دوسرا باب

لال چین بربر خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ یہ جلیل القدر۔ خاندان ہمیشہ سے آزادی کا دلدادہ رہا۔ خودداری اور غیرت اس خاندان میں ایسی تھی کہ لوگ نہایت ضرورت اور احتیاج کے وقت بھی وضع کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ خلقت کی خیر خواہی اور ہمدردی خدا تعالیٰ نے ان کی سرشت میں ودیعت کر دی تھی۔ انسانی ہمدردی کا جوش اس خاندان کے ہر صغیر و کبیر میں بھرا ہوا تھا۔ وہ حق بات کہنے میں کبھی نہ چوکتے تھے۔ اس خاندان کا قول تھا کہ جب آزادی ہی نہ رہی تو زندگی ہی بیکار ہے۔
چنانچہ یہی حال لال چین کا تھا جس شہر میں وہ پیدا ہوا تھا وہ خود ایک مردم خیز خطہ تھا اسی لئے غلامی کی سخت بیڑی کی جھنجھناہٹ لال چین کے دل و دماغ پر گہری چوٹ دیتی تھی۔ لاغر اندام ضعیف بڈھے شیر کی طرح وہ ہمیشہ تڑپ تڑپ کر رہ جاتا تھا۔ جس طرح بے تھاہ پانی میں ڈوبتا ہوا انسان تھوڑی سی ہوا کے لئے پریشان ہو کر ہاتھ پاؤں پھینکتا ہے اور ہمیشہ پانی پر آنے کی سعی کرتا ہے۔ مگر اس پر بھی وہ اس پانی کے اندر غوطہ کھاتا چلا جاتا ہے۔ جس کے سبب ہوا اس کے لبوں سے دور رہتی ہو اسی طرح آزادی اور خودداری کے لئے مضطرب ہونے پر بھی لال چین غلامی کے بحرنا پیدا کنار میں ڈبکیاں لیتا چلا جاتا تھا۔ جس طرح ڈوبنے والا کسی تنکے کے سہارے ہی کو غنیمت جان کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔ اسی طرح لال چین کو ناصرالدین محمود کے زمانے سے غلامی کی زنجیر توڑ کر نکل بھاگنے کی امید بندھی ہوئی تھی۔ لیکن آج غیاث الدین کے کورے جواب سے اس کی ساری توقع جاتی رہی۔ وہ پرشکستہ کبوتر کی طرح تلملانے

Marfat.com

لگا۔ نفرت۔ حسد و غصہ کی حرارت سے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ذلت۔ بدنامی۔ تعصب۔ نادانی۔ شیخی۔ جاہلانہ تقریر ضرر انگیز حرارت۔ وحشیانہ پن جن کا نتیجہ مسخ انسانیت ہے۔ اب ہم اس میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

لال چین مکان پر جا کر اپنے آقا کو تباہ کر دینے کی تدابیر سوچنے لگا۔ دربار سے آ کر اپنے کمرے میں افسردگی کے ساتھ بستر پر بیٹھ گیا۔ انتشار اور وحشت کے سبب اس کا دل کسی کام میں نہ لگتا تھا۔ گو وہ غلام تھا۔ مگر دولت اور ثروت میں وہ کسی امیر سے کم نہ تھا۔ اس کی عالیشان کوٹھی میں تمام شاہی سامان موجود تھے۔

اسے خاموش بیٹھے دیکھ کر ایک خواص نے فتح پیچ (حقہ) لا کر سامنے رکھ دیا۔ غلام کی طرف بغیر دیکھے لال چین نے کہا۔ او کنیز! ذرا اپنی بیگم کو بھیج دینا۔

"جو حکم"

کہتی ہوئی خادمہ وہاں سے چلی گئی۔

اپنے کو تنہا دیکھ کر ٹھنڈی سانس لیکر لال چین دل سے مشورہ کرنے لگا۔

ہائے اس طرح کب تک چلے گا۔ دوسرے کا منہ دیکھنے سے تو مرجانا بہتر ہے۔ بھلا میں کسی بادشاہ سے کیا کم ہوں۔ دولت۔ ثروت۔ علم۔ فراست۔ دانائی۔ خوبصورتی اور توانائی کون سی شے میرے پاس نہیں۔ اللہ نے سب کچھ دیا ہے۔ پھر میں کیوں غلام بنا رہوں۔ یہ چھوکرا مجھے اب دھتا بنا رہا ہے۔ ابتک تو میں سوچتا تھا کہ ایک نہ ایک دن میں غلامی کے حلقہ سے نجات پا کر عیش سے زندگی بسر کروں گا۔ لیکن اب تو وہ توقع جاتی رہی۔ سمجھ گیا۔ سیدھے راستے سے اب کام چل نہیں سکتا۔ جب تک غیاث سے بدلہ نہ لوں گا کبھی کشت امید سرسبز نہیں ہو سکتی۔ میری راحت کے راہ کا کانٹا یہی ہے۔ جب تک یہ ہٹایا نہیں جاتا۔ مجھے راحت مل نہیں سکتی۔ کیا کروں؟

اگر یہ جانتا تو بچپن ہی میں کسی نہ کسی طریقہ سے اس نابکار کا گور کفن کر دیا ہوتا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب تو کوئی ترکیب نکالنا پڑے گی۔ اگر خدا کی مہربانی ہوئی تو اس معلون غیاث کو اپنی بے اعتنائی کا مزا چکھنا پڑے گا۔ ذرا اس میں اپنی بیگم سے تو صلاح کر لوں۔ دیکھوں وہ کیا کہتی ہے۔ تدبیر تو اچھی سوجھ گئی ہے۔

Marfat.com

اتنے میں لال چین کی گلعذار معشوقہ کلثوم چھم چھم کرتی ہوئی آ پہنچی۔ سر سے پاؤں تک جواہرات سے لدی ہوئی تھی۔ گو عمر پینتیس سال سے کچھ تجاوز کر چکی تھی۔ مگر اب تک چہرے سے رنگ ٹپکا پڑتا تھا۔ وہ پاکدامن۔ زود فہم اور ذکی! الطبع عورت تھی۔ قبول صورت اور حسین ہونے کے علاوہ ذہن بھی بلا کا پایا تھا۔ اپنے شوہر کا پژ مردہ چہرہ دیکھ کر اس کے ساغر چشم چھلک پڑے۔ بیتابی سے بول اٹھی۔

کیوں کیا ہے؟ کیوں اداس ہو؟ خیر تو ہے؟ مزاج کیسا ہے؟

کیا دربار میں کوئی بات نئی پیدا ہو گئی۔ کیوں وہاں سے آتے آتے اداس ہو گئے۔ میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ تمہیں میرے سر کی قسم ذرا زبان کھولئے اور میرے دل کو ٹھنڈا کیجئے۔

لال چین۔ اسی کے لئے تو تمہیں بلایا ہے۔ آؤ بیٹھو۔ سب حقیقت کھولتا ہوں۔

شوہر کی اجازت پا کر کلثوم بسامنے بیٹھ گئی ——— مہنال ہاتھوں میں دیکر بولی۔

آپ کی حالت دیکھ کر خدا جانے کیوں کلیجہ اچھل رہا ہے۔ ایک کش کھینچ کر لال چین نے جواب دیا۔

دیکھو آج تم سے ایک بھید کی بات کھولتا ہوں۔ اپنی موجودہ حالت سے گھبرا گیا ہوں۔ اب مجھ سے غلامی کا بوجھ اٹھ نہیں سکتا دوسرے کا منھ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا گئیں۔ ابھی تک امید تھی کہ بادشاہ مجھے غلامی سے آزاد کر دیں گے۔ اب دیکھتا ہوں کبھی میری امید پوری نہ ہو گی۔ غیاث الدین کے کورے جواب کو سن کر آج میری آرزو پر پانی پڑ گیا۔ اس نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ جہاں ہوں وہیں مجھے رہنا پڑے گا۔ غلامی کی بیڑیوں سے کبھی خلاصی نہ ہو گی۔

کلثوم۔ جب تمہارا خود منشا ہی نہیں ہے۔ پھر بھلا اس جنجال سے تمہیں کیونکر چھٹکارا مل سکتا ہے۔ تم میں جوش نہیں۔ ولولہ نہیں اور حوصلہ نہیں۔ اس سے یہ حالت ہو رہی ہے۔ خدا نے تمہیں اتنی عقل ضرور دی ہے۔ اگر چاہو تو وزیر اعظم ہو سکتے ہو۔ لیکن جب تک خود کمر ہمت نہ باندھو گے کون پشت پناہ بن سکتا ہے کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ جن اتفاقات اور موجودات نفس

Marfat.com

الامری میں غور و خوض کرنے کی دھن لگادی ہے۔ خدا ان کی کوششوں کو کامیاب کرتا ہے۔ لوگ بحرِ بے پایاں ہیں غوطے لگاتے ہیں اور معلومات جدیدہ کے بے بہا موتی پاتے ہیں۔ ذرا ہمت کرو۔ حوصلہ دکھاؤ۔ ضرور فائدہ اٹھاؤ گے۔ سیدھے کا کہیں گذر نہیں۔ دنیا کو عقل سے چلانا ہے۔ ثواب و عذاب کے خیال سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ تم سوچتے ہو بادشاہ سے کد کرنا باعث عذاب ہے۔ دنیا میں رسوائی ہو گی۔ خدا ناخوش ہو گا۔ یہ مہمل خیالات ہیں۔ ان سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ دل مضبوط کرو۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ اپنے دل کی باتیں تم سے کیا کہوں۔ اگر تمہاری مرضی پاؤں تو کر دکھاؤں کہ مجھ سے کیا کیا ہو سکتا ہے۔

لال چین۔ خیر تم جو کہو گی کروں گا۔ کسی طرح اس آفت سے بچانا ہو گا۔

کلثوم۔ اچھا کل باتیں میرے ہاتھ چھوڑ دو۔ کسی بات کی فکر نہ کرو۔ دنیا پر ظاہر ہونے دو کہ تمہارے خیالات کیا ہیں۔ بلبل کی طرح چہکا کرو۔ گل سا اپنے چہرہ کو بشاش رکھو۔ تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ گل کے اندر سانپ بیٹھا ہے۔ چٹکی بجا کر تمہیں غلامی کی زنجیر سے آزاد کرتی ہوں۔ وزیراعظم بنا دونگی سلطان تمہارے ہاتھ کا پتلا نہ بن جائے تو کلثوم نام نہیں۔ دکن میں تمہارے نام کا سکہ چلے گا۔ تم سریر حکومت پر متمکن ہو گے مگر قول دو تم مجھ سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ جو کہوں گی کرو گے۔

لال چین۔ تمہاری عقل و شعور پر مجھے پورا پورا بھروسہ ہے تمہاری چالاکی مجھ سے چھپی نہیں۔ تم پر اعتماد کر کے یہ کام تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کبھی اس معاملے میں باز پرسی نہ کروں گا اور تمہاری منشا سے کام کاج کروں گا۔

کلثوم۔ اچھا رنج دور کرو۔ تمہاری پیشانی کتاب ہو رہی ہے جس میں تمہاری دلی خواہش کی سطریں نمودار ہو رہی ہیں۔ ان سطروں کو مٹادو۔ دنیا کو چھلاوہ دینے کے لئے دنیا کے خلاف کام کرنا چاہیے۔ سلطان سے محبت کے ساتھ ملا کرو۔ تمہارے برتاؤ سے دوسروں پر ظاہر نہ ہو سکے کہ اس محبت کا نتیجہ برعکس ہے۔ اتنی سی بات پر کل کام درست ہو جائے گا۔

لال چین۔ اچھا ایسا ہی ہو گا۔

Marfat.com

کلثوم۔ رات زیادہ آ گئی۔ محل میں چلو۔ دو چار روز میں سب تمہارے مطلب کا راستہ نکال دوں گی۔

لال چین اور کلثوم دیوان خانے سے اٹھ کر اپنی عیش گاہ میں آئے۔ تمام رات گل چھرے اڑاتے رہے۔ لال چین کی فکریں کافور کی طرح اڑ گئیں۔ چہرہ پھول کی مانند شاداب ہو گیا۔ کشت امید پھر لہلہا اٹھی۔ سمجھ گیا۔ کلثوم ہی ہماری زندگی کی جان ہے اور یہی میری ترقی کا ذریعہ ہے۔ غربت کدۂ دل میں شمع راحت جھلملانے لگی۔ وفور طرب سے کلیجہ بلیوں اچھلنے لگا۔ غیاث کو برباد اور پامال کر دینے کی نئی نئی ترکیبیں سوچھنے لگیں۔ کلثوم نے لال چین و بیدار مغز اور ہوشیار دل بنا دیا۔

——————☆○☆——————

تیسرا باب

خواب شب کا مزا اٹھانے والوں کی آنکھیں کھل کھل کے شرقی افق کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ آفتاب کی شعاعیں آسمان کے مدو رہال پر چڑھتی نظر آنے لگیں۔ بسنتی ہوا بہ رہی ہے۔ مرغان سحر کے نغمہ کی آواز کانوں میں آتی ہے۔ شاہی قلعہ کے باغ میں نسیم سحر اٹکھیلیاں کرتی ہوئی آئی اور ضابطہ و متین غنچوں کے پہلو گدگدانے لگی۔ ایک درخت سے دوسرے درخت پر بلبلیں جاتی ہیں اور طرح طرح کے خوش رنگ پھولوں کا رس چکھتی پھرتی ہیں۔

اس باغ میں غیاث اپنے چھوٹے بھائی شمس الدین کے ہمراہ ہوا کھا رہا تھا۔ دونوں بھائی کبھی پھولوں کی بہار کا مشاہدہ کرتے کبھی درختوں کی نازک نازک پتیوں کو توڑتے۔ کبھی بیلوں کا نکھار دیکھتے اور کبھی کویل دپیپے کی دلکش تان سے دل بہلاتے۔

یونہی ٹہلتے پھرتے دونوں اس خوبصورت باولی کی طرف جو اس باغ کے وسط میں سنگ مرمر کے گھاٹ سے کسی چابکدست کاریگر کا نمونہ بن رہی تھی۔ موتی سا پانی جھلک رہا تھا۔ رنگ رنگ کی مچھلیاں کلیلیں کر رہی تھیں۔ طاؤس۔ بگلے اور سارس وغیرہ پرند اپنی دلفریب اداؤں سے باغ کی رونق کو دوبالا کر رہے تھے۔ گھاٹ پر بیٹھ کر

Marfat.com

دونوں بھائی باغ کی لطافت دیکھنے لگے۔ چمن قدرت کا کارخانہ اور صنعت کا تماشا نظر آ رہا تھا۔ سبزہ کا مستانہ وار جھومنا قمری کی آواز۔ بلبلوں کا پھولوں پر گرنا۔ پھولوں کا کھلنا۔ کلیوں کا چٹکنا۔ نرگس کی نظربازی اور شمشاد کی سرو قدی نے دونوں کو ایسا مست کر دیا تھا کہ اپنے ہوش و حواس میں نہ رہے تھے۔

اتنے میں غیاث کی نظر اس باولی کے دوسرے کنارے پر پڑی۔ اس نے دیکھا ایک خوبصورت دوشیزہ آم کی ایک شاخ پر ایک ہاتھ دھرے کھڑی ہے۔

عجب گل چمن میں کھلا دیکھتا ہوں!
ان آنکھوں سے اپنی میں کیا دیکھتا ہوں

یہ کوئی حور تو نہیں ہے کیا کوئی حرم کی رہنے والی داستان ہے۔ دیکھو کس ناز و ادا سے ایستادہ ہے۔ ذرا جا کر پتہ لوں۔ کون ہے۔ کیوں یہاں آئی ہے۔ شاید اس کی نظر ابھی ہم لوگوں پر نہیں پڑی۔

شمس۔ میں اسے نہیں جانتا۔ میں نے تو آج اسے پہلی دفعہ دیکھا ہے۔ اس کا دلفریب چہرہ زرنگار کندن کی طرح چمک رہا تھا ہے۔ جس سے آنکھوں کو چکا چوند ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ جنت کی حور دنیا کی سیر کو آئی ہے۔ یہاں کی رہنے والی نہیں ہے۔

غیاث۔ جلد جاؤ۔ ہم تم دونوں ناشناس ہیں دریافت کرو۔ اس باغ میں کیونکر آئی۔ آنے کی غرض کیا ہے۔ یہاں معمولی انسان قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس کا پتہ لگانا ضروری ہے دیکھو وہ کھسکنا چاہتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھ لیا۔ کس ڈھنگ سے اپنے کو چھپانا چاہتی ہے۔ دیکھا اپنی رفتار سے کبک کو شرما رہی ہے۔ کس ادائے دلربایانہ سے قدم رکھتی چلی جا رہی ہے۔ جلدی جاؤ اور اس کا راستہ روکو۔ میں پہنچتا ہوں۔ اس سے کہو۔ ذرا بیوی دم لو۔ سلطان تم سے کچھ استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ جب تم اسے روک لوگے باز پرس کروگے تو ساری حقیقت کھل جائے گی۔

شمس۔ اس میں کیا شک ہے۔ ابھی جاتا ہوں۔ وہ کبھی یہاں سے بھاگ نہیں سکتی۔

اتنا کہہ کر شمس الدین اس درخت کی طرف بڑھا۔ جس کی اوٹ میں وہ دلستاں

Marfat.com

چھپ گئی تھی۔ شمس تیزی سے قدم بڑھاتا جا رہا ہے۔ کیوں کہ اسی جانب باغ سے باہر نکل جانے کا ایک پوشیدہ راستہ تھا۔ شمس عجب کشمکش میں تھا۔ سوچتا تھا۔ کہیں یہ دلستاں باہر نکل گئی تو پھر ملنا محال ہو جائے گا اور بادشاہ کو کیا جواب دوں گا۔

چور دروازے کے پاس پہنچتے ہی شمس الدین نے کڑک کر پوچھا او عورت تو کون ہے۔ خبردار! قدم نہ بڑھانا۔ جب تک تمہاری حقیقت نہ کھلے گی اور اپنا پتہ نہ بتاؤ گی جانے نہیں دوں گا۔ یہ شاہی محل ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں۔ قصر سلطانی کے اندر بغیر اجازت کوئی اجنبی قدم نہیں رکھ سکتا۔ ذرا دم لو۔ سلطان خود تم سے اس کا جواب لینے آ رہے ہیں۔

وہ حور وش ٹھہر گئی اور شمس کی طرف گردن پھیر کر دیکھا شمس کا دل عشق منزل بن گیا۔ صورت دیکھتے ہی اس دلستاں کا جمال بے مثال نظروں میں سما گیا۔ خدا کی مجسم قدرت سامنے تھے۔ وجاہت صدقے ہوئی جاتی تھی۔ سایہ تک کا بار اس روکش خوبال کی کمر نازک کو گراں گذر رہا تھا۔ کمر بل کھا رہی تھی۔ حسن دل آویز کے سامنے پرستان کی پری بھی مات تھی۔ لب لعلیں گلاب کی پتی کو شرمانے والے تھے۔ توخمار آلود انکھڑیاں کنول کے پھول پر انگلی اٹھانے والی تھیں۔ گھونگر والے بال نوجوانوں کے مزاج کی طرح بل کھا رہے تھے۔ زیر لب قدرتی تبسم۔ زلف عنبربار سے بہشت کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ ماہ دو ہفتہ کی طرح رخسار سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ مزاج میں اس درجہ شوخی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ ایک ایک کان دلبری تھا۔ شمس اس کا عالم افروز حسن دیکھ کر عش عش کر گیا۔ اس کی مستانہ چال اور شباب کی آب و تاب پر شیدا ہو گیا۔ دلستاں کچھ نہ بولی خاموش کھڑی ہو رہی۔ گلاب کا پھول دست سیمیں میں تھا۔ اس کی نازک نازک پنکھڑیاں توڑنے لگی۔ تیر نظر کا گھایل شمس بھی سکتے کے عالم میں دلستاں کی اس حرکت کو کھڑے کھڑے دیکھتا رہا۔ اس اثنا میں غیاث الدین بھی وہاں آ گیا۔ اس قوس ابرو عنبر مو دلستاں کو دیکھ کر غیاث کا دل بھی شہباز عشق کا شکار بن گیا۔ صورت دیکھتے ہی سناٹا آ گیا۔ دل میں کہنے لگا۔ اللہ اللہ کیا جوبن ہے۔ وہ سنگار ہے کہ فرشتوں کے وضو بھی ٹوٹ جائیں۔ گورے گورے چہرہ پر خوبصورتی کی بارش ہو رہی ہے۔ الڑھ پن مزے دے رہا ہے۔ ابھرے سینے سے

Marfat.com

جوانی کی امنگیں نکلی پڑتی ہیں گلے میں بیش قیمت موتیوں کا ہار جھول رہا ہے۔ جو اس کی خوبصورتی اور جامہ زیبی میں چار چاند لگا رہا ہے اب کیا تھا۔ جناب عشق نے مزاج پوچھ لیا۔ حضرت دل جھوم جھوم کر جامے سے باہر ہونے لگے۔ اس ناز آفریں کے دلربا جوبن پر ادھر جان و جگر صدقے کر چکے ہیں۔ ادھر سلطان غیاث الدین بھی دلستان کی بھولی بھولی صورت کا دلکش فوٹو اپنے سینے کے کیمرہ میں اتارنے لگا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو گا اس سیمین کو حرم سلطانی کی زینت بناؤں گا۔

غیاث الدین نے پوچھا۔ اے حور لقا تو کون ہے۔ کیا بہشتی حور ہے۔ دیکھتا ہوں آج میرے نصیب کا ستارہ چمک اٹھا۔ اس بات کی تفتیش کرنا ہے کہ یہ چاند کا ٹکڑا کہاں سے ٹوٹ پڑا۔

دلستاں۔ ذرا نواز! معافی چاہتی ہوں۔ نا دانستگی میں مجھ سے یہ خطا سرزد ہو گئی۔ حضور کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ میرے باپ لال چین شاہی دربار کے خوشہ چین ہیں۔ غلامی کی خدمت ان کے سپرد ہے۔

غیاث۔ شاید تیرا نام لطف النسا ہے۔ صورت دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ البتہ تیری شائستگی۔ تمیز۔ لیاقت اور خوبصورتی کا آوازہ اکثر کانوں تک پہنچ چکا ہے۔ جو سنا تھا اس سے کہیں زیادہ دیکھنے میں آیا۔ سچ ہے۔ زبان میں یہ تاثیر ہرگز نہیں کہ نظر تیرے حسن دلاویز کا کرشمہ دوسروں پر ظاہر کر سکے۔ غیاث کی گفتگو سے عشق کی بو آ رہی تھی لطف النسا پر اس کا اثر کچھ اچھا نہیں پڑا۔

سلطان کو دیکھ کر پہلے تو وہ سہم گئی لیکن دل اس کی طرز کلام سے کھل گیا کہ اس گل خیرو کو عشق کا طاعون ہو گیا ہے۔

بادشاہ کی باتوں سے حجاب کھا کر گردن نیچی کر لی۔ چہرہ پر سرخی دوڑ گئی۔ آنکھوں سے نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سینے میں غصہ کی آگ بھبک رہی ہے۔

دلستان کے چہرہ کے اتار چڑھاؤ نے دونوں بھائیوں کی آنکھ کے نیچے ایک بجلی چمکا دی۔ وہ بجلی نہیں جو ایک بار چمک کر غائب ہو جائے۔ بلکہ یہ وہ بجلی تھی۔ جو آنکھوں کی راہ ہوتی ہوئی۔ شمس اور غیاث کے سینوں کے اندر اسی پہلو پر جا گری جس طرف

Marfat.com

انکا دل دلستان کے حسن دل آرا کی دید میں معروف تھا۔ دل آئینہ ہے۔ اس میں مقناطیسی کشش بھی ہے۔ دل کی حالت دل ہی جان سکتا ہے۔ دونوں کو دیکھتے ہی لطف النسا کا کا شمس بول اٹھا کہ شمس اسے سچی محبت سے دیکھتا ہے اور غیاث خواہشات نفسانی کا دلدادہ ہے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لطف النساء نے شرم سے سر جھکا لیا اور نیچی نظروں سے زمین دیکھتی ہوئی بولی۔

میں خوب سمجھتی ہوں مجھ سے بہت بڑا قصور ہوا ہے۔ کاش والد ماجد میری آج کی کیفیت سن لیں گے تو وہ کبھی بھی معاف نہیں کریں گے۔ تاہم جو شدنی تھی ہوئی۔ میری التجا ہے کہ سلطان مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیں گے۔ ولی نعمت! بچہ اگر ان کو نجس کر دے تو کیا ماں باپ اسے کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔ جہاں پناہ ماں باپ ہیں میرے قصور پر رحم کریں۔ مجھے یہاں سے نکل جانے کی اجازت دیں۔

غیاث۔ دل تو نہیں چاہتا۔ کہ تمہیں یہاں سے جانے دوں میری تمنا ہے کہ یہ باغ ہی نہیں بلکہ سلطانی محل سرا بھی تمہارے قدموں سے زینت پائے۔ مگر وقت نہیں ہے۔ اس معاملے میں تمہارے باپ سے مشورہ کیا جائے گا۔ خیر اس وقت تو تم جا سکتی ہو۔ مگر میری یاد فراموش نہ کر دینا۔

لطف النسا آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی باغ سے نکل آئی۔ جب تک سامنے دکھائی دی شمس دیکھتا رہا۔ جب غیاث اس سے باتیں کرتا رہا وہ خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ غیاث کی باتیں اسے بھلی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ دل میں آتا تھا کہ اس حور لقا کو لیکر اڑ جائے۔ کاش شمس تخت حکومت کا مالک ہوتا تو آج ہی اس درنا سفتہ کا ہار گوندھ کر گلے میں ڈال لیتا۔ اس وقت اس نے اپنی تمناؤں اور خواہشوں کا اظہار نہ ہونے دیا۔ جب لطف النسا آنکھوں سے اوٹ ہو گئی۔ شمس کے لبوں سے سرد آہ نکلی۔ لیکن خوش قسمتی سے غیاث کے کانوں تک اس کی آواز نہ پہنچ سکی۔

سلطان اور شاہزادہ شمس کو لطف النسا کا پتہ مل گیا۔ کہ یہ لال چین کی ماہ پارہ دختر ہے۔ لوگوں کو گمان تھا کہ اس سے زیادہ خوبصورت ملک دکن میں دوسری عورت نہیں ہے گو غلام کی دختر تھی۔ مگر اعلیٰ تعلیم دی گئی تھی۔ ناچنے گانے پڑھنے لکھنے اور سینے پرونے میں اس کے مقابلہ کی شاید ہی کوئی ہو۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے اپنے

Marfat.com

ہاتھوں سے تیار کرتی تھی۔ اپنی زبان میں شعر بھی خوب کہتی تھی۔ اس کی بلند پروازی اور ذہن کی رسائی سن کر دربار کے شاعر بھی سکتے میں آ جاتے تھے۔ حرم سے لیکر بازار تک اس کی خوش طبعی اور حسن و نزاکت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اکثر شاہزادے اس کے ساتھ شادی کرنے کے شائق تھے۔ ایک یہ بھی سبب تھا کہ لال چین غلامی کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ کہ اگر میں غلامی سے آزاد ہو جاؤں تو اپنی دولت کے وسیلہ سے چند دنوں میں ایک بڑا آدمی بن سکتا ہوں۔ اس وقت بڑے بڑے رئیس امراء اور شاہزادے میری ماہ سیما دختر کو اپنے ازدواج میں لینا فخر سمجھیں گے۔

سلطان غیاث کی آنکھوں میں لطف النسا کا حسن و جمال گھر کر گیا تھا۔ آج اس نے پہلے پہل دیکھا حالانکہ اس کے عالم افروز حسن کی کیفیت پہلے سن چکا تھا۔ آج اسے معلوم ہو گیا کہ واقعی اس کی آنکھوں میں جادو ہے۔ عشق کی زنجیر اسی وقت سے پیروں میں پڑ گئی۔ اس کی بانکی ادا اور مستانہ چال دیکھتے ہی طبیعت پر فوری اثر ہو گیا۔ آج اس نے تہیہ کر لیا کہ کسی طرح چھلاوہ بن کر اسے لے اڑوں اور حرم خانے کی زینت بناؤں۔

غیاث کو تباہ و برباد کرنے کے لحاظ سے آج لطف النسا سلطانی باغ میں بھیجی گئی تھی۔ مگر اس بات کو لطف النسا نہیں جانتی تھی اپنی زوجہ کی صلاح سے لال چین نے اسے یہاں بھیجا تھا۔ اپنی ماں کی بھیجی ہوئی یہ یہاں آئی تھی۔ لال چین جانتا تھا کہ صبح کے وقت روزمرہ بادشاہ اپنے بھائی کے ساتھ سلطانی باغ میں ہوا کھانے آتا ہے۔ بس یہی طریقہ لال چین نے غیاث کو اپنے پھندے میں پھانس لینے کا سوچا تھا اور اسی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

دنیا کی چال نرالی ہے۔ کون جانتا ہے کہ کیا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ کس کام کا کیا انجام ہو گا۔ انسان تو ہمیشہ اسی پھیر میں پھنسا رہتا ہے کہ عیش و آرام سے زندگی کے دن گذارے۔ لیکن عیش و راحت کے متلاشیوں کو ہمیشہ رنج و غم اٹھانا پڑتے ہیں۔ جو اپنے سرکش دل کے ٹکڑے سے کرنا نہیں چاہتا جو نفس کا بندہ ہے یہ نفس کشی جانتا ہی نہیں وہ دائمی سرور کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں تو ہائے ہائے کرتے انسان اپنا بیش بہا وقت ضائع کر دیتا ہے اور آخر میں

Marfat.com

ہاتھ مل کر رہ جاتا ہے۔

غیاث اور شمس کے درمیان آج ایک نوخیز دلستان آ کھڑی ہوئی۔ دونوں بھائیوں کے خالص خون میں رقابت کی سیاہی دوڑ گئی۔ ابھی تک دونوں بھائی ایک دوسرے کے ہمدرد اور سلطنت کے روشن چراغ تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ اور دلداری کرتے تھے۔ دونوں میں جو کچھ خوبیاں تھیں۔ وہ لایق تحسین تھیں۔ لیکن آج سے دونوں کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔ ابھی تک ایک کی بات دوسرے سے مخفی نہیں تھی۔ مگر آج دونوں اپنا اپنا مطلب سیدھا کرنے کی دھن میں مخبوط الحواس بن گئے ہیں۔ دونوں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ الگ تیار کرنے لگے دونوں میں خود پرستی و خود نمائی سما گئی دونوں گستاخی اور بیباکی کے پتلے بن گئے۔

غیاث نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ لال چین کو طلب کر کے اس سے اظہار مقصد کرے اور اسے گورنری کا لالچ دے کر اس کی ماہ سیما دختر کو اپنی محرم بنا لے۔

شمس کا ارادہ ہوا لال چین سے فرزند بننے کا سوال کرے اور اس کی صاحبزادی سے شادی کا پیام دے۔ دونوں بھائی اپنی اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اپنے اپنے منصوبوں کی ادھیڑ بن میں پھنسے ہوئے راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ باہم پھر گفتگو کی نوبت نہ آئی اور نہ کوئی باغ میں زیادہ دیر ٹھہر سکا۔

———— ☆○☆ ————

چوتھا باب

شمس کی طبیعت پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ طائر دل فکر و اوہام کے قفس میں گرفتار رہے۔ مسہری پر لیٹا ہوا لطف النسا کی خیالی تصویر سے ہمکلام ہے۔

"اے غنچہ دہن! سیم تن اس قدر ناراضگی خلاف شان ہے کیوں میرے زخم پر مرہم نہیں رکھتیں۔ میں تجھ پر فریفتہ ہو کر تیرے حسن و جمال کا والہ شیفتہ ہوں جب مجھے تجھ سے نیاز حاصل ہونے کا شرف حاصل ہو جائے تو میں دنیا کے اور گل بوٹوں سے دل بہلانا چھوڑ دوں۔ پیاری دلربا! تجھے اپنا آرام جگر سمجھتا ہوں۔ افسوس!

Marfat.com

میرا بھائی رقیب بن گیا۔ میرے منصوبوں کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میری دلربا اس کی بغل گرم کرے۔ ہو سکتا ہے لال چین کو کسی ملک کا حکمران بنا کر اس بے بہا رتن کو اینٹھ لے شمس سوچتا ہے یہ حسن کا کھلونہ ہے۔ اس کی پرستش ہو گی۔ طاق ابرو کا سجدہ کروں گا۔ سرو سینہ پر بٹھاؤں گا۔ وہ لال چین سے ملاقات کا عزم کر کے شمس چھپر کھٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اپنی عزت اور اپنے خاندان کا لحاظ نہ کر کے وہ غلام کے گھر جانے پر تل گیا۔ لگی بری ہوتی ہے۔ اس کے سامنے کسی کی دال نہیں گلتی۔ کسی میں طاقت نہیں کہ عشق کے مدو جزر کو روک سکے اور اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ڈال سکے۔ بڑے بڑے زاہدوں کی نیت ڈانواں ڈول کر دی۔ فرشتوں کے وضو توڑ دیئے۔ بڑے بڑے دلاور شجاع خنجر و ابرو کی کاٹ مان گئے بڑے بڑے سنگدلوں کا دل موم ہو کر رہ گیا۔

لال چین کے گھر جا کر شمس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ خواب میں بھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ لال چین کثیر دولت رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہوا کہ میں کسی بڑے رئیس کے گھر آپہنچا۔ شمس کو اپنے یہاں دیکھ کر لال چین بہت خوش ہوا۔ عزت و تکریم کے ساتھ مخمل سے منڈھی ہوئی مسہری پر بٹھایا اور ہاتھ باندھ کر بولا۔ ولی نعمت بڑی عنایت کی۔ آقا کا تو فرض ہی ہے کہ ان کو ہمیشہ شفقت کی نگاہ سے دیکھیں۔ آقا کی مہربانیوں سے غلام کی قسمت کا آفتاب ہمیشہ درخشاں رہتا ہے۔ لیکن کیا شہزادے کی اس مراحم خسروانی کا کوئی سبب ہے۔ میرا قصور معاف ہو۔ خدمت کرنا غلاموں کا فرض ہے اور نہ اس فرض سے کمترین مرتے دم تک پہلو تہی کر سکتا ہے اور نہ کرنا چاہتا ہے۔

شمس۔ تمہارا کہنا بجا ہے جس کام کے لئے میں آج تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غلام کی آبرو ہی کیا۔ غلام لاکھ وفاداری کرے پھر غلام ہے۔ تمہاری لطف پاشی اور حمیدہ اخلال دیکھ کر دل دو نیم ہو رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں شاہی دربار میں جتنے جلیس و انیس ہیں ان میں کوئی تم سے زیادہ صاحب لیاقت نہیں۔ اس لئے اگر تم مجھے اپنی فرزندی میں داخل کر لو تو تمہارے حق میں بہت مفید ہو گا۔ اس سلسلے میں تمہارا نام شہزادوں کی ردیف میں قائم کرا دوں گا اور غلامی کا

Marfat.com

بدنما داغ تمہاری پیشانی سے دھل جائے گا۔

تعجب خیز شمس کی طرف دیکھتا ہوا لال چین بولا۔ مگر میں حضور والا کی باتیں سمجھ نہیں سکا۔ کیا بات ہے۔ میری عقل اس تہ تک نہیں پہنچی۔ اگر صاف الفاظ میں اپنی خواہش کا اظہار فرما دیا جائے تو کہہ سکتا ہوں۔

ولی نعمت کے حکم سے کبھی لاپرواہی نہ ہو گی۔

شمس۔ بات چھپانے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ کھل کر کہتا ہوں اور یہی کہنے بھی آیا ہوں۔ آج میں تمہاری سیم بردختر کو شاہی باغ میں دیکھ آیا ہوں۔ اسے دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ میں جنت کی کسی حور کو دیکھ رہا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ اس کے ساتھ شرعی عقد ہو جائے۔ اگر حضرت خلد آشیانی حیات ہوتے تو میں اپنی عرضداشت ان کے ذریعہ سے پیش کرتا۔ چونکہ وہ نہیں ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ بھائی صاحب قبلہ کئی وجوہ سے میرے اس کام میں مدد نہیں کریں گے۔ اس لئے شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر مجھے یہاں آنا پڑا اور منہ کھول کر اپنی غرض اظہار کر دی۔ آپ کچھ اور خیال نہ کریں میں ایمان فروش نہیں۔ خلاف شرع قدم رکھنے والا نہیں۔ اگر آپ میرے اس تعلق کو نامنظور کیجئے گا تو میں از حد رنجیدہ اور غمگین ہونگا۔ مگر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں۔ کبھی دغا و فریب سے اپنا کام حل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

لال چین! دل انسان کا ایک ہے۔ اس میں دو چیزیں سما نہیں سکتی ہیں۔ وہ ایسی ڈبیہ نہیں ہے جس میں دو خانے ہوں۔ ایک محبت کا ایک عداوت کا اور اس لئے یہ دو چیزیں کو اشخاص متعدد اور حیثیات مختلفہ کے ساتھ کیوں نہ ہو دل میں سما نہیں سکتیں۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ محبت کے سوا کسی دوسری چیز کے لانے کا دل میں خیال ہی نہ کرے اور ایسی ہی زندگی انسان کے لئے عمدہ زندگی ہے مجھے امید ہے کہ آپ میری استدعا منظور کر لیں گے۔ ٹالیں گے نہیں۔

لال چین۔ مگر صاحب عالم! کیا سلطان بھی اس نسبت کو منظور کریں گے۔ کیا وہ پسند کریں گے کہ آپ ایک غلام خاندان سے رشتہ قائم کر لیں۔ گزی کا پیوند مخمل میں زیب نہیں دیتا۔ سلطان کا قول ہے کہ غلام کی گردن سے کبھی طوق غلامی نہ اتارنا

98259

Marfat.com

چاہیے۔ غلام کا کوئی حق نہیں کہ آزادی کے خوشنما راستے میں قدم مار سکے۔ مجھے امید ہے۔ وہ ہرگز اس بات کے روادار نہ ہوں گے کہ آپ مجھ سے اس طرح کا تعلق کریں۔

شمس۔ مگر مجھے اپنی ذات پر ضرور اختیار ہے۔ جس کے ساتھ شادی چاہوں کر سکتا ہوں۔ انہیں میری رائے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اپنی ذات اپنا گھربار اپنے بچوں اور اپنی بیوی کا میں ہی مالک ہو سکتا ہوں۔ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح میں سلطان کے ملکی فرائض اور احکام میں دخل نہیں دے سکتا۔ اسی طرح وہ میرے نج کے کاموں میں رخنہ نہیں ڈال سکتے۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمہاری دلارا دختر سے ضرور شادی کروں گا۔ اس کام میں مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہاں ضرورت ہے تمہاری تسلیم و رضا کی۔

لال چین۔ یہ میری خوش قسمتی کا نشان ہے کہ آپ مجھے اپنانا چاہتے ہیں۔ میرا بھی پوچھ لینے کا فرض تھا کہ آپ کے برادر قبلہ اس بارے میں رائے خلاف تو نہ دیں گے لیکن میں اپنے نفع کے لئے آپ کو فرض کے راستے سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کے مکان میں عداوت اور نفسانیت کا تخم بونا میرا فرض نہیں۔ آپ کے خاندان کا میں دیرینہ نمک خوار ہوں۔ خواب میں بھی میری یہ خواہش نہیں ہو سکتی کہ میرے خواہ گھر والوں کے سبب سے آپ کو آپ کے گھر میں کوئی صدمہ پہنچے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر ہے۔ مگر نفع و نقصان خود ہی خیال کر لیجئے۔ خودی سے باہر ہو کر بے سوچے سمجھے کوئی کام کر ڈالنے سے بعد کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ ابھی کچھ بگڑا نہیں۔ کل باتوں کو ذرا غور سے سوچ لیجئے۔ پھر جیسا فرمایئے گا کیا جائے گا اور خانہ زاد بھی اپنی گھر والی سے اس معاملے میں مشورہ کر لے۔ ان کاموں میں جلدی نہیں کرنا چاہیے۔

شمس۔ آپ جو کہتے ہیں وہی ہو گا کیا سلطان میرے زور دینے پر آپ کو غلامی سے آزاد نہیں کر دیں گے۔ کیا وہ بھائی کی ذرا سی بات نہیں مانیں گے۔ پہلے غلاموں کی فہرست سے آپ کا نام خارج کراؤں گا۔ بعد کو آپ سے یہ رشتہ قائم کروں گا۔

لال چین۔ میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن آپ اس کام کو جتنا

Marfat.com

آسان سمجھتے ہیں اتنا نہیں۔ میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے۔

شمس۔ دیکھا جائے گا۔ لیکن آپ بھی اس بارے میں کچھ زور لگائیے گا اور میری استدعا کو ردی کی ٹوکری میں نہ ڈال دیجئے گا۔

لال چین۔ خانہ زاد کیا کہہ سکتا ہے۔ میرا جھونپڑا آپ کے قدموں سے پاک ہو گیا۔ آج سے میرا طالع سکندر ہے اپنی خوش قسمتی پر مجھے ناز ہے۔

☆○☆

پانچواں باب

بہت کم لوگ ہیں۔ جو عزت کی حقیقت جانتے ہوں اور بہت کم ہیں جو اس کے مشتقات کے معزز القابوں کے مستحق ہوں۔ جس کی لوگ بہت آؤ بھگت کرتے ہیں۔ اسی کو لوگ معزز سمجھتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بھی معزز جانتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں دولت۔ حکومت اور حشمت انسان کو معزز بناتی ہے۔ مگر یہ اعزاز اس سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا جیسا کہ ایک پیتل کی مورت پر سونے کا ملمع کر دیا گیا ہو۔ جب وہ مورت ٹھوس سونے کی نہ ہو۔ اس وقت تک درحقیقت وہ کچھ قدر و قیمت کے لائق نہیں ہے۔ یہی حال انسان کا ہے جب تک اس کی حالت بھی عزت کے قابل نہ ہو وہ معزز نہیں ہو سکتا۔

لال چین کو خدا نے دولت دی ہے کسی شے کی اس کے یہاں کمی نہیں۔ مگر وہ لالچی ہے۔ وہ غلامی کی ذلیل کیچڑ میں پھنسا رہنا پسند نہیں کرتا۔ آج کل اس کا دل کشمکش میں پڑ گیا۔ جی اوچاٹ ہے۔ کسی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ تفریح کے لئے اپنے باغ میں آیا۔ شام کے دلکش اور نظر فریب وقت سے اس کے دل کی الجھن نہ مٹی۔ فکر نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا بے چینی بڑھتی ہی گئی۔ کچھ دیر ادھر چہل قدمی کرنے کے بعد وہ خوبصورت باولی کے کنارے پتھر کی سل پر بیٹھ گیا۔ وہم و افکار کے گھوڑے دوڑ لگانے لگے۔ کبھی سوچتا ہے کیا کروں۔ کس طرح غیاث کو نیچا دکھاؤں۔ کوئی صورت مفاد کی نظر آئے۔ جو جو ترکیبیں سوچیں اور کیں سب بے سود ثابت

Marfat.com

ہوئیں۔ پھر کیونکر اس کام کی تکمیل ہو۔ ہائے افسوس جان ضیق میں ہے۔ عقل چکر کھا رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ ایک طرف دولت۔ ثروت۔ حکومت کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف راست کرداری اور نیک شعاری کو۔ ایک جانب طمع کھینچ رہی ہے اور دوسری طرف ایمان دل تو ایک ہے۔ دو نہیں۔ اس میں ایک وقت ایک چیز کو جگہ دی جا سکتی ہے۔ دو کو نہیں پھر کیا کروں۔ غیاث کے خاندان کا میں پرانا غلام ہوں۔ اس کے خلاف کوئی کام کرنا مجھے مناسب نہیں۔ اس کو نقصان پہنچانے یا تکلیف دینے سے میرا کبھی بھلا نہ ہو گا۔ جس کے پیسے اور غلے سے اتنے دن تک اپنا جسم پلا جس کے نمک کا خون آج بھی میری رگ رگ میں دوڑ رہا ہے۔ اس کی مخالفت کرنا کیا مجھے مناسب ہے۔ پھر کیا شمس اس خاندان کا نہیں ہے۔ جس باپ کی گود میں غیاث نے پرورش پائی ہے۔ اسی باپ کی گود میں شمس بھی پلا ہے۔ جس ماں نے غیاث کو دودھ پلایا ہے۔ اسی نے تو شمس کو بھی پلایا ہے۔ کیا ایک خاندان کا ہے۔ دوسرا نہیں۔ کیا دو چار دن پہلے اس دنیا میں آنے کے سبب ایک ہمیشہ کے لئے دوسرے کا منہ دیکھا کرے گا۔ دوسرے کے وسیلے سے اپنی گذر بسر کرے گا۔ ایک کو باپ نے تاج و تخت دیا۔ تو دوسرا کیا اس کا غلام بنا رہے گا۔ کسی پر کسی کو حکومت کرنے کا کیا حق ہے۔ شمس کو جب میں سلطنت کا مالک بنا سکتا ہوں تو پھر کیوں اسے مسند نشین نہیں کرتا۔ پھر ان دونوں بھائیوں کا جھگڑا اپنے سر کیوں لیتا ہوں۔ کیا شمس کی بھلائی کے لئے شمس اگر بادشاہ ہو گا تو میں آزاد ہو جاؤں گا اور میری دختر ملکہ بن جائے گی۔ آزادی کے دیوتا کے لئے میں سب کچھ قربان کر سکتا ہوں۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ انسان کو جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ غلام بنا دے۔ انسان کو قدرت نے آزاد پیدا کیا ہے۔ وہ کسی کا ماتحت نہیں ہو سکتا پھر میں اس اصول کو کیوں شکست کر دوں۔ بیشک میں کسی کا تابعدار نہیں۔ اپنے دل کا مختار ہوں۔ غیاث چاہے جو سمجھے مگر میری رائے میں آزاد انسان کبھی خراب و خستہ نہیں ہو سکتا اسے دنیاوی گزند تکلیف نہیں دے سکتی۔ اگر غیاث سیدھی راہ سے آزادی نہیں دیتا تو میں اپنی عقل کے جوہر کیوں نہیں دکھلاؤں۔ اپنی طاقت کا اظہار کیوں نہیں کروں۔ اس میں غیاث کو کچھ نقصان پہنچے تو پہنچے۔ لیکن میرا کیا حق ہے کہ خواہی نخواہی سلطنت کے کاموں میں

Marfat.com

رخنہ ڈالوں کیوں؟ یہ تو سب جانتے ہیں کہ انسان کو قدرت نے مخلوق عالم پر سرفراز کیا ہے۔ وہ سب جانداروں کا بادشاہ ہے۔ اب مجھے خیال آیا۔ اپنی ہستی پر خیال دوڑا۔ دیکھا غلامی کی زنجیر گلے میں پڑی رہنے سے تو مرجانا بہتر ہے۔ ابھی تک غفلت کی نیند میں پڑا خراٹے بھر رہا ہوں۔ اب غیاث الدین نے لات مار کر جگا دیا۔ اب میرا سامنا اسے ضرور کرنا پڑے گا اپنے اعمال کا نتیجہ پائے گا۔ اسے مناسب تھا۔ عقل سے کام لیتا۔ راستی کے راستے سے قدم نہ ہٹاتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا اس لئے میں اس کے خلاف قدم کیوں نہ اٹھاؤں۔ جس کے ذریعہ سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی کی ذات سے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ آج تک جس طریق سے میں اس کی اعانت اور خدمت کرتا رہا۔ اب میں اس کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ دیکھنا ہے کتنے روز آرام سے حکومت کرتا ہے۔ اگر اس کی حکومت کی بنیاد کو کھود کر نہ پھینک دوں تو لالی چین نام نہیں لوگ کہتے ہیں کہ غیاث الدین کی حکومت سوراج ہے۔ لیکن مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچا۔ والی حکومت اگر اپنے ماتحتوں کی قدر افزائی نہ کرے اسے اعلیٰ منصب پر ممتاز نہ فرمائے تو وہ اپنے فرض سے ہٹ جاتا ہے۔ میرے ساتھ غیاث کا اس کے خلاف رویہ رہا۔ اس لئے اسے خواہ مخواہ رنج اٹھانا پڑے گا۔ غیاث کو مجھے دکھلانا ہے کہ والی ملک جب تک اپنے وفادار غلاموں کی قدر نہ کرے گا ہمیشہ اس کی سلطنت متزلزل رہے گی۔ لوگوں کے دیکھتے دیکھتے غیاث کو سریر حکومت سے اتار کر میں شمس کو تخت کا مالک بناؤں گا کیونکہ شمس کی حکومت میرے لئے سوراج ہو گی۔ لیکن میں کیا ہوں مجھ میں بڑی طاقت ہے۔ زر و جواہر میرے پاس ہے۔ دنیا کی تمام اشیاء گھر میں موجود ہیں۔ عقل ہے۔ تمیز ہے۔ ہر طرح کا انتظام کر سکتا ہوں۔ غیاث تیری زندگی کے دن اب ختم ہو گئے۔ تو دوزخ کی آگ میں جلا دیا جائے گا۔ نار جہنم تجھے پھونک دے گی۔ تیرا نام صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ اب میں تیرا دست نگر نہیں۔ تجھ سے بھیک نہ منگوا دی ہو تب کہنا۔ تو مجھے غلام سمجھتا ہے۔ جانتا ہے۔ دکن سے خرید کر آیا تھا۔ خدائے تعالیٰ کی نظر کرم میرے حال پر ہے۔ اس نے میری تمام کمزوریاں دفع کر دیں۔ اب تجھ سے برسر پرخاش ہوں گا اور تجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر کر دوں گا۔ پھر اس وقت میرے دل میں جذبہ ہمت ہے۔ جوش ہے۔

Marfat.com

خدا کی مہربانی سے میری تمام فکریں کالعدم ہو گئیں۔ اب کسی بات کا اندیشہ نہیں۔ جن اقبال مندوں کو خدا نے حوصلہ دیا ہے وہ اپنی کوشش میں ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ دنیا کا یہ اصول نہیں ہے کہ جو جہاں ہو وہیں رہ جائے۔ زمانہ کی عام رفتار ترقی پر ہے۔ ایک آگے بڑھتا اور دوسرا پیچھے ہٹتا۔ تنزل پذیر انسان اپنے مقام پر اطمینان سے جب بیٹھتا ہے۔ تو زمانے اور ملک کی شکایتوں کا دفتر کھول دیتا ہے اور اس کو دعویٰ ہوتا ہے کہ زمانہ تنزل پر ہے۔ مگر اصل پوچھئے تو تنزل صرف اس کی غفلت اور آرام طلبی کا نتیجہ ہے۔ دنیا اپنی عام رفتار میں ترقی ہی کی طرف گامزن ہے۔ جال تو پھیلا دیا ہے۔ ایک چڑیا تو پھنس گئی۔ دوسری کا پھنسنا ہے۔ ممکن ہے غیاث پر اس کا اثر نہ پڑا ہو۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ اگر میرا خیال درست نکلا تو ایک بار دونوں کو گرا دوں گا جب تک انہیں ہوش آئے۔ جب تک وہ اپنی نیکی و بدی نفع و نقصان پر غور کریں اور اپنے تئیں سنبھال سکیں۔ انہیں آسمان کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ شمس تو اب میری مٹھی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ جو کہوں گا۔ تاہم بہت غور و خوض اور دور اندیشی سے کام لینا پڑے گا۔ اس کے ہاتھوں غیاث کو بھی زیر کرنا ہے۔ اگر خدا کی ایسی ہی نظر عنایت رہی تو بلا محنت اور بغیر زحمت اٹھائے مقصد دلی بر آئے گا۔ خیر اب کن تدابیر سے کام لینا چاہیے۔ کون طریقے سوچے جائیں۔ میری بیوی بھی عقل و دانش کی پتلی ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب طریقہ نکالا۔ پوری امید ہے کہ پیش آنے والی باتوں پر خوب غور کر لیا ہو۔ جو نیت باندھی اس میں پس و پیش کرنا فضول ہمت کرے انسان تو کیا نہیں ہوتا۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ پانسہ پھینک چکے۔ جیت ہار کی فکر فضول ہے۔

———— ☆○☆ ————

چھٹا باب

ایک سنگ مرمر کی سنہری بارہ دری میں غیاث الدین تنہا بیٹھا ہے۔ کچھ فاصلے پر ایک خوجہ استادہ ہے اور کہیں کوئی نہیں غیاث بارہ دری کے ستون دیوار اور چھت

Marfat.com

میں بنے ہوئے گل بوٹوں کو دیکھتا۔ کبھی شاہان سلف کی تصاویر پر نظر ڈالتا ہے اور کبھی اپنے پاؤں کے نیچے فرش کے ستھرے اور چمکدار پتھروں کو ملاحظہ کرتا۔ مگر اس کی نگاہ ایک جگہ قائم نہیں رہتی۔ کسی طرف دھیان نہیں جمتا۔ دل کی بے چینی دور نہیں ہوتی۔ اضطراب اور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس کے سامنے لال چین کی پری پیکر دختر کی تصویر رقص کر رہی ہے۔ وہ لاکھ دل بہلاتا ہے۔ مگر اس کی دلکش ادا تصویر اس کا منور چہرہ کسی طرح دھیان سے اوٹ نہیں ہوتا۔ یہاں آنے سے اس کی فکر اور بڑھ گئی۔ اس وقت وہ لال چین کی راہ تک رہا تھا۔

مضطرب دل کے بے قابو ہونے سے اسے اپنی حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے سوچا میں کیا ہوں۔ بیرونی لوگ سمجھتے ہیں۔ میں بہت آرام سے ہوں۔ میرا دل داغدار نہیں ہے۔ مجھ میں نہایت لطیف اور خوشگوار دلچسپیاں پیدا کرنے کی طاقت ہے خوشی خوشی زندگی کے منازل طے کر رہا ہوں۔ بر سر میں رعایا کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہوں جو ناچ نچاتی ہے ناچتا ہوں۔ مجھے سبھوں نے تخت کی زنجیر میں باندھ رکھا ہے اپنی خوشی اور اپنی بھلائی کے لئے لوگوں نے مجھے نورانی لباس سے ملبوس کر کے دربار کا مرغ زریں بنا رکھا ہے۔ کس کے لئے آرام کے لئے میرے یا اپنے جب کبھی اعضا شکنی بڑھ جاتی ہے۔ تو دوراں سر سے پیشانی پھٹنے لگتی ہے۔ لیکن مجھے اس حالت میں بھی رعایا کی خواہش کے مطابق تاج زر سر پر رکھنا پڑتا ہے۔ اشتہا نہ ہونے پر بھی دوسروں کی دلشکنی کے لحاظ سے خواہ مخواہ کھانا تناول کرنا پڑتا ہے افسوس! بادشاہوں کی یہ درد آگین کیفیت کون جان سکتا ہے۔ ہم لوگوں کو اپنی تکلیف اور اپنی آسائش کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔ رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کا دھیان ہر وقت لگا رہتا ہے۔ رعایا پر امن رہے۔ فساد جھگڑوں کی بیخ کنی ہوتی رہے۔ اسی میں سلاطین کی نیک نامی ہے۔ انسانی جامہ ملنے پر بھی ہم لوگ کاٹھ کے پتلے بنے رہتے ہیں۔ گو ذی روح ہیں۔ مگر پتھر سے بڑھ کر ہیں۔ جب چاہیں بول نہیں سکتے۔ جہاں چاہیں جا نہیں سکتے۔ جو چاہیں کر نہیں سکتے۔ بہت سے ہمیں گالیاں دیتے ہوں گے۔ نام لے لے کر تھوکتے ہوں گے۔ کیونکہ ہماری سلطنت میں سینکڑوں قسم کے مظالم ہوتے ہوں گے جن کی ہمیں خبر بھی نہیں۔ سینکڑوں بے گناہ سولی پر چڑھا دیئے جاتے ہوں گے۔ سینکڑوں کا گھر بار لوٹ لیا

Marfat.com

جاتا ہو گا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہوں گی۔ سینکڑوں بدمعاشوں کے ہاتھوں خلق اللہ تباہ ہوتی ہو گی۔ مگر ہمارے کان تک ان کی تباہی اور خستہ حالی کی خبر پہنچنا محال ہے اور نہ ہم لوگ ان کا دفعیہ ہی کر سکتے ہیں۔ لعنت ہے ایسی حکومت اور ثروت پر۔ ایسی بادشاہت سے فائدہ کیا۔ ممکن نہیں کہ اپنے کسی خاص خصوصیت رکھنے والوں سے ان مذموم حرکتوں کی بیخکنی کر کے خلق اللہ کو آرام پہنچا سکیں۔ علاوہ اس کے خدا جانے کس قدر جال اور فریب حکومت پلٹ دینے کے لئے گھڑے جاتے ہیں۔ قدم قدم پر ہم لوگوں کو خوف رہتا ہے۔ مگر ہمیں اس کا پتہ نہیں۔ دنیا میں ہم لوگوں کا کوئی درد آشنا نہیں۔ جسے دیکھو طلب کا دوست ہے۔ جتنے ہیں سب کا ذب۔ دروغ گو۔ مکار۔ خوشامدی ہیں سب چاہتے ہیں۔ بادشاہ کی آنکھوں میں خاک ڈال دیں اور اپنا مطلب نکال لیں۔ بیجا خوشامد اور تعریف کے لمبے چوڑے فقرے سنا کر ہماری عادتیں خراب کر دیں۔ ہمیں نفس پرست بنا دیا۔ ہمارے حوصلے توڑ دیئے۔ ہماری تمام عمر شک و شکوک اور خبط میں بسر ہوتی ہے۔ کبھی ہمارا دھیان سچائی کی طرف نہیں جاتا۔ ہم جفاکش اور محنت کے عادی نہیں رہتے۔ سفلے۔ کم ظرف۔ ناشائستہ اپنی لیاقتوں کی شیخیاں بگھارا کرتے ہیں۔ سچا۔ مہذب اور شائستہ کوئی نظر نہیں آتا۔ کس سے اپنے درد حکایت کہوں۔ جس سے اپنے راز کی گفتگو کروں گا۔ وہی اپنا مطلب گانٹھنے لگے گا۔ خیر جو ہو۔ اب تو مکر و فریب سے دغا سے لال چین کی دختر کو ہاتھ میں لانا ہے۔ اس کے بغیر اپنی زیست حرام ہے۔ جسم و بال جان ہے۔ سبحان اللہ واقعی کیا بھولی صورت ہے عضو عضو میں بانکپن پیدا ہے۔ اہاہا۔ ان گلاب کی پنکھڑیوں میں مستی کی دھڑی اور ان نرگس کے پھولوں میں کاجل کا ڈورا۔ جس وقت یاد آ جاتا ہے۔ بھری جوانی کی قسم کلیجہ تھام کر بیٹھ جاتا ہوں۔ بغیر دلدار کے زندگی تلخ ہو رہی ہے۔ واہ وا کیا دلربا حسن ہے۔ وہ ایک کنول کے پتے کے مشابہ جو آفتاب صبح کی نازک کرنوں کے اثر سے شگفتہ ہوا ہو۔ واللہ چہرہ پر کیا نمک تھا۔ شہاب کی ہلکی ہلکی رنگت جھلک رہی تھی۔ جعد عنبر کا جوڑا بندھا ہوا تھا۔ مگر تھی نوعمری انیلی۔ الھڑ زمانے کی اونچ نیچ سے ناواقف۔ اس کی شوخ چتون تو اور بھی غضب کئے دیتی تھی۔ ایک بار دیکھ لینے سے ممکن نہیں کہ اس کی چاند سی صورت آنکھوں میں نہ بس جائے۔ جہاں

Marfat.com

تک سننے میں آیا ہے اس ممالک محروسہ میں کوئی دلربا اس کی خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جس کے ہاتھ لگ جائے اس کا محل جگمگا اٹھے۔ بہشت کا عیش و آرام میسر ہو۔ حوروں کا ذکر کتابوں میں پڑھا ہے لیکن حور بھی اس کی تمثیل نہ ہو گی۔ اس کی جادو بھری نگاہ اور متوالی ادا پر جنت کی حوریں رشک کرتی ہوں گی۔ لیکن انمول جواہر غلام کے گھر میں۔ یہی تو تعجب ہے۔ ایک چھوٹی سی گڑھیا میں کنول کیوں کر کھلا۔ کیچڑ میں ہیرا کیونکر گرا۔ لال چین کے جھونپڑے میں اس شمع حسن کی ضو کہاں سے پھوٹ نکلی۔ جسے شاہی محل میں رہنا چاہیے تھا۔ وہ ایک سفلہ غلام کے گھر میں کہاں سے آ گئی۔ جس کے پاؤں پر مرتاض زاہد سر جھکاتے ہیں۔ جس کے طاق ابرو کا فرشتے سجدہ کرتے ہیں۔ کیا اس کے لئے کیا ایک کم ظرف غلام کے آگے ہاتھ پھیلانا ہو گا جسے کل میں نے باتوں میں رول لیا۔ جس کے نہال آرزو کو سر سبز نہ ہونے دیا۔ اس کے سامنے آج کیا اپنی آنکھ نیچی کرنا پڑے گی۔ آخر کوئی طریقہ ہے۔ طریقہ کوئی بھی نہیں ادھر اس کے بغیر چین نہیں۔ ادھر لال چین کی خوشامد کئے بغیر کام چلتا نظر نہیں آتا۔ کیا کروں ابھی تک لال چین آیا نہیں سے دیر کیوں ہو رہی ہے۔ خوجہ بھی ابھی تک نہیں پلٹا۔ آخر رہا کہاں۔ کیوں دیر کی۔ کیا کوئی دوسرا آدمی بھیجوں۔ لیکن دیکھنا کوئی سامنے سے آ رہا ہے۔ دو آدمی ساتھ ہیں۔ شاید لال چین ہی ہو۔ اف یہ بائیں آنکھ کیوں پھڑک رہی ہے۔ یہ تو بد شگونی ہے۔ کیا میری آرزو پوری نہ ہو گی۔ کیا وہ دلربا میرے ہاتھ نہ آئے گی۔ یا خدا اس کام میں میری مدد کر۔ چاہے جان ہی کیوں نہ کام آ جائے مگر اس کے لئے زمین و آسمان ایک کرنا پڑیں گے۔

اس سے زیادہ غیاث کا خیالی گھوڑا دوڑ نہ لگا سکا۔ کیونکہ لال چین قریب پہنچ گیا تھا۔ چہرے پر تحمل اور استقلال برس رہا تھا۔ غیاث کے روبرو زانو جوڑ کر بیٹھ گیا ہاتھ باندھ کر نرم آواز میں متانت کے ساتھ بولا۔

"اس ناواقف غلام کی یاد کیوں ہوئی۔ کیا کوئی اشد ضرورت محسوس ہوئی؟ جو ارشاد ہو خانہ زاد حاضر ہے"

غیاث الدین۔ لال چین! تمہاری کارگذاری سے اینجانب بہت خوش ہیں۔ کل جو کچھ تم سے کہا گیا تھا معلوم ہوتا ہے تمہارے دل پر اس کا اثر اچھا نہیں پڑا۔ سچ تو

Marfat.com

یہ ہے اینجانب مدت سے اس فکر میں ہیں کہ تم کسی جلیل عہدے پر ممتاز کئے جاؤ۔ مگر ہم لوگ تمہارا دل دکھانا نہیں چاہتے۔

لال چین۔ سریر آرا۔ حضور کی لاجواب اور سچی تقریر کی قدر اس خاکسار نے نہیں کی۔ اتنا تو حضور بھی جانتے ہیں کہ میری طبیعت یکساں ہے۔ جو خیال پیدا ہوا اس کا نکلنا محال ہو جاتا ہے۔

سر میں سودا آپ کا دل میں عقیدت آپکی
منہ میں کلمہ آپ کا ہے سر میں مدحت آپکی

ایک ولی نعمت آقا کا فرض ہے۔ ہمیشہ غلام کو شفقت کی نظر سے دیکھے۔ مگر کیا اس خسروانی الطاف کا یک بیک ہو جانا فدوی سن سکتا ہے کہ ان چند گھنٹوں میں بادشاہ کے خیال میں تبدیلی کیوں ہوئی۔ اس کی تہ پر غلام کی عقل نارسا پہنچ نہیں سکتی۔

غیاث الدین۔ میں چاہتا ہوں۔ جیسے تم فرزانہ اور عقلمند ہو۔ ویسا ہی تمہیں کوئی اعلیٰ عہدہ بھی دیا جائے۔

لال چین۔ جہاں پناہ! یہ آپ کی معدلت شعاری ہے آپ کی رحیمانہ خصلت کا اثر ہے کہ میرا غنچہ آرزو آپ کی ذرا سی توجہ سے کھل جائے گا۔

حضور والا! اطاعت مجھ سے کہتی ہے۔ تو چپ رہ۔ ادب کہتا ہے خاموش۔ مگر اس کا سبب دریافت کرلوں کہ دفعتہ" شاہی رائے میں تبدیلی کیوں ہوئی۔؟

غیاث الدین۔ خیر جو تمہارے واسطے نہیں کیا تمہاری دختر کے لئے کرنے کو مستعد ہوں۔ غلامی کی بیڑی سے نکال کر آج سے تمہیں کرسی نشین کیا چاہتا ہوں۔

لال چین۔ آزادی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا کا اصول ہے۔ کسی کی آزادی غضب کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے اور خاص کر اس ہندوستان میں (جہاں تک تاریخ دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے) کوئی بردہ فروش نہیں۔ یونان کے سیاح میگ استھانیز نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں غلام نہیں پائے جاتے کسی کی آزادی غضب کرلینا گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ دوسرے کو اپنے قابو میں رکھے اور اس کی خواری کرے اس لئے یہاں رہنے سے تو ہم لوگوں

Marfat.com

کو غلامی کا نام بھول جانا چاہیے۔ خیر آج اتنی مدت بعد سلطان عالم کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی اور اپنے خادم کو سرفراز فرمانے کا خیال پیدا ہوا۔ یہ میری خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ جہاں پناہ جو کام کرنا ہے جلد کر لیا جائے۔ کار امروز رابفرداگذار پرانی مثل ہے۔ مگر ذرہ نواز! ایک بات خانہ زاد کے ذہن ناقص میں نہیں آئی۔ باتوں باتوں میں میری دختر کا نام زبان اقدس سے کیوں نکالا؟

اس سوال کا جواب غیاث نہ دے سکا۔ وہ کشمکش میں پڑ گیا اسے امید نہ تھی کہ لال چین چھوٹتے ہی ایسا سوال کر بیٹھے گا۔

لال چین پر کوئی بات مخفی نہ تھی۔ کل کیفیت عیاں تھی۔ سمجھ گیا کہ سلطان لطف النسا کا عاشق زار ہے اور اسی لئے اس نے ایسا سوال کیا۔ غیاث کو خاموش دیکھ کر لال چین نے پھر ٹوکا اور کہا۔

غیاث الدین۔ کیا تم سے صاف صاف کہنا پڑے گا۔ اچھا سنو دنیا میں ایک دوسرے کا دست نگر ہے۔ اس لئے میں بھی تم سے کچھ طالب ہوں گا۔

لال چین۔ غلام کے پاس جو شے ہے اس دربار کے عطا کی ہوئی ہے۔ جس شے کی ضرورت ہو ابھی حاضر کر دوں کیا حضور کے حکم کی تعمیل خانہ زاد نہ کر سکے گا۔

غیاث الدین۔ سنا ہے۔ تمہارے یہاں انمول جواہر ہیں۔ ان میں سے ایک چیز طلب کرنا چاہتا ہوں۔

لال چین۔ بسم اللہ۔ فرمایئے کیا ارشاد ہے؟

غیاث الدین۔ سنا ہے تمہاری دختر بہت شکیل و جمیل ہے؟

لال چین۔ (سمجھ گیا) لیکن وہ ایک غلام کی لڑکی بادشاہ کے قابل کب ہو سکتی ہے۔

غیاث الدین۔ یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔

لال چین۔ کیا درباری امراء اس پیوند کو پسند کریں گے۔

غیاث الدین۔ اس سے نکاح نہ پڑھایا جائے گا۔ حرم بنالی جائے گی۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

لال چین سہم گیا۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ غصہ کی لپٹ سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے تئیں سنبھالا اور خاموشی سے سلطان کا منہ تکتا رہا۔

غیاث نے مسکرا کر پھر استفسار کیا۔ لال چین کس فکر میں پڑ گئے کیا تمہاری ماہ پارہ دختر کو غیاث الدین حرم میں داخل نہیں کر سکتا؟

لال چین۔ داخل کر سکتے ہیں۔ مگر جب اس سے بڑھ کر حسن کی بولتی ہوئی زندہ تصویریں موجود ہیں۔ تو ایک سفلے کمینے غلام کی دختر کو حرم میں داخل کر لینے سے شاہی شان و شوکت میں ہٹہ لگ جائے گا اور مجھے خوف ہے کہیں غلام کی لڑکی بدقسمتی سے اس تعلق کو ناپسند کر دے اور ہو سکتا ہے۔ یہ غلام بھی .....

غیاث الدین۔ سمجھ گیا۔ تم اپنی دختر کو شاہی محل میں دینا نہیں چاہتے۔ لال چین! تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ ایک شاہ ہفت کشور سے اس دریدہ دہنی کی کافی سزا مل سکتی ہے۔

غیاث الدین۔ غضب کیا۔ بادشاہ کے روبرو اس قدر طراری۔

لال چین۔ جی نہیں یہ فرمایئے۔ اس قدر راست گفتاری۔

غیاث الدین۔ تو کیا راست گفتاری اسی سخن سازی کا نام ہے؟

لال چین۔ تو کیا حق گوئی خوشامد بازی کا نام ہے۔

غیاث الدین۔ اظہار وفاداری سے بادشاہ کا دل ہاتھ میں سے لیا اور پھر اس کے دل کو دکھانا سراسر مکاری ہے۔

لال چین۔ بے ادبی معاف۔ حضور کا خیال غلط راستے پر ہے۔ میں لطف النسا کو اس لایق نہیں سمجھتا کہ مملکت ہند کی ملکہ بن کر اپنی کنیزی کی حالت کو بھول جائے۔ خیر جہاں پناہ میری گستاخی عفو کر دیں۔ حضور سب لایق ہیں۔ حضور کو حق حاصل ہے کہ غلام کے ساتھ جس قسم کا چاہیں برتاؤ کریں۔ جانتا ہوں اس عبد ذلیل کو بہت بڑی سزا بھگتنا ہو گی۔ تاہم مجبور ہوں۔ اس معاملے میں اپنی نیت سے کام کرنا نہیں چاہتا۔

غیاث الدین۔ خیر میں لطف النسا کو چاہتا ہوں۔ وہ ماہ دو ہفتہ کی طرح گھر کا اجالا

Marfat.com

ہے۔ جس طرح ہو گا اسے اپنے کاشانے کی زینت بناؤں گا۔ دیکھنا ہے کس طرح تم میرے حکم میں ہارج ہو سکتے ہو۔

لال چین۔ حضور زبردست ہیں۔ خاقان کا حکم کہیں ٹل سکتا ہے۔ یہ بات دوسری ہے۔ مگر حضور کے خلاف نہ ہو تو ایک بات اور عرض کروں۔

غیاث الدین۔ وہ بھی کہہ ڈال۔

لال چین۔ جان عالم! اگر مناسب سمجھیں تو درباری امراء کی رائے لے لیں۔ اگر وہ راضی ہوں تو غلام کو کوئی عذر نہیں۔

غیاث الدین۔ ہو سکتا ہے۔ لیکن لوگ کیا کہیں گے۔ لطف النسا کو میں دل سے چاہتا ہوں۔ مگر اس کے لئے امرا کی خوشامد کرنا نہیں چاہتا۔

لال چین۔ پھر؟

غیاث الدین۔ پھر کچھ نہیں دل مضبوط کرو۔ یہ کام سر پر پڑ گیا ہے۔ کسی طرح کرنا ہی ہو گا اور تجھ سے کمزور بزدلے کا سلطان کو مطلق خوف نہیں۔ ابھی چاہوں تو سوار بھیج کر ابھی لطف النسا کو حرم میں داخل کر لوں۔ مگر خلاف شان سمجھ کر دم بخود ہوں۔ تجھ سے درخواست کی ہے۔ اگر مان گیا تو فبہا ورنہ جو جی میں آئے گا کروں گا۔

لال چین۔ مگر شرع و دین کے خلاف ایک جلیل القدر سلطان ایسا مذموم فعل کیوں کرے۔

غیاث الدین۔ انسانی ہستی میں عیش اٹھانا۔ مزے لوٹنا۔ بڑا بھاری جوہر ہے۔ اس کے آگے شرع و دین کی پابندی کرنا اپنے نفس کو خراب کرنا ہے۔

لال چین۔ خیر اس وقت زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس کے لئے کچھ وقت دیا جائے۔ گھر جا کر عزیزوں سے مشورہ کروں گا۔ جو بات طے ہو گی حضور اقدس کے کانوں تک پہنچا دوں گا۔

غیاث الدین۔ بہتر جا سکتے ہو۔ لیکن یاد رہے کہ میری درخواست منظور ہی کرنے

Marfat.com

میں ہمارا تمہارا دونوں کا نفع ہے۔

لال چین۔ یہ تو جانتا ہوں۔ مگر جہاں پناہ! اس معاملے میں پھر غور کر لیں۔

غیاث الدین۔ میرے ارادے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

بغیر کوئی جواب دیئے۔ لال چین پچھلے پاؤں دیوان خانے سے نکلا اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔ تاہم شاہی گفتگو سے دل میں زخم پڑ گئے تھے جن کا برداشت کرنا امکان سے باہر ہو رہا تھا۔

ساتواں باب

جس طرح چوٹ کھا کر ایک افعی غصے سے پھنکار مارتا ہے دم دبنے سے جس طرح شیرا زخود رفتہ ہو جاتا ہے۔ شکار چھوٹنے سے جس طرح چیتا آپے سے باہر ہو جاتا ہے اسی طرح لال چین غصہ۔ رنج اور تفکرات کی کشمکش میں پڑا ہوا اپنے مکان پر آکر اپنے بستر پر لیٹ رہا۔ نہ کسی سے کچھ کہا نہ کسی سے کچھ سنا۔ تنہائی میں لیٹے ہوئے فکر و اوہام کے بحر بے پایاں میں غوطے کھانے لگا۔

لال چین کو افسردگی کی حالت میں پڑے دیکھ کر اس کی خواص اور باریداروں کو معلوم ہو گیا۔ آج کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ اسی سے چہرہ پژمردہ ہو رہا ہے۔ تیور چڑھے ہوئے ہیں۔ بار بار ٹھنڈی سانسیں لیتے ہیں۔ ضرور کسی سے چشمک ہو گئی۔ لال چین نے لاکھ چاہا کہ پیشانی پر بل نہ پڑنے پائے۔ چہرے کی رنگت نہ بدلے۔ مگر دل میں غبار بھرا ہوا تھا۔ انکرات ابل رہے تھے۔ لال چین انہیں روک نہ سکا۔ منہ اور ناک سے دھواں بن کر سرد آہ کے ساتھ نکل ہی گئے۔ لال چین سے استفسار کرنے کی کسی میں جرات نہ ہوئی۔ مگر ایک محل دار نے لال چین کی بیگم کلثوم کو لپک کر خبر کر دی کہ کسی ناقابل برداشت صدمے سے سرکار عالی آ کے بستر پر لیٹ رہے ہیں۔ محل دار کی بات سن کر لال چین کی جورو شوہر کے پاس آئی اور چہرے کی افسردگی دیکھ کر اس

Marfat.com

نے محل دار کو کھسکا دیا اور خود پائیں بیٹھ کر استفسار کرنے لگی۔

ماجرا کیا ہے؟ کیوں طبیعت مضمحل ہے؟ کہاں سے آئے ہو۔ چہرے پر شکنیں کیوں پڑی ہوئی ہیں؟ حواسوں میں یہ پریشانی کیوں دیکھتی ہوں۔ برگ خزاں کی طرح رخسارے کملا گئے ہیں۔ تمہاری ناقابل حالت دیکھی نہیں جاتی۔ کچھ کہو تو۔

لال چین۔ آہ۔ سلطان کی باتوں نے کلیجے میں ناسور کر دیئے ہیں۔ اف ناقابل برداشت۔ بخدا چھاتی پر سانپ لوٹ رہا ہے۔

کلثوم۔ آخر کہا کیا۔

لال چین۔ وہ کہتا ہے۔ اگر لطف النسا شاہی محل سرا میں بھیج دی جائے تو میں تجھے غلامی کی زنجیر سے خلاص کر دوں۔

کلثوم۔ آزادی کی قیمت بہت بڑی ہے۔ خیر تم نے کیا جواب دیا۔ کہیں زبان تو نہیں دے آئے۔

لال چین۔ اس کا سوال سن کر میرے بدن میں آگ لگ گئی پس جی چاہتا تھا۔ منہ نوچ لوں۔ چمٹے سے زبان کھینچ لوں۔ منہ پر تھوک دوں۔ پاؤں کو کھینچ کر دارالعمارہ سے نکال دوں۔ مگر ضبط و تحمل سے کام لیا اور اس کی بات کا جواب دیا۔

کلثوم۔ کیا جواب دیا۔

لال چین۔ یہی کہ اپنے گھر سے مشورہ کر لوں۔

کلثوم۔ خوب کیا عجلت میں کام خراب ہو جاتا ہے۔ گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دیں۔ شکار جال کے اندر پھنس گیا۔ صرف گردن پر چھری پھرنی باقی ہے۔ مگر میں دیکھتی ہوں۔ ذرا سی بات میں آپ گھبرا گئے ہیں۔ کئی بار آپ سے کہا ہے کہ جو کام کریں مستقل مزاجی سے کریں۔ جلدی کا کام شیطان کا۔ مثل مشہور ہے۔ دیوانے نہ ہو جایئے۔ سہولت سے کام خود بخود انجام پا جاتا ہے۔ جس طرح چارہ ڈال کر مچھلی جال میں پھانس لی جاتی ہے اور کھیل ہی کھیل میں اسے مارا جاتا ہے۔ اسی حیثیت سے آپ غیاث کو دام تزویر میں گرفتار کیجئے۔

Marfat.com

لال چین۔ لیکن جس وقت اس کی باتیں یاد آتی ہیں۔ خواہ مخواہ خون ابل اٹھتا ہے۔ جی چاہتا ہے ابھی جا کر اس کا گلا دبا دوں۔

کلثوم۔ ذرا صبر کرو۔ کیوں اپنے دل کو دکھاتے ہو۔ دیکھتے نہیں ہر طرف فتح ہی فتح نظر آتی ہے۔ خود بخود نہال آرزو ثمر لے آئے گا۔ گھبراؤ نہیں جبر۔ صبر۔ استغنا۔ قناعت اور برداشت کی ضرورت ہے۔ ان سے حوصلہ پست نہ ہو گا۔ ہمت کو تقویت ہو گی۔ میں جو کہتی ہوں کرو۔ دیدہ و دانستہ بزدل نہ بنو۔ تمہاری صورت دیکھ کر خواہ مخواہ لوگ تاڑ لیتے ہیں کہ تمہارا سینہ کسی غم افزا غبار سے بھرا ہوا ہے۔

لال چین۔ آخر تم کیا چاہتی ہو۔

کلثوم۔ بادشاہ کا اطمینان کر دو اور کہہ دو جہاں پناہ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ اس سے میل کرو۔ اس کی عقیدت کا دم بھرو۔ اسے کسی طرح بدگمان نہ ہونے دو۔ جب وہ ہاتھ میں آ جائے اس وقت جو چاہنا کر گزرنا۔

لال چین۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت میرے حواس بجا نہیں ہیں۔ جتنی باتیں کیں خاک سمجھ میں نہیں آئیں۔ لیکن یہ ضرور کروں گا۔ اس کے ساتھ کسی فعل بد کا مرتکب نہ ہوں گا۔ بلکہ اس کی دلجوئی کرتا رہوں گا۔

کلثوم۔ یہ کرنے سے کام نہیں بنے گا۔ اس سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں اور اب دوبارہ کہتی ہوں کہ کم حوصلگی کو کام میں نہ لانا۔ جرات سے کام لینا جس راستے پر چلنا ہے۔ اس میں غضب کے کانٹیں ہیں۔ سنبھل سنبھل کر قدم رکھنا پڑے گا۔ سب سے اپنی حالت درست رکھنا پڑے گی۔ چہرے کی بحالی کا خیال رہے۔ طبیعت افسردہ نہ ہونے پائے۔ میں دیکھتی ہوں گھڑی گھڑی چہرہ کی رنگت بدلتی ہی جاتی ہے۔ خواہ مخواہ لوگوں کے دلوں میں وہم پیدا ہوتا ہے۔ مکھڑے کو گلاب کی طرح شاداب رکھو دل میں کانٹے ہوں تو ہوں۔ مگر باہر کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے کہ ان کا دل برائیوں کا مخزن ہے۔ پہلے سے جانتی تھی۔ وہاں جانے سے غیاث اور شمس دونوں کی نظریں اس پر پڑیں گی۔ جو انجام سوچا تھا وہی ہوا اور جو سوچا ہے وہی ہو گا۔ لیکن مجھے تمہارا

Marfat.com

خوف ہے اگر تم اپنی حالت درست رکھیو اور میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو تو ضرور تمہیں دنیا بہشت ہو جائے گی۔

لال چین۔ مگر دلربا ایک بات کا پس و پیش ہے۔

کلثوم۔ وہ کیا؟

لال چین۔ ممکن ہے۔ غیاث لطف النسا کو زبردستی حرم بنا لے۔ اس وقت کیا کرو گی۔

کلثوم۔ اس کی چنداں فکر نہیں۔ احتیاط سے کام کرتے رہو تو ممکن نہیں۔ لطف النسا شاہی محل میں قدم رکھ سکے۔ شمس تو تمہاری مٹھی میں ہے۔ جب دیکھیں گے اپنا مقصد پورا نہیں ہوتا شمس سے مدد لی جائے گی۔ اگر ابتداء میں ہاتھ پاؤں پھول گئے تو سمجھ لو کام خراب ہو گیا۔ اس لئے دل کو مضبوط کر کے کام کرو۔

لال چین۔ خیر ایسا ہی ہو گا۔ تم انتظام کرو۔ میں جس طرح ہو گا سلطان کو اپنے مکان پر لے آؤں گا۔

کلثوم۔ ناحق میری فکر کرتے ہو۔ میں چوکنے والی نہیں اور نہ میری جانب سے غفلت ہو سکتی ہے۔ ابھی جا کر انتظام کرتی ہوں۔ سب سامان درست ہے۔ کچھ کہیں سے لانا نہیں۔ دعوت کا دن مقرر کر کے سلطان کو لے آؤ۔

اتنا کہہ کر کلثوم وہاں سے چلی آئی۔ ادھر لال چین پھر اپنے خبط میں الجھ گیا۔ کبھی کہتا ہے۔ جس کے نمک سے پرورش پائی ہے۔ جس کے فیضان صحبت سے اس قدر دولت کا مالک بن گیا۔ جس کے طفیل میں دنیا کی چیزیں میرے لئے موجود ہیں اور عیش سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس کے خلاف کام کرنا کسی حالت میں درست نہیں۔ ایمان عجب چیز ہے۔ ایمان ہی سب کچھ ہے۔ ایمان رکھنے سے خدا خوش ہوتا ہے اور کبھی سوچتا ہے کہ میاں لال چین اس خبط میں نہ پڑو غیاث تمہارا دوست نہیں۔ اس کا دل صاف نہیں۔ یہ وہی غیاث ہے۔ جس نے کل گالیاں دیں کیسی اہانت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کتے کی بھی وقعت ہوتی ہے۔ مگر تیری وقعت خاک نہیں۔ اپنی زندگی

Marfat.com

میں غیاث غلامی کی زنجیر سے نکلنے نہیں دے گا۔

طمع۔ جب آزادی نہیں تو لطف و آرام کس کام کا۔ کہیں غلام کو آرام مل سکتا ہے۔ بات بات میں جسے دوسروں کا منہ تکنا پڑتا ہے۔ دوسروں کی جھڑکیاں سہتا ہے۔ اس کی زندگی کیسے چین سے بسر ہو سکتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی عمر کا جتنا زیادہ حصہ ممکن ہو آزادی سے بسر کرے۔ ہر عاقل کا فرض ہے۔ غلام سے اتنا ہی بچے جتنا سانپ۔ بچھو یا زہر سے بچتا ہے۔ غلامی تندرستی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اگر کسی جنگلی جانور کا دور تک تعاقب کیا جاتا ہے اور اسے اپنی جان بچتی نظر نہیں آتی تو وہ بھی عاجز ہو کر حملہ کر بیٹھتا ہے اسی طرح جب لال چین کی بے قدری ہوئی تو وہ کیونکر حملہ نہیں کرے گا۔ کس طمع سے وہ اپنی بیقدری کرنے والے انسان کو محبت کی نظر سے دیکھے گا۔ اس میں تعجب کیا ہے اخلاق کے خلاف جو باتیں غیر مفید ہوں انہیں ترک کر دینا انسان کا اعلیٰ فرض ہے۔ کیونکہ انسانی ہستی کو وہی کام کرنے چاہیں جو زیست کو مفید ہوں اور ان کا کرنا جو مضر ہوں قبیح ہیں۔ غلامی انسان کے لئے بڑی بھاری قباحت ہے۔ اسے دور کر دینے ہی میں منفعت ہے۔

ایمان۔ کیوں فضول باتیں کہتے ہو۔ ہر فرد کو کسی کام کے کرنے سے پہلے خوب سوچ لینا چاہیے کہ یہ ہماری زندگی کو تلخ کر دے گا یا مفید ثابت ہو گا۔

بادشاہ سے پرخاش پر آمادہ ہونا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ جتنی دولت پاس ہے غصب کر لی جائے گی اور تو گداگر فقیر کی طرح دربدر بھیک مانگتا پھرے گا۔ یہ تیری جہالت ہے۔ خبردار! اس کی طرف دھیان ہرگز مت کرنا۔

طمع۔ کاش یہ آج آزاد ہوتا۔ غلامی کی زنجیر اس کے پیر میں نہ پڑی ہوتی۔ تو ممکن نہ تھا کہ میاں غیاث کی زبان سے ایسے رکیک کلمات نکلتے یا اس کی دختر کو بدنگاہی سے دیکھتا اور وہ دم بخود ہو کر سنا کرتا۔ دیکھو چوپائے۔ پرندے بھی قفس میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ پھر انسان کو کسی کے ہاتھوں میں پھنسا رہنا بھلا کب پسند ہو سکتا ہے۔

ایمان۔ کیا دوسروں کو برباد کر کے کسی کی عزت اتار لینا اچھا ہے۔ کیا کسی کا منصب چھین کر خود سردار بننا گوارا کیا جا سکتا ہے۔ انسان کو چاہیے۔ دوسروں سے ہمدردی

Marfat.com

کرے۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان و مال تصدق کر دے۔ کاش لوگ سمجھیں اور وہ وقت اور دولت اور قوت و لباسوں کی مصنوعی خوشنمائی اور گرانبہائی میں صرف کرتے ہیں۔ وہ نوع انساں کے جہل' کمزوری' افلاس اور مارامض کے گھٹانے اور اس کے علم' شرف' قوت' دولت اور صحت کے بڑھانے میں صرف کریں۔ اگر عقل سے کام لیا جائے تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ گمراہ مضر اور مصنوعی مذاق ہے۔ جو زرق برق اور گرانبہا لباس کو پسند کرتا ہے اور انسان کے کام نہیں آتا۔ اپنے مطلب سے واسطہ دوسروں کو تکلیف پہنچے بیزار ہے۔

خود غرض نفس کے شیدائیوں کا انجام برا ہی ہوتا ہے جو شے کسی کا دل دکھا کر اپنے مصرف میں لاتے ہیں۔ وہ دیرپا نہیں ہوتی۔ جس عہدے کو خون کی ندی بہا کر لیا چاہتے ہو۔ وہ کبھی رہ نہیں سکتا۔ ایمان فروشی کا بازار گرم کرنا اچھا نہیں۔ شرع کا حکم یہ نہیں ہے۔ کہ دوسروں کو گزند پہنچا کر خود چین اڑائے۔ مناسب ہے شرافت سے کام کرو۔ خود کسی کے ساتھ۔ برائی نہ کرو۔ ہمیشہ اچھا کام کرو۔ نفس کو قابو میں رکھو۔

نفس اپنا نہ برا ہو تو خیال اچھا ہے
ضبط انفاس میں بدبو کا کہیں نام نہیں

ہرگز اس راستے میں قدم نہ رکھو۔ خود سنبھلو۔ یہ میرا عرض کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ اگر لال چین کا وقت نوع انسان کے اسباب راحت بڑھانے اور موجبات اذیت گھٹانے میں صرف ہوا ہوتا تو جس حالت میں وہ آج ہے اس سے ہزار گونہ بہتر حالت میں ہوتا۔ کاش آئندہ لال چین سیدھی راہ پر آ جائے اور اپنی عمر عزیز کو سود مند کاموں میں لگائے تو اس کو تکمیل حیات میں پوری مدد ملے اور جس تکلف اور تزئین اور شوکت و شان کا وہ خوگر ہوا چاہتا ہے۔ وہ بہت ہی مضر اور قبیح ہے۔ کاش اس کے دل میں فاسد مذاق کا مادہ نہ پیدا ہو۔ دل صاف ستھرا رہے۔

ط

طمع۔ ہمیں سبق نہ پڑھاؤ جو جیسا کرے اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیے۔ علما کا قول ہے کہ پھول کے ساتھ پھول اور کانٹوں کے ساتھ کانٹے ہی بننے میں مفر ہے۔ دنیا میں وہ کبھی سرسبز نہیں ہو سکتا جو دوسروں کا منہ دیکھتا ہے اپنی ہمت سے کام

Marfat.com

نہیں لیتا۔ وہ خوشحال اور متمول نہیں ہو سکتا اس خبط کو سر سے نکالو۔ یہ جنون کبھی نہیں پنپنے دے گا۔ جو اپنی حالت کو درست کرنا چاہتا ہے اور اپنی ہستی کو معراج پر پہنچانے کے لئے لڑتا ہے۔ مشکلوں اور آفتوں سے خوف نہیں کھاتا۔ وہ ضرور اپنی حالت سنبھال لیتا ہے۔ اگر لال چین تمہاری باتیں سنے تو ضرور پست ہمت اور بزدل ہو جائے تم دینداری اور نیکی کا غلط پردہ ڈالتے ہو۔ یہ نہیں جانتے اصلی عزت کیا ہے۔ لوگ غلامی کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ اس میں تمول اور خوشحالی زیادہ نہیں ہے۔ دنیا پست ہمتوں کے لئے نہیں ہے۔ پست ہمتی بہت بڑا جرم ہے۔ جو دوسروں کو بزدل بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سفلہ اور کمینہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تم نصیحت کی بات کو اس کان سنتے اور اس کان نکال دیتے ہو۔ میرے دوست! پرائی تابعداری ایک طرح کی غلامی ہے۔ کتنی ہی بڑی نوکری کیوں نہ ہو۔ آخر کسی نہ کسی کی محکومی تو اس میں ضرور ہو گی۔ اس لئے میں نوکری کو بھی معزز نہیں سمجھتا۔ عزت اور ذلت کا مدار انسان کا اپنا کردار ہے۔ حقیقت میں وہ سب سے ذلیل ہے۔ جو اشرف المخلوقات کہلا کر تنزل کی کیچڑ میں لت پت رہتا ہے۔ لال چین میں بھی ایسی کمزوری اور عقل کی خامی نہیں ہے۔ جو تمہارے چھلاوے میں آ جائے۔

ایمان۔ میں تم پر فتح نہیں پا سکتا' ہار ہی مانتے ہو نہ جیت خدا جانے کتنے بندگان خدا کو ایذا پہنچا کر انہیں لب گور کر دیا کتنوں کے حقوق تلف کر دیئے۔ حقیقت میں وہ سب سے زیادہ ذلیل ہے۔ جو نہ صرف پبلک کی نظر میں بلکہ خود اپنی نظر میں اور خدا کے نزدیک لیکن ایک غریب آدمی جو لڑتا جھگڑتا نہیں۔ کوئی اس کا شاکی نہیں ایسا شخص اصلی عزت اور وقار رکھتا ہے اور اسی کا وہ مستحق ہے۔ آج تم اس پھیر میں ہو کہ کسی طرح لال چین کی زندگی خراب ہو جائے۔ میں سمجھ گیا کہ اسے تم آرام سے سونے نہیں دو گے۔

آخر کار طمع کی فتح ہوئی۔ ایمان کو خاموش رہ جانا پڑا۔ کیونکہ ایمان کی دلیلیں لال چین کو پسند نہیں آئیں۔ وہ غیاث کو برباد کر دینے کی تدبیریں سوچنے لگا اور اسی فکر میں اس کی آنکھ لگ گئی۔

---------☆○☆---------

Marfat.com

آٹھواں باب

شہنشاہ ہند ہو جانے پر بھی غیاث سب کا دوست نہیں تھا۔ زمانے کا رنگ ہی جدا ہے۔ کسی کی نگاہ انصاف کی طرف نہیں پڑتی۔ وہ اس کے انصاف کو ظلم سمجھتا ہے۔ کوئی اس کی بیداد سے نالاں ہے۔ اس کی خوفناک تصویر سے دل دہلے جاتے ہیں۔ اس کی حکمرانی پسند نہیں آسکے بدخواہوں کا قول ہے کہ غیاث الدین ظلم دوست اور رعایا کا بداندیش ہے۔ دنیا کا دستور ہے۔ برے کو اچھا اور اچھے کو برا کہتے ہیں۔ نیک سیرت کو بدسیرت اور بدسیرت کو نیک سیرت تصور کرتے ہیں۔ اس لئے دنیا میں لوگ ایسا کام نہیں کر سکتے۔ جو خلق اللہ کو پسند ہو اور نہ کوئی ایسا انسان ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ جسے دنیا کے پرستار بہتر سمجھتے۔ بعض آدمی اپنی لیاقت کا نقش بڑھا کر اور بعض اس کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے دلوں پر مرتسم کرتے مگر حقیقی عزت میں وہی لوگ بازی لے جاتے ہیں جو اپنی لیاقت کا نقش جوں کا توں نہ بڑھا کر نہ توڑ نہ مروڑ کر اوروں کے دلوں پر مرتسم کرتے ہیں۔ ان کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا۔ بعض آدمی اپنے کاموں کی عزت و شہرت بہت چاہتے ہیں۔ بے شک ان کا چرچا جابجا زبانوں پر بہت ہوتا ہے۔ مگر دلوں پر ان کی تحسین کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس آدمی اپنی خوبی کو اس طرح دکھاتے ہیں کہ وہ بہت تاریک ہوتی ہے اور کسی کو نظر نہیں آتی۔ اس لئے اس کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اگر آدمی اپنے کاموں کو ایسا معتدل بناتا ہے کہ جس سے لوگ راضی ہو جائیں اور اس کے ساتھ سب متفق ہو جائیں۔ تو اس کی عزت کا راگ پورا گایا جاتا ہے۔ ساری عزت کا مدار اس پر ہے کہ اپنے ہمسر رقیبوں پر آدمی سبقت لے جائے اور سب سے اچھا کام کر کے دکھائے اس سے عزت کی چمک ذنک الماس تراشیدہ کی طرح عکس فگن ہوتی ہے۔ اس سے اس کے ہوشیار نوکر نہایت بڑے مددگار ہوتے ہیں کہ وہ اپنے معزز حاسدوں کے حسد سے اپنے تئیں یوں بچا سکتے ہیں کہ وہ اپنی شہرت سے قطع نظر کریں۔ غیاث ان باتوں کا پابند نہیں تھا۔ اس کی سلطنت میں رعایا کے حقوق نہیں چھپائے گئے تھے۔ جو بدنیت حاسد اور رشک

Marfat.com

کی آگ میں جھلس رہے تھے۔ دوسروں کی بھلائی دیکھ کر جن کا رو تگٹا رو تگٹا جلتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں غیاث سے جلتے تھے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے سپہ سالار ہو کر ملک کو بڑھایا یا جنہوں نے قوانین سلطنت ایسے بنائے اور بتلائے کہ مرجانے کے بعد بھی سلطنت و حکومت کرتے نظر آئیں۔ ایسے لوگ غیاث کے طرفدار تھے۔ اراکین سلطنت اور وزیر مال اور مسند عدالت پر بیٹھ کر مقدمہ فیصل کرنے والے صدر اعلیٰ کا اس زمانے میں طوطی بول رہا تھا۔ بادشاہ کے جان اور بہی خواہ ایسے ہی لوگ تھے۔ غریب رعایا ان کے ہاتھ کا کھلونا تھی۔ سیاہ و سفید کے مالک ایسے ہی لوگ تھے۔

لال چین نے حقیقت میں غیاث کو مٹھی میں کر لیا تھا۔ کیونکہ اس نے غیاث کو امید دلائی تھی کہ وہ اپنی ماہ سیما دختر کو کچھ دنوں بعد شاہی حرم میں دیدے گا۔ لیکن درپردہ وہ شمس کو داماد بنانا چاہتا تھا۔ شمس لاغراندام مگر وجیہہ اور شکیل تھا۔ لطف النسا سے اس کو سچی محبت تھی۔ مگر کام اپنے سے زبردست ہاتھ میں پڑ چکا تھا۔ اس لئے وہ غیاث سے بدظن رہتا ادھر موقع دیکھ کر لال چین اچھی طرح جانتا تھا کہ اپنی بزدلی اور پست ہمتی کی وجہ سے وہ اس کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مگر اس زبوں خیال کا اثر میاں شمس پر پڑنے نہ دیا۔

خوبیاں چھپ سکتی ہیں۔ مگر برائیوں پر پردہ نہیں رہ سکتا۔ اس پر بھی لال چین اس پھیر میں تھا کہ جو لوگ غیاث کے ہوا خواہ نہیں اس کے مخالف ہیں۔ ان سے سازش کر کے اس کو تباہ و برباد کر دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لال چین نے سازش کر کے بہت بڑی جماعت کھڑی کر لی اور بادشاہ کے خون کا پیاسا بن گیا۔ اس جماعت میں بڑے بڑے امرا جو بادشاہ سے خلافت تھے شامل ہو گئے۔ اب کیا تھا سلطنت کی چولیں ڈھیلی کرنے کے لئے جال گھڑ جانے لگے۔

زلف لیلیٰ تابہ کمر پہنچ گئی ہے۔ شب کے بارہ بج گئے ہیں۔ سناٹا چھا رہا ہے۔ ایسے وقت میں ایک دو حملے مکان کی چھت پر دس آدمی بیٹھے کچھ مشورہ کر رہے ہیں۔ یہ مکان شہر کے باہر ریگستان میں بنا ہوا ہے۔ اس میں ایک دالان پرانے ڈھنگ پر بنا ہوا تھا۔ جس میں پتھر کی شہتیر پڑی ہوئی تھی۔ یہ مکان بالکل ویرانے میں تھا۔ اس لئے یہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ تھی۔

Marfat.com

جو لوگ یہاں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ یہ سب اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہیں۔ ان میں شہر کے نامی امراء اور بڑے بڑے مہاجنوں کی شرکت دکھائی دی۔ باہم گفتگو ہو رہی تھی۔ اس اثنا میں دو اور شخص پہنچ گئے انہیں دیکھ کر حاضرین کے لبوں پر مہر خاموشی لگ گئی۔ کچھ دیر بعد ایک شخص نے استفسار کیا۔

حیدر علی! آپ کے ساتھ یہ نئے صاحب کون ہیں۔

حیدر۔ قربان میاں آپ انہیں جانتے نہیں یہ میرے شفیق ہیں۔

قربان۔ آپ جانتے ہیں۔ جتنے اصحاب یہاں تشریف لائے ہیں۔ کس مطلب سے تشریف لائے ہیں اور یہاں کے قواعد بھی آپ پر روشن ہیں۔ پھر آپ انہیں کیوں ساتھ لائے ہیں۔

حیدر۔ یہ صاحب بھی ہمارے خیال ہیں۔ غیر نہیں۔ یہاں کون ہے۔ جو لال چین کو نہیں جانتا اور ہمراہ لانے کا سبب آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

پانی پانی ہی سے ملتا ہے۔ ہوا ہوا کو چھاتی لگاتی ہے آگ آگ کا ساتھ دیتی ہے اور مٹی مٹی میں ملتی ہے۔ یہ خدائی اصول ہے۔

قربان۔ کیا ہم لوگ خواہ مخواہ سمجھ لیں کہ ان کو ہمارے مقاصد سے دلچسپی ہے اور یہ ہمارے کاموں میں مدد دیں گے۔ جناب عالی! یہ صاحب بادشاہ کے مقرب خاص ہیں۔ ناک کا بال ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں غلامی کی زنجیر سے خلاص ہوئے ہیں۔ منصب جاگیر عطا ہوئی ہے اور سننے میں آتا ہے کہ آپ کی نا کتخدا دختر عنقریب ہی شاہی محل کو زینت دینے والی ہیں۔

حیدر۔ درست ہے۔ لیکن گلاب کے نازک دل میں اگر کیڑا دکھائی نہ دے۔ ملائم ملائم دوب کے غالیچے پر کالا ناگ بیٹھا ہو انظر نہ آئے۔ تو کیا مان لیا جائے گا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ پیال کے نیچے کی آگ دیکھی نہیں پڑتی۔

قربان۔ اس قدر بے اطمینانی کا سبب کیا ہے۔

Marfat.com

حیدر۔ کیا یہ بھی عرض کرنا پڑے گا کہ نوکری کی خاصی مزدوری نہ ملنے سے کس کا دل ٹوٹ نہیں جاتا۔ اس مستعدی اس ایمانداری سے کام کرنے پر بھی آج تک ان کی عزت میں بھی ترقی نہیں ہوئی اور آج کل ہمارے عنایت فرما کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ وہ سفلہ پن اور کمینہ پن کا ایک نمونہ ہے۔ کہتے شرم آتی ہے۔ بھلا اب یہاں کیا کسی کی عزت رہ سکتی ہے۔ کسی کی بہو بیٹی کہیں جا سکتی ہے۔ آج تک لوگ سمجھتے تھے کہ سلطان رعیت کا پرورش کرنے والا ماں باپ ہے۔ رعایا کا بہی خواہ ہے۔ رعایا کے آزار کا خیال اس کے دل میں ہے۔ ملک کی بھلائی اور خیر خواہی میں اپنی جان وقف کرنے والا اگر کوئی ہے تو سلطان ہے۔ لیکن جب غور کیا گیا تو ظاہری صورت غلط نکلی اور باطنی حالت دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سب ایک ساتھ بول اٹھے۔

"کیا ہے۔ بات کیا ہے۔ کیا ہم لوگ اسے سن نہیں سکتے۔"

حیدر۔ سب کے سامنے وہ بات کہہ نہیں سکتا۔ لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس قصور کے عوض میں اگر لال چین سلطان کے گلے پر چھری پھیر دیں تو ناموزوں بات نہ ہو گی۔

سب۔ ہم لوگ ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ اس رائے کے ہم سب موافق ہیں۔ ان کے واسطے ہم لوگ کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیں گے۔

بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ قربان علی قطع کلام کر کے بیچ ہی میں بول اٹھا۔

قبل اس کے کہ ہم لوگ ان کی رائے کے پابند ہوں اور جو یہ فرمائیں اسے امنا وصدقنا سمجھیں انہیں ہمارے اصول اور قواعد کی پابندی کرنا پڑے گی۔ ہمارے عہد نامے پر انہیں دستخط کرنا پڑیں گے اور قول دینا ہو گا کہ جو کام ہم لوگ کریں گے اس میں کبھی رکاوٹ نہ ڈالیں گے۔ اور نہ کسی سے ہمارے مشورے کا اظہار کریں گے۔ اگر ایسی پابندیاں انہیں شاق معلوم پڑتی ہوں تو بسم اللہ ابھی سویرا ہے کھسک جائیں۔ مگر کبھی اور کسی کو اس مکان کا پتہ نہ دیں گے اور نہ یہاں کی باتوں کا اظہار کریں گے۔ اس کی قسم کھانا پڑے گی۔

حیدر۔ اس کا جواب میں کیا دوں؟ خود ہی سن رہے ہیں۔ جو مناسب معلوم ہو

Marfat.com

فرمائیں۔

لال چین۔ جناب میں پہلے ہی جانتا تھا اس معاملے میں قسم کھانا پڑے گی۔ عہد نامے پر دستخط کرنا ہوں گے اور میرے مخلص اور باوفا دوست میاں حیدر علی نے قبل ہی سے یہ حالتیں بیان کردی تھیں۔

قربان۔ جب آپ سماعت فرما چکے ہیں تو کہنا عبث ہے۔ خیر آج ہمارا کوئی نہ کوئی جاسوس آپ کے تعاقب میں لگا ہوا آپ کے خیالات کی تھاہ لیتا رہے گا۔
اگر آپ کبھی کسی حالت میں اپنے قول کی پابندی سے گریز کیجئے گا تو وہ آپ کو مار ڈالے گا۔ جب تک آپ کا اعتماد اس پر نہ ہو جائے گا آپ کا اسی طرح تعاقب کیا جائے گا۔

لال چین۔ مجھ سے بدگمان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جملہ امور سوچ سمجھ کر یہاں آیا ہوں۔ کسی نے بہکا کر یا دھوکا دیکر مجھے اپنے پھندے میں نہیں پھنسایا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کے قواعد اور قوانین کا پابند نہ ہوں گا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ میرے ہی لئے موزوں ہے جو تضحیک میری ہوئی اور جو ذلیل برتاؤ میرے ساتھ کیا گیا۔ اس کا عوض خدا چاہے گا تو جان ہتھیلی پر رکھ کر لے لوں گا۔ اچھی طرح جانتا ہوں کہ جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا۔ اس کی مدد خدا بھی نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد ہے کہ بھیک مانگنے سے کوئی کام نہیں نکل سکتا۔ جو ہو گا وہ اپنے زور بازو سے مگر ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا۔ دنیا میں کوئی ایک کے کئے نہیں ہوتا۔ اسی سے میں آپ لوگوں کی جماعت میں شریک ہو گیا ہوں۔ آپ سب حاضرین جس کاغذ پر چاہیں دستخط کرا لیں اور جیسا حلف چاہیں اٹھوا لیں۔ اس کے بعد میں بھی اپنا راز کھول دوں گا۔

سب۔ بہتر۔

قربان علی۔ اپنی تلوار پر ہاتھ رکھ کر قسم کھایئے کہ زندگی موت' رنج و راحت' آفت و مصیبت کے وقت آپ ہمارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ خلف اٹھایئے اور زبان دیجئے کہ چاہے جان پر بن جائے آپ ہم لوگوں کے راز سربستہ کا اظہار کسی پر نہ

Marfat.com

ہونے دیں گے۔

لال چین۔ ایسا ہی ہو گا۔ میں صادق دین کے نام پر حلف اٹھاتا ہوں کہ کسی وقت اور کسی حالت میں اس قول کے خلاف کوئی کارروائی نہ کروں گا۔ اگر کروں تو پروردگار عالم مجھے نار جہنم میں پھینک دے۔

اس کے بعد ایک جعلی کاغذ لال چین کے سامنے رکھا گیا اور کہا گیا کہ دست چپ کی چھوٹی انگلی تراش کر اس کے لہو سے اس کاغذ پر دستخط کر دے۔

لال چین حکم بجا لایا اور ایک ایک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا کہ آج سے ہم آپ یک جاں دو قالب ہو گئے۔ کبھی ایک دوسرے سے انحراف نہ کریں گے۔

جب تک یہ کام ہوتا رہا اور ہوحق ویرانے میں سناٹا سا چھایا رہا۔ سب کے چہروں پر تحمل اور بردباری کے آثار نمایاں تھے۔ کوئی کسی سے کچھ بولتا نہیں تھا۔

بعد اس کارروائی کے سب لوگ اپنی اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ گئے۔

قربان علی ایک بوتل سے سرخ رنگ کا شربت نکال کر دس بارہ جام بھرے اور سب کے روبرو ایک ایک جام رکھ دیا اور کہا۔

"اسے سمجھو ہمارے دشمنوں کا خون ہے۔ اسے نوش جان فرمایئے اور اپنا ارادہ مضبوط کر لیجئے کہ جب تک آپ لوگ اپنے عدد کا خون نہ پی لیں گے یہ پیاس نہ بجھے گی اور نہ چین پڑے گا شربت پی کر سب کے سب ..... زانو توڑ کر بیٹھ گئے اور بارگاہ صمدیت میں دعا کرنے لگے۔ خدا ہمارے ارادوں کو کامیاب کرے۔

ادھر غیاث قصر زرین میں لیٹا ہوا خواب استراحت کا مزا لے رہا تھا۔ مستقبل کے حالات پر پردہ ڈال کر یعنی آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ خدا نے اپنی مخلوق پر کتنی بڑی مہربانی کی ہے۔ اس کا اندازہ کر لینا مشکل ہے۔ اگر انسان مستقبل کی حالت جان سکتا تو ان دنیا کے شعبدوں میں کبھی نہ پھنستا اور نہ کبھی آرام سے سوتا۔ کیونکہ دنیا کا کام امید پر موقوف ہے انسان کو کبھی راحت نصیب نہیں۔ مگر راحت کا طالب ہے تکالیف و مصائب کو برداشت کرتے کرتے سمجھ لیتا ہے۔ اس تکلیف کے بعد راحت ہو گی ادھر غیاث کو تباہ کرنے کی تجاویز پاس ہو رہی ہیں ادھر وہ اس امید میں ہے کہ وہ ماہ وش لطف النسا کو اپنی حرم بنائے گا اور جعد عنبریں کی خوشبو سے مشام جان معرا

Marfat.com

کرے گا۔ دنیا کا یہی حال ہے۔

☆○☆

نواں باب

آج صبح سے لال چین کے مکان میں دھوم ہے۔ دوڑ دھوپ ہو رہی ہے۔ طرح طرح کی چیزیں منگائی جا رہی ہیں۔ باورچی خانے میں لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے تیار ہو رہے ہیں کہیں فرش بچھ رہا ہے۔ کہیں شیشے لٹکائے جا رہے ہیں۔ کہیں کوئی اپنی پٹی و تلوار صاف کر رہا ہے۔ خیمے استادہ ہو رہے ہیں۔ بارگاہیں سجائی جا رہی ہیں۔ قسم قسم کے زریں کوچ اور ڈنگل نکالے جا رہے ہیں۔ گنگا جمنی طشت۔ کٹورے۔ قالین۔ گلاس اور رکابیاں وغیرہ صاف ہو رہی ہیں۔ الماس و نیلم کی کٹوری اور کٹوریوں کی چمک پر آنکھ نہیں ٹھہرتی غرضکہ چاروں طرف ہلچل مچی ہوئی ہے۔ صدر دروازہ پر شہنائی بج رہی ہے۔ نقیب اور ترچی گھوڑوں پر سوار ادھر ادھر گھوم رہے ہیں۔ لال چین کسی اندرونی خوشی سے بہت ہی مسرور ہے۔ کبھی کبھی ادھر ادھر گھوم رہا ہے۔ کبھی کسی کو کچھ حکم دیتا ہے۔ کبھی کسی کچھ حکم دیتا ہے اور کبھی کسی کو کسی کام پر تعینات کر دیتا ہے۔ اندر سے باہر تک دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے۔ چھوٹے بڑے سب اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ کوئی کسی کی سنتا نہیں۔ شہر میں بھی ہر طرف لوگوں کے منہ سے لال چین ہی کا نام سنائی دیتا ہے۔ جہاں دو چار شہر کے باشندے جمع ہوتے ہیں۔ وہیں لال چین کی فیاضی کا چرچا۔ کہیں کوئی تعریف کرتا ہے۔ کوئی مذمت۔ کسی کو اس کی حالت پر حیرت ہوتی ہے۔ کوئی رشک و حسد کی آگ میں دہک اٹھتا ہے۔ کہیں کوئی اس کی خوش قسمتی پر حرف زن ہے۔ عیب جو عیب نکال رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تمام شہر میں لال چین کا نام اچھل رہا ہے۔

لال چین کی تجویز کام کر گئی۔ اس نے غیاث پر قابو جما لیا۔ سلطان اس کے دھوکے میں آ گیا۔ لال چین کے یہاں غیاث کی دعوت ہے۔ بڑے بڑے امراء بھی ہمرکاب ہوں گے۔ طے پا چکا ہے کہ آج غیاث کے محل میں لطف النسا کا ڈولہ جائے

Marfat.com

گا۔ اسی سے لال چین کے مکان پر دھوم دھام مچی ہوئی ہے۔

غیاث سمجھتا تھا کہ وہ ایک لال چین کی طرح طمعی نفس پرستوں کو چھوڑ کر جتنے درباری ہیں۔ سب اس سے خوش ہیں۔ سب میری سلطنت کا استحفاظ اور بہبودی برقرار رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ بات نہ تھی۔ اس سے در پر وہ لوگ خصومت رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے دماغ میں اپنی حقیقت کے ارادوں کا دھواں اس قدر بڑھا ہے کہ وہ آنکھوں کو کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جنہیں کچھ امید کچھ ڈر اور کچھ مروت ہے۔ ہوا پرست اشخاص اس سے متنفر تھے۔ منافق دل میں سلطنت سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ آتش حسد سینوں میں مشتعل تھی۔ کیونکہ ایسے اشخاص کو نیچا دکھانے کی تدبیر کبھی غیاث نے نہیں کی۔ اس لئے ان کی جماعت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ بات یہ ہے کہ فرمانرواؤں کا سچا دوست کوئی نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے تئیں تخت و تاج کا وارث سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ اصلی حقدار کون ہے۔ مگر ہوا و ہوس کے تھپیڑوں میں پڑ کر خواہ مخواہ سلطنت کی بیخکنی کرتے ہیں اور ظاہرا غلام بنے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زیادہ تر جماعت ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا بری جگہ ہے۔ چند روزہ عمر میں بہت سی باتیں پیش آتی ہیں۔ جو اس مشت خاک کو جھوٹی نمائشوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ انسان سے اکثر ایسا جرم ہو جاتا ہے کہ اگر قبولے تو مرنا پڑتا ہے۔ ناچار مکرنا پڑتا ہے۔ کبھی آبلہ فریبی سے کام لیتا ہے اور جاہلوں کو پھنساتا ہے۔ جب رزق کا لقمہ پاتا ہے۔ مکر و دغا کی چاٹ لگ جاتی ہے۔ بہت کم انسان ہوں گے جن میں حوصلہ و استقلال ہوا اور راستی کے راستے میں ہر دم ثابت قدم رہ سکیں خوشامد ایک ایسی چیز ہے جس کی دکان میں آج موتی برس رہے ہیں اس سے زیادہ جھوٹ بولنے والوں کا مرتبہ ہے۔ کون ایسا ہے جو اس کی قید کا زنجیری نہیں۔ ڈرپوک بیچارے ڈر کے مارے خوشامد کرتے ہیں۔ تابعدار امید کے بھوکے آقا کو خوش کرتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ نہ غلام ہیں نہ ڈرپوک ہیں۔ بلکہ یہ باتوں ہی باتوں میں خوش کر دینے کا انہیں شوق ہے۔ غرضکہ ہر طرح کے لوگ دربار میں بادشاہ کے سلام کو حاضر رہتے ہیں جب تک کہ فرمانروا کے

Marfat.com

ہاتھ میں زمام حکومت ہے۔ لوگوں کو سزا و جزا دینے کی قوت ہے۔ تب تک وہ آقا کے تابعدر و اطاعت گزار بنے رہتے ہیں۔ بر تقدیر کہیں اس کے ہاتھ سے زمام حکومت نکل گئی۔ تو لوگ اس کی جان کے گاہک ہو جاتے ہیں اور اسے تباہ و برباد کرنے میں کبھی نہیں چوکتے اور تیسری جماعت کے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو سلطان سے خواہ مخواہ کی عداوت رکھتے ہیں۔ مگر ان کے اندر اتنی جرات نہیں ہوتی کہ اسے کسی طرح ظاہر کر دیں۔ بلکہ عمل میں خلل ڈالنے کی درپردہ تدبیریں سوچا کرتے ہیں اور شکار کی تاک میں لگے رہتے ہیں اور موقع پا کر دبوچ لیتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بادشاہ کا کوئی دوست نہیں سب اپنے مطلب کے آشنا ہیں۔

دیکھتے دیکھتے دن گذر گیا۔ شام ہوئی۔ لیلیٰ شب کا سکہ بیٹھ گیا۔ ظلمت کی کملی بساط دنیا پر پڑ گئی۔ سلطان کی سواری کا وقت آگیا۔ لال چین کا مکان بقعۂ نور بن گیا۔ تمام شوکتوں اور دل آرائیوں کے ساتھ بزم طرب سجا دی گئی۔ ساکنان ملأ اعلیٰ اس بزم طرب کی کیفیت دیکھنے کے لئے ستاروں کی صورت میں عرش اعلیٰ پر جمع ہو گئے۔ زرق برق قندیلوں جھاڑ۔ ہانڈیوں کے انعکاس سے تمام محفل جڑاؤ زیور کی طرح چمک رہی تھی۔ کمخواب کا فرش بچھا ہوا تھا۔ عین وسط میں ایک جواہرات آگین تخت بچھا ہوا تھا۔ دل بادل شامیانے کے ستون مخمل سے منڈھے ہوئے تھے اور چاروں سمتوں پر پھولوں کے کچھے ٹنگے ہوئے تھے۔

شام سے مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ گھر سے باہر تک کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ سواریاں کھا کھم اتر رہی ہیں۔ ڈولیوں۔ پالکیوں کی گویا یہاں دکان لگ گئی۔ عورتیں پالکیوں سے اترتی جاتی ہیں اور چھما چھم کرتی محل سرا میں آ چکی ہیں۔ زمانے میں غوغائیوں کا شور ہے۔ ماما اصیلیں کفن پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی ہیں۔ فلاں بیگم صاحب آئی ہیں۔ کسی سے کہو اتروا لے جائیں۔ باہر امیر امرا اور بڑے بڑے اراکین سلطنت آ کے دیوان خاص میں بیٹھ گئے۔ دیوان خانہ کھچا کھچ بھر گیا۔ اتنے میں سلطان غیاث نے بھی نزول اجلال فرمایا۔ اب کس کی ہمت تھی کہ لال چین کو غلام کہے کون تھا۔ جو اسے تذلیل اور حقارت کی نظر سے دیکھے۔ جس کے مکان پر سلطنت ہند کا فرمانروا جلوہ گستر ہے اس کی خوش قسمتی کی کون تعریف کر سکتا ہے۔ بادشاہ۔ جواہر

Marfat.com

آگین تخت پر جلوہ فرما ہوا۔ لال چین کے اشارے سے دوخواصیں زیور دوں اور بہترین ملبوسات سے مزین جہاں پناہ پر چنور کرنے لگیں۔ کمرے کے اندر فوارے سے گلاب کی بارش ہو رہی تھی اگر اور عنبر کی شمعیں روشن تھیں۔ ناچ شروع ہو گیا ایک ستم کیش برق تمثال اٹھلاتی ہوئی حاضر ہوئی۔ بادشاہ کی تعظیم کو جھکی۔ پھر سارنگی کے لحن پر ایک دلکش چیز چھیڑ دی۔

لال چین ایک ایک امیر امرا سے اور درباریوں سے ملتا ہوا اور سب کو تعظیم و تکریم سے بٹھاتا سب کا استقبال کرتا تھا۔ کبھی کسی کو پان اور کبھی الائچی دیتا۔ کبھی عطر اور گلاب چھڑکتا۔ کسی کی مزاج پرسی کرتا۔ کسی کے گلے میں ہار ڈالتا۔ غرضکہ ہر ایک اس کی شرافت اور اخلاق سے خوش ہو گیا۔ شاہی عنائتیں دیکھ کر ہر ایک کے دل میں لال چین کی قدر و منزلت بڑھ گئی کتنے ایسے تھے۔ جو اسے غلام سمجھ کر بات کرنا عار سمجھتے تھے۔ آج اس سے ہاتھ ملا رہے ہیں۔ حاضرین میں کانا پھوسیاں ہو رہی ہیں کوئی اسکی خوش قسمتی کی تعریف کرتا۔ بعضے اس حالت میں بھی اس کی مزمت کرتے اور ہنسی اڑاتے تھے کوئی کہتا تھا کہ بادشاہ شہوانی جذبات میں اندھا ہو گیا ہے۔ غلام کے گھر میں کھانا کھائے اور اس سے رشتہ جوڑے گا۔ بعض اس کی لسانی دیکھ کر دنگ ہو جاتے تھے جب تمام محفل ناچ رنگ میں محو ہو گئی تو لال چین وہاں سے کھسک آیا۔

ہائے غلط نما سرور میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ دم بھر میں کیا ہونے والا ہے۔ یہاں جو لوگ محفل طرب میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کیا جانتے تھے کہ ان کے آگے کیا پیش ہونے والا ہے۔

لال چین کی بلند نظری دیکھ کر غیاث نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک امیر سے کہا۔

جب تک اسنجانب لال چین کو محض غلام تصور کرتے تھے لیکن اس کی شان و شوکت اور پاک نہادی دیکھ کر عقل چکر میں ہے۔ مابدولت کو اس بات سے نہایت مسرت ہے کہ ہم اپنے وفادار غلام کو اس معراج پر دیکھتے ہیں ان کی محبت ہمارے دل میں جاگزین ہے۔ دیکھو ہماری دعوت میں اس نے کیسا بہترین انتظام کیا کہ دل خوش ہو گیا۔

Marfat.com

امیر۔ پیر و مرشد کا فرمانا بجا ہے۔ ہم لوگ مدت سے جانتے تھے۔ کہ لال چین شرافت و نجابت کا پتلا ہے اور کثیر دولت کا مالک ہے۔ حضرت فردوس آشیانی کے زمانے سے اس نے بہت بڑی دولت پیدا کرلی آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ آج اس کی کمائی ٹھکانے لگی۔ اس کا مکان حضور کی خاک پا سے پاک ہو گیا۔ اس کا طالع سکندر ہوا۔

غیاث۔ افسوس مابدولت نے اسے ہمیشہ نیچی نگاہ سے دیکھا۔ اس کی عزت نہیں کی۔ اس کی ہمیں بہت بڑی شرم ہے جب اس کا صبر اور نمک حلالی یاد آتی ہے تو شرمندگی سے گردن نیچی کر لینا پڑتی ہے جب انیجانب اس کے مستقبل پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا خطر اس کی ترقی باغ سدا بہار نظر آتا ہے۔

امیر۔ اس مملکت میں ایسا کوئی فرد بشر نہیں جو حضور کی نیک نہادی اور مراحم خسروانی کا بندہ بن گیا ہو یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ جو امن و عافیت اس حکومت میں آپ کی رعایا کو حاصل ہے ویسا کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے۔ تاہم یہ بات نہایت باعث مسرت ہے کہ سرکار عالیہ ایک غلام کو غلامی سے آزاد کیا چاہتی ہے کہ سرکار اس کی کفیل ہوئی ہے۔ ہم لوگوں کو امید ہے کہ وہ جس سے ایسا فیاضی کا سلوک کیا گیا ہے۔ بہت خوش ہو گا کون ایسا ہے جس کی بہبودی اور ترقی نہیں ہوئی۔ بار بار کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ عنقریب دیکھ لیں گے ملوک رنج و غم کا نام ہی بھول جائیں گے۔ رعایا پر حضور اقدس کی ایسی مہربانیاں ہیں ۔ جسے دیکھو بشاش اور خنداں نظر آتا کسی کو کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت نہیں۔

غیاث۔ تنہا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سب صاحب بھی اولو العزمی اور بلند ہمتی سے کام لیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہم کو خوشی اس بات کی ہے کہ آپ سب متفق ہو کر ہماری سلطنت کا کیا خوب انتظام کر رہے ہیں کہ کوئی شاکی نظر نہیں آتا۔

امیر۔ جب آپ کی طرح خیر اندیش والی ملک ہو تو رعایا کیوں نہ فارغ البال رہے۔ اب میاں لال چین کو ملبوس خاص کا خلعت عطا کرنے میں تاخیر نہ ہونا چاہیے۔

Marfat.com

غیاث۔ ہماری رائے بھی یہی ہے۔

اتنے میں ایک رنڈی نے سارنگی کے لحن پر ایسا نغمہ چھیڑا کہ سب کا دل و لکش تان پر کھچ گیا۔ لوگ وجد کی حالت میں ہو گئے۔

دسواں باب

ایک خوبصورت سے حجرے میں لال چین تنہا کھڑا ہے حجرہ بہت تنگ ہے۔ یہاں وہ شان و شوکت نہیں جو آپ دیوان خاص میں ملا خطہ کر چکے ہیں۔ بالکل سنسان ہے وہ غل و شور نہیں۔ سناٹا برس رہا ہے۔ محفل نشاط سے نکل کر لال چین یہاں کیوں آیا چہرہ افسردہ کیوں ہو رہا ہے اوہام وساوس کے آثار کیوں پائے جاتے ہیں اس خلوت خانے میں تنہا کھڑا کیا کر رہا ہے۔؟

خدا نے انسان کو روحانی طاقت دے کر اپنی کریمی کا بہت بڑا پتہ دیا ہے۔ روح نفس پر حکومت کرتی ہے۔ نفس کی آنکس ہے جب تک انسان پورے طور پر نفس کو زیر نہیں کر لیتا یہ نیک اور برے فعلوں میں تمیز کراتی ہے بد راہ میں قدم رکھنے سے روکتی ہے بد زاہی میں قدم اٹھاتے ہی خود بخود کلیجہ دھڑک اٹھتا ہے۔ جسم میں رعشہ آ جاتا ہے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کانوں میں روحانی طاقت بار بار ٹھوکا دیتی ہے خبر دار یہ راستہ خطرناک ہے۔ اس میں قدم رکھنا مناسب نہیں۔ مگر جب روح کے پے در پے منع کرنے پر بھی ہم اس کی سماعت نہیں کرتے۔ بار بار بد کام کے کرنے سے جب ہمارا دل پتھر ہو جاتا ہے۔ کانوں کی جھلی موٹی پڑ جاتی ہے اور اس میں روح کی پند و نصیحت سننے کا اثر نہیں پڑتا۔ تب وہ بھی خاموش ہو جاتی ہے لیکن برے کاموں کو دیکھ کر کبھی کبھی نفس بھی جاگ اٹھتا ہے۔ طرح طرح کی اذیتیں اٹھا اٹھا کر توبہ کرنے لگتا ہے۔ نفس ایک قسم کا دیو زاد ہے۔ ہر وقت بہروپ بدلے ساتھ رہتا ہے اور نئے سانگ بھر آتا ہے۔ وضع اس کی گھبرائی معلوم ہوتی ہے دنیا کی ہوا و ہوس کے رسالے اس کے ساتھ ہیں اور چونکہ یہ ان کی مدد کا محتاج ہے۔ اس لیے یہ لالچ کا مارا کمزور تابعداروں کی طرح ان کا حکم مانتا ہے۔ ساری حرکتیں اس کی بے معنی ہیں۔ کیونکہ اس میں استقلال نہیں اپنی شعبدہ بازی اور نیرنگ سازی سے فتحیاب تو جلد ہی ہو جاتا ہے مگر تھم نہیں سکتا۔ ہوا و ہوس اس کے یار وفا دار ہیں۔ اگر کچھ سنبھالے رہتے

Marfat.com

ہیں۔ تو یہی سنبھالے رہتے ہیں۔

ہوا و ہوس کے چکر میں پھنسے ہوئے لال چین کے دل میں کھلبلی مچ گئی۔ روح کو تکلیف دینے کی اس میں طاقت نہ تھی۔ فروتنی اور انکساری اس کے سینے میں جاگ اٹھی۔ فرض نے اپنی جانب کھینچا۔ روح نیک و بد کی تمیز کرانے لگی اس سے سوچا کیوں ہوا و ہوس میں اندھا ہوا جاتا ہوں۔ لال چین کے خیال بدل گئے۔ وہ سرشت کا ماہر بن گیا۔ وہ سوچتا ہے۔ آدمی اپنے سب کے ساتھ محبت کر کے وہ اپنی ذات میں اس وقت ان صفات کا یقین کرتا ہے نفس بہت بری بلا انسان کے ساتھ ہے۔ اسی سے انسان دھوکا کھا جاتا ہے۔ بادشاہ کے ساتھ دغا کرنا مذموم فعل ہے۔ یہ نمک حرامی اچھی نہیں۔ خدا کے سامنے جانا ہے کیا منہ لے کر جواب دوں گا۔ جب وہ مسند عدالت پر بیٹھے گا۔

دیر تک لال چین خوبصورت حجرے میں ٹہلتا ٹہلتا اسی طرح کے خیالات میں پراگندہ تھا جب وہ اپنے کو سنبھال نہ سکا وفعتہ" تیز آواز سے بڑ بڑانے لگا۔ نہیں نہیں یہ کام مجھ سے نہ ہو گا۔ ایمان ہی سب کچھ ہے۔ چند روزہ زیست کے لیے اتنا بڑا بکھیڑا کیوں کروں۔ ایمان سب مشکل حل کر دے گا۔ مگر بڑی مشکل سے اس تک رسائی ہوتی ہے۔ اس راہ میں اول تو ایک مصیبت کا بڑا لق و دق میدان ہے۔ جہاں سوائے آنکھ کے پانی کے پینے کے کچھ بھی نہیں مان لیا جائے میں بادشاہ کا کام تمام کر دوں گا اور مجھے ہند کی حکومت مل جائے گی۔ اس سے سوائے بدنامی اٹھانے کے اور فائدہ کیا ہے۔

کھانے کو پیٹ بھر اب بھی ملتا ہے تب بھی نہ ملے گا۔ کپڑا اب بھی پہنتا ہوں تب بھی پہنوں گا۔ لال چین ! خبردار اس آگ میں قدم نہ رکھنا۔ فرض کرو اس دنیا میں کچھ بکھیڑا نہیں ہو گا۔ مگر عقبٰی میں رو سیاہ ضرور ہوں ۔ میں نے دیکھا ہے ایسے کاموں میں انصاف یہاں بھی ہوتا ہے۔ بد فعلوں کا نتیجہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ جس چھری سے ہم لوگ دو سروں کا گلا کاٹتے ہیں۔ اگر وہ ہم لوگوں کی گردن پر نہ پڑتا تو مضائقہ نہ تھا۔ لال چین تجھ میں بڑی بھاری جہالت ہے۔ تو احمق ہے تمیز نہیں دیکھ نیکی نما تعصب علم نما نادانی چھوٹا زہد۔ جھوٹی شیخی جاہلانہ تقریر عامیانہ غلامی ضرر انگیز

Marfat.com

حرارت ہیں۔ جن کا پیر تو ہمیشہ تذلیل کی کیچڑ میں لت پت رہتا ہے۔ دیکھ تجھے گناہ عظیم کا خمیازہ برداشت کرنا پڑے گا۔ قدرت کے قوانین میں کیوں رخنہ ڈالتا ہے دستور ہے" چاہ کن راچاہ درپیش۔ جو زہر گھولتا ہے اسے خود پینا پڑتا ہے جو سانپ پالتا ہے۔ وہ سانپ کے کاٹے سے مرتا ہے اگر میں دھوکہ دوں تو اس کا عذاب میرے سر چڑھے گا اول تو میں غیاث الدین کا غلام ہوں۔ دویم اس کی رعایا۔ دونوں طرح سے اس بدفعلی کا خوگر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ سلطان میرا مہمان ہے کیا مہمان کے ساتھ دغا کی جائے میرا فرض ہے کہ سلطان کے بد اندیش کو جو چھری لیے آ رہا ہے۔ اسے گھر میں گھسنے نہ دوں۔ جہاں تک ہو سکے سلطان کی جان بچاؤں۔ بلکہ میں خود ہی اس ناشدنی کا کام تمام کر دوں۔ اسی میں بہتری ہے۔

اف کیا زبوں فعل سے بڑھ کر دوسرا گناہ نہیں۔ علاوہ برایں بادشاہ کی اس نیک نفس ہے سب ہی اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس میں مطمئن رہتے ہیں۔ چاروں طرف امن چھایا ہوا ہے۔ رعایا اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے۔ اس کی عدل گستری کی تمام ملک میں دھوم مچی ہوئی ہے اگر اس کا خون کر ڈالا گیا۔ تو میری سخت خواری ہو گی جن عذاب کی مجھ میں برداشت نہیں وہ جھیلنا پڑیں گے۔ چاروں اطراف میں اس ناروا فعل کا غوغا مچ جائے گا۔ لوگ میرے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ جو سنے گا بے چین ہو جائے گا۔ او ہوس! تو کس درخت کی ٹہنی اور کس درخت کا پودا ہے تیرے ہر پھول کا رنگ جدا ہے۔ اور تیرے ہر پھل میں ایک نیا مزا ہے کبھی تو ایک ساحر فسوں ساز ہے جس کا سحر لاعلاج اور جس کا جادو بے اتار۔ کبھی تو ایک افعی جانگداز ہے جس کے کاٹے کا منتر نہیں۔ کہیں تو نرم باتوں سے دلوں کا شکار کر لیتی ہے۔ اور کہیں اپنی تیزی سے سینوں کو نگار کرتی ہے دشمن کو دوست بنانا اور دوست کو دشمن کر دکھانا تیرا ایک کھیل ہے جس کے تماشے اتنی عمر میں سینکڑوں دیکھ ڈالے اور ہزاروں دیکھنے باقی ہیں۔ روتے کو ہنسایا اور ہنستے کو رلانا۔ روٹھے کو منانا تیرا شعار ہے۔ تو بڑی خود مطلب ہے۔ بس کی پڑیا ہے تو حنظل ہے تو زہر ہے۔ خدا تجھ سے بچائے۔ تو ہی انسان کو قعر جہنم میں جھونک دیتی ہے۔ ہائے میں نے کیوں اس کام میں ہاتھ ڈالا۔ کیوں بیٹھے بٹھائے مصیبت مول لے لی اس دن لطف النسا کو پائیں باغ میں

Marfat.com

بھیجنا اچھا نہیں ہوا۔ اب کون سی سبیل ہے جس سے بچ سکوں۔ غیاث میری ناشدنی حرکتیں سنے گا تو کیا کہے گا کیونکر اس سے پیچھا چھڑاؤں اس میں اس کی خطا ہی کیا ہے۔ جملہ خرابیوں کی جڑ تو میں ہی ہوں کیا مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ لطف النساء کا جمال۔ دیکھ کر سلطان مقتول ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا دیکھتا ہوں اب میرا گذر ہونا مشکل ہے میری بہت بڑی خرابی ہے ضرور جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ تعجب نہیں سولی پر دھر دیا جاؤں۔

لال چین اسی کشمکش میں تھا۔ اس کی زوجہ وہاں آ پہنچی لال چین کو تنہا دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

"آپ یہاں تنہا کیا کر رہے ہیں۔"

لال چین۔ ہیں ہیں۔ کیا خبر ہے کیوں نہ آئی۔

کلثوم۔ لوگوں کو چھوڑ کر آپ یہاں کیوں چلے آئے

لال چین۔ کیا میری تلاش ہو رہی ہے۔

کلثوم ضرور ہوتی ہو گی۔

لال چین۔ اب مجھ سے یہ کام نہیں ہو گا اس راستہ پر ہرگز قدم نہیں اٹھاؤں گا اس دربار سے مجھے کیا کچھ نہیں ملا۔ اسی خاندان سے میری پرورش ہوئی۔ اور اتنی دولت کا مالک بن گیا۔ میں احسان فراموش بننا نہیں چاہتا۔ تمام حکومت غیاث کی نیک شعاری کی موصف ہے۔ اس کی عدل گستری کے راگ گائے جا رہے ہیں۔ ایسے ہر دلعزیز بادشاہ کو غارت کرنا میں نہیں چاہتا۔ میرا نفس اس زبوں فعل کو منع کر رہا ہے۔

کلثوم۔ اف اوہ میں دیکھتی ہوں آپ بہت بڑے تائب بن گئے۔ زمین و آسمان کا فرق نظر آنے لگا۔ کہاں تو آپ بادشاہ سے ناراض تھے۔ اور کہاں اس کے خیر خواہ بن گئے۔ کیا پہلے آپ کو یہ نہ سوجھی تھی۔ کیوں بادشاہ سے الجھ بیٹھے۔ میرے منصب میں ترقی ہو گردن سے غلامی کا طوق اوتار لیجئے کسی جلیل عہدے پر ممتاز کیا جاؤں بادشاہ نے خشک جواب دیا اور آپ اس کے دشمن جان بن گئے۔ پہلا مطلب تمہارا کیا ہوا۔

Marfat.com

اب تم اس ارادے سے کیوں ڈرتے ہو۔ اپنے سر پڑے ہوئے کام سے ہاتھ کیوں کھینچ رہے ہو۔ اہاہا۔ تمہاری محبت کا پتہ مجھے لگ گیا۔ دختر کے ساتھ محبت کی تھاہ مل گئی۔ میاں اپنی خواہش کے پورے کرنے میں کیوں خائف ہو۔ کیوں غلامی کی زنجیر سے آزاد ہونا پسند نہیں کرتے کیوں اعلی منصب لینے کی جرات جاتی رہی۔ کیوں اپنی عزت خاک میں ملانا چاہتے ہو۔ بد عہدی اچھی نہیں تم آدمی نہیں جانور ہو۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں تو نام کے آدمی تمہارے دل میں نہیں اور زبان پر ہاں۔ سبحان اللہ تمہاری باتیں بڑی معقول ہیں۔ خدا کے لیے دل کو مضبوط کرو۔ بیم و ہراس پاس بھٹکنے نہ پائیں۔ پھر دیکھو یہ مشکل کام کس خوبصورتی سے انجام پاتا ہے۔

لال چین۔ صبر کر۔ دل کو تقویت دے اور اس طرح مجھے نہ کوس۔ فتنہ ساز کمینوں کے فریبی جال سے بچنے ہی میں انسانیت ہے ایسے لوگ خون کی سرخ چادریں اوڑھ اوڑھ کر عدم آباد کو روانہ ہوتے ہیں

کلثوم۔ پھر کس جانور نے میرے سامنے مشکل سے مشکل کام کو بھی کر لینے کا عہد کیا کیا تم نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ بادشاہ مجھے غلامی کی زنجیر سے آزاد کرنا نہیں چاہتا اس کے دماغ میں دو دنخوت بھرا ہوا ہے۔ اسے میں نکال کر چھوڑوں گا جب انسان اپنی ترقی چاہتا ہے تو اسے عقل و تمیز درکار ہے۔ جو کہہ دیتا ہے کر گزرتا ہے پس افعال ارادی اور جذبات نفسانی سے کام لو۔ وقت کو عزیز سمجھو اور جو تہیہ کیا ہے۔ کر گذرو۔ جب وقت نہ تھا۔ ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے کچھ زور نہ تھا تب تو ہمت نہ ہاری اور اس کام کو انجام دینے کا مستحکم ارادہ کر لیا اب وقت آ گیا لگے بغلیں جھانکنے۔ جو قوت ارادی سے کام نہیں لیتا۔ جو موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے وہ اپاہج ہے اس کے ہاتھوں میں سکت نہیں۔ وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ کتے کی طرح پیٹ پالتا ہے۔ بزدل سمجھا جاتا ہے۔ دیکھو میں نے بچے کو دودھ پلایا ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ ماں کی محبت بچے کے ساتھ کیسی زبردست ہوتی ہے حالانکہ دودھ پلاتے وقت جب بچہ میری گود میں بار بار میری طرف دیکھ کر پوپلے منہ سے ہنس رہا ہے۔ اس وقت بھی اس کے پوپلے منہ سے کچ کو نکال کر اور اسے جلدی سے چھوڑ کر اپنا کام کرنے لگ

Marfat.com

جاتی ہوں اور اس کی چوٹ ووٹ یا رونے دھونے پر خیال نہیں کرتی میں ایسا قول کروں اور پھر منحرف ہو جاؤں تو میں اپنے تئیں انسان نہ سمجھوں تم تو ماشاء اللہ مرد ہو مرد ہو کر خائف ہوئے جاتے ہو تم سے عورت اچھی۔

لال چین۔ اگر کام کروں اور نتیجہ بر عکس نکلے یعنی دھر لیا جاؤں تو کیا ہو گا۔ کیا میرے بجائے پھانسی پر لٹک جائیگی۔

کلثوم۔ حوصلہ کرو ہمت دکھاؤ کبھی کام چوپٹ نہ ہو گا۔ جاؤ سب کو کھلاؤ پلاؤ۔ شراب پلا کر بیہوش کرو جب سب انثا غفیل ہو جائیں۔ تن بدن کا ہوش نہ رہے مردے کی مانند سر ڈالے پڑے ہوں۔ اس وقت کون ایسا کام ہے۔ جسے تم نہیں کر سکتے۔

لال چین۔ میری غمگسار بیوی تو مبارک ہے۔ تیری بات قابل تسلیم ہے اپنے عہد کی تکمیل کروں گا۔ دل کی کمزوری جاتی رہی۔ میری زہر آلودہ تلوار کئی حصہ دراز ہو گئی۔

کلثوم۔ اوہ غم نہیں تیری تلوار کے مقابلے میں بادشاہ کی کچھ چل نہیں سکتی۔ ہاں ہمت شرط ہے حوصلے کے آگے پتھر جیسے سخت کام موم ہو جاتے ہیں۔

لال چین۔ ایسا ہی ہو گا۔ اتنے میں ایک خواجہ سرا نے کہا۔ آپ کا انتظار ہو رہا ہے کھانا تیار ہے سب راہ دیکھ رہے ہیں۔

لاج چین باہر گیا۔ اور بادشاہ کے آگے سر ادب خم کر کے انکساری کے ساتھ بولا۔

" اے بادشاہ عالی د د مان۔ اے دستگیر بے کساں۔ باغ وطن کے باغبان تو پھولتا پھلتا رہے"

پھر کھانے کی ٹھنی۔ ایک سجے سجائے دلاان میں دستر خواں بچھ گیا۔ خوان نعمت کے تھال آنے لگے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے۔ طلائی نقرئی رکابیاں رکھی گئیں۔ طشت اور کٹوروں کا بازار سا لگ گیا۔ بنت عنب کی جلوہ گری ہوئی۔ لال پری تھرکنے لگی۔ جام بھر بھر کے دیئے جانے لگے۔ نشہ و سرور کے دور سے آنکھوں میں پڑ گئے۔

Marfat.com

بادشاہ وجد کی حالت میں تھا۔ جھوم کر یہ شعر زباں پر لایا۔

زاہد کو ملے گی بعد مردن جنت
رندوں کو بہشت زندگانی میں

درباری۔

کہاں ہے جام مئے لالہ فام ہاتھوں میں
سمندر عیش کی یہ ہے لگام ہاتھوں میں
ہوا ہے ناچ کا واللہ کانچ پر بھی اثر
بھرا شراب تھرکتا ہے جام ہاتھوں میں

حضور۔ ہمارے دھوکے کا پوڈر پھیل گیا۔ فریب کا فقرہ چل گیا۔

بادشاہ۔ کیا کوئی کبوتری پھندے میں پھنسی۔

درباری۔ جی ہاں وہی لطف النسا لال چین کی بیٹی۔

بادشاہ۔ اچھا آنے دو خیر۔ ٹھرو کھانے سے فراغت کر کے اس کی پری پیکر کا ناچ دیکھیں گے۔

---------☆○☆---------

گیارھواں باب

کھانا تناول کرنے کے بعد غیاث الدین اپنے ہم نشینوں کے ساتھ اس بار گاہ میں آیا جہاں رقص و سرور کی محفل گرم تھی۔ شراب رنگ جما چکی تھی۔ شعر خوانی ہونے لگی لگے بے تکی اڑانے ایک ہم نشین شراب کے کیف سے سرشار ہو کر بولا۔

رنگ پر آج رنگ بوستان چاروں طرف
آج بیڈھب ہے ہجوم عاشقاں چاروں طرف

دوسرے نے جواب دیا۔

Marfat.com

بڑھ گئی ہیں جوش میں مستیاں چاروں طرف
جم رہا ہے شوق بزم دوستاں چاروں طرف

تیسرا۔ عیش و عشرت کے لیے سامان ہر اک موجود ہے دخل کیا غیروں کو یاں ہیں پاسبان چاروں طرف

چوتھا۔ واہ واہ کیا کہنا۔

میں نہ بھولوں گا کبھی ویسے مزے بیداد کے
او ستم ایجاد میں صدقے تری ایجاد کے

پانچواں۔

ہائے کیا غفلت تھی وہ بھی گھڑی مانند دل
آ گئے بے ساختہ قابو میں ہم صیاد کے

پہلا۔

ہم شہیدان وفا کا دین و ایمان اور ہے
سجدے کرتے ہیں ہمیشہ پاؤں پر جلاد کے

دوسرا۔

ہنسو ہنسو! نوجوانو زور زور سے ہنسو۔ دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ اتنے گناہ کرو کہ دفتر گناہ بھر جائے۔

موت کا پھندا بچھا ہے۔ در پہ پھنسنے کے لیے
صرف ایک گھنٹہ باقی سب کے پھنسنے کے لیے۔

شعر پڑھتے پڑھتے سب غافل بچیر خاموش ہو گئے۔ موقع دیکھ کر لال چین نے غیاث سے کہا۔ حضور دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیں۔

لوگوں نے سمجھا غیاث لطف النساء سے ملنے جا رہا ہے کیونکہ لال چین نے اسی لیے دعوت کی تھی ادھر غیاث کو معشوق پری پیکر لطف النساء ملنے کی چاہ تھی۔ غیاث سمجھتا تھا۔ کہ سیمیں عذار معشوقہ سے بغل گرم کروں گا۔

Marfat.com

لب لعلیں کے بوسے لوں گا۔ مشتاق نگاہ ایک عروس سرمایہ ناز سیر مست خوبی سراپا انداز وخست چار وہ سالہ کی تلاش ہی میں بھی کیف شراب میں تن بدن کی خبر کسے۔ ذوق مستی میں جھومتا جھامتا وہاں سے اٹھا۔ پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ لال چین کے شانے پر ہاتھ رکھے چل کھڑا ہوا۔

افسوس لال چین تم پر ایسی جہالت چھا گئی۔ عالی خیال بن کر تجھ میں نکما پن آگیا۔ نمک شناس بنکر پھر کور نمک بنا جاتا ہے۔ غلام کی فرض ادائی کیا اس طرح ہوتی ہے کیا ایمان سے گمراہ ہوا جاتا ہے کلثوم کے کہنے سے اس ذلیل کام میں کیوں ہاتھ ڈالتا ہے۔ بے گناہ کا انجام ہمیشہ خراب ہوتا ہے اس سے رنج پہونچتے ہیں۔ تو نہایت خوار اور ذلیل ہو گا۔ وقت ہے۔ اب بھی ہوش کی دوا کر اف غضب یہ کیا۔ لال چین تو غیاث کو لیے ہوئے ایک سنسان کمرے میں پہونچ گیا اور چھوٹی سی مسند پر بٹھا کر یہ کہتا ہوا باہر نکلا۔ حضور تشریف رکھیں وہ ابھی آتی ہے۔

ناظرین! آج لطف النساء یہاں نہیں ہے۔ اسے اس معاملہ کا پتہ بھی نہیں کلثوم نے اسے مکان سے کہیں اور بھیج دیا ہے وہ جانتی تھی کہ لطف النساء کا نازک اور ملائم دل لال چین کی سنگدلی اور بیدردی کی تاب نہ لا سکے گا۔

پانچ منٹ کے بعد لال چین دو حبشیوں کے ساتھ آیا ایک کے ہاتھ میں انگیٹھی تھی۔ کوئلے دہک رہے تھے۔ دوسرے کے ہاتھ میں نوکدار سیخیں تھیں۔ ان خونخوار شکلوں کو دیکھتے ہی غیاث کے ہوش اڑ گئے۔ نشہ کرکرا ہو گیا۔ گھڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا

لال چین یہ کیا ہے؟

لال چین۔

کچھ نہیں اپنے اعمال کا نتیجہ انسان آپ اٹھاتا ہے جن آنکھوں سے تم نے میری دختر لطف النساء کو دیکھا ہے اب وہ اپنی جگہ پر نہیں رہ سکتیں۔

غیاث الدین۔

تھرا اٹھا سمجھ گیا کچھ دم کا مہمان ہوں یہ ظالم زندہ نہ چھوڑے گا سہم کر بزدلانہ لہجہ میں بولا میاں لال چین! میں تو تمہارے نئے طریقوں کو دیکھ کر شش وپنج میں پڑ گیا۔

Marfat.com

آنکھیں پھوڑنے آئے ہو تمہارے ساتھ جو کچھ بھلائیاں کیں ہیں ان کا معاوضہ کیا یہی ہے۔

لال چین۔

بھلائیوں کا نام مت لیجئے۔ اب سنبھل جایئے (خونخوار حبشیوں سے) تم لوگ اپنا کام کرو۔

حبشی سیخیں گرم کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر غیاث کے اور ہوش پراگندہ ہو گئے۔ تمام جسم میں بجلی دوڑ گئی۔ منہ سے آہ سرد نکلنے لگی۔ لگا خوشامد کرنے۔

آہ! لال چین مجھے سنبھالو۔ تمہاری خوفناک بات چیت سن کر پاؤں کے نیچے سے زمین نکلی جاتی ہے کسی طرح میری جان بچاؤ۔ تیری خواہش پوری کر دوں گا۔ اور تیرے حکم پر چلوں گا۔

لال چین۔

اب آپ سے مجھے کہنا اور نہ کچھ طلب کرنا ہے آخر وقت آنکھیں پھاڑ کر دیکھ لیجئے۔ ورنہ ہمیشہ کے لیے دنیا اندھیری ہو جائے گی۔

غیاث۔

یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں بادشاہ ہوا اور تمہارا آقا ہوا بخت ہند کا شہنشاہ ہوا۔ ہائے اگر میں ایک معمولی انسان رہتا تو مجھے آج یہ دن نہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ آہ میرا خون کس سنگدلی سے بہایا جائے گا۔

لال چین۔

زیادہ بکواس کیوں کرتے ہو جانتے نہیں جو جیسا کرتا ہے ویسا خمیازہ اٹھاتا ہے۔

غیاث۔

یہ مقولہ کیا تمہارے لیے نہیں۔ کیا تم اس سے بری الذمہ ہو۔ یہ جانتے ہو پھر مجھے کیوں ستاتے ہو لال چین نے سوچا اگر میں اس سے بحث کروں گا تو یہ مجھے معقول کر دے گا اور میرے سنگدلی میں بٹہ لگ جائے گا مجھے رحم کرنا پڑے گا۔ اس لیے یہ کام جلدی کر ڈالنا چاہیے۔ بے رحم لال چین نے غیاث کی باتوں پر کچھ توجہ نہ کی اور

Marfat.com

حبشیوں سے کہا۔
کیوں رے دیر کیوں کر رہے ہو۔؟

غیاث۔
لال چین رحم کرو۔ کہو تو سلطنت سے بھی دست بردار ہو کر کسی طرف نکل جاؤں جب آنکھیں ہی نہیں تو سلطنت کس کام کی۔ انشاء اللہ آج سے تمہاری دختر کا نام بھی زبان پر نہیں آئے گا ہاں اسے دیکھا ضرور ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ خود اسے تلاش کرنے نہیں گیا تھا۔ حسن اتفاق سے نظر پڑ گئی۔

بادشاہ کی باتوں سے لال چین کی نیت میں خامی آتی جاتی تھی۔ دل میں سوچا۔ اوہ اس کی باتیں مجھ پر قابو کیے لیتی ہیں۔ ان کا اثر دل پر پڑ رہا ہے۔ دیر کرنے سے ہو سکتا ہے کہ میرا حوصلہ پست ہو جائے۔ ابھی تو کچھ کرنا ہے۔ لال چین نے پھر جلادوں سے کہا۔

"بے ایمانو کیا کر رہے ہو۔ جلد سیخ گرم کر کے لے آؤ

غیاث۔
کیا سیخوں سے آنکھیں نکال ہی لے گا۔

لال چین۔
ہاں میں نے عہد کر لیا ہے۔ نکالنا ہی پڑیں گی۔ قسم کھا چکا ہوں۔ قول سے ٹل نہیں سکتا۔ گرم گرم سیخوں سے آنکھیں ضرور نکالوں گا۔

غیاث۔
ان لال لال سیخوں سے جو آگ کی طرح دہک رہی ہیں۔ تیری کیا مجال جانتا نہیں میرے آنسو کے پانی سے اس کی آگ سرد ہو جائے گی۔ ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ کیونکہ لوہا بھی جانتا ہے میں بے قصور ہوں کوئی جرم نہیں کیا۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے لوہے میں زنگ لگ جائے گا۔ مجھ بے قصور کے ستانے کے لیے انہوں نے اپنے تئیں جلا دیا۔ کیا تیرا دل آہن ہے زیادہ سخت ہے اتنے دن تک تو نے میرا نمک کھایا۔ لال چین! اگر آسمانی فرشتہ بھی آ کر کہتا کہ وفادار غلام لال چین تیری خرابی کے در پے ہے

Marfat.com

تو واللہ مجھے یقین نہیں آتا بجز تمہارے دوسرے پر مجھے اعتماد نہیں۔ تو میرا دیرینہ غمخوار ہے۔ میرے حال پر ضرور ترس آئے گا۔ ممکن نہیں کوئی میری آنکھیں نکال سکتا ہو۔ یا نکال سکے۔

لال چین۔

آپ یوں نہیں مانیں گے ٹیں ٹین کیے جائیں گے۔ کوئی ہے۔

ساتھ ایک بھیانک شکل حبشی قابض ارواح کی صورت بنا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی خونخوار صورت دیکھ کر غیاث مبہوث ہو گیا۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے بدحواس سا ادھر ادھر دیکھنے لگا منہ پھیر کر جواب دیا جس طرح چاہے پیش آؤ مگر اس ظالم کو یہاں نہ ٹھہرنے دو۔

لال چین۔

اچھا تو جا سکتا ہے۔

وہ ایسے کاموں سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ کہتا ہوا جلد وہاں سے چلتا ہوا۔

غیاث۔

دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے ایک غمگسار کو یہاں سے ہٹا دیا۔ مہیب شکل ہونے سے بھی اس کے دل میں درد ہے اسے بلا لو اس کی صحبت سے تمہارا سخت دل بھی موم ہو گیا۔ رحم کا چشمہ ابل پڑا

لال چین۔

اب تیار ہو جاؤ۔ خدا کی یاد کر لو۔ وہ ضرور تمہیں صبر دے گا۔

غیاث۔

خدا کا نام کیوں لیتے ہو؟ لال چین کیا اب کوئی سبیل نہیں۔

لال چین۔

نہیں کسی سبیل سے اب تم اپنی آنکھیں نہیں بچا سکتے۔

غیاث۔

Marfat.com

اس وقت تمہاری آنکھوں میں اگر ایک تنکا ایک کنکری یا ذرا بال کا ٹکڑا پڑ جائے تو معلوم ہو گا کہ آنکھ ایسی پیاری چیز ہے اور اس کی کیا تکلیف گذرتی ہے اس صدمہ کو بغیر اٹھائے تم نہیں جان سکتے۔ کہ تمہارا منصوبہ کیسا بد تر ہے

لال چین۔

بس خاموش ہو جاؤ۔ زیادہ بک بک مت کرو۔

غیاث۔

آنکھ رتن ہے۔ اس کے لیے جس قدر زبان خوشامد کرکے کم ہے۔ بے کار خاموش رہنے کو کہتے ہو۔ لال چین! میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ۔

گلے پر پھیر دو خنجر سنو میں کچھ نہ بولوں گا
زباں کو کاٹ لینا گر میرے منہ سے فغان نکلے

لیکن جان رہے اندھا ہونا نہیں چاہتا جس طرح ہو میری آنکھیں بچاؤ۔ دیکھو سیخچے سرد پڑ گئے۔ سرخی کافور ہو گئی

لال چین۔

میں انہیں پھر گرم کر لوں گا۔ ان کمبختوں سے کچھ نہیں ہوتا۔

غیاث۔

نہیں سچ کہتا ہوں۔ دیکھو میری زار و نالی حالت دیکھ کر آگ بھی سرد پڑ گئی۔ حرارت جاتی رہی ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے آگ اسی لیے پیدا کی کہ مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچے۔ تم خود دیکھ لو۔ اس دہکتے ہوئے کوئلوں میں حرارت نہیں ہے۔ کہو تو ہاتھ سے اٹھا لوں

لال چین۔

لیکن پھونکنے سے زندہ ہو سکتی ہے۔ میری سانس کی ہوا پاکر تیز ہو جائے گی

غیاث۔

اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے اعمال سے پیشمان ہو کر تعجب نہیں۔ لال بھبو کا ہو

Marfat.com

جائے۔ اتنا نہیں لال چین ہو سکتا ہے۔ چنگاری اڑ کر تمہاری آنکھوں میں پڑے۔ اور جس طرح شکار نکل جانے پر شکاری کتا کبھی کبھی اپنے مالک پر حملہ کر بیٹھتا ہے تمہاری آنکھیں پھوڑ دے جن سیخوں سے تم کام لیا چاہتے ہو ممکن ہے وہ تمہارے اوصاف چھوڑ دیں۔ اور اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کر جائیں۔ اور تم مجبور ہو جاؤ۔ دیکھو آگ اور لوہا دونوں مہربانی کی نظر سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ افسوس ایک مجبور کی بے بسی پر تمہیں رحم نہیں آتا۔ انسان کے نام پر کیوں دھبہ لگاتے ہو۔ کیا تمہارے جسم میں شرافت کا خون نہیں کیا تمہارا پتھر دل موم نہیں ہو سکتا۔ کیا تم میرے حال پر ترس کھانے والے نہیں رہے۔ لال چین میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ میرے نمک سے تمہارا گوشت پوست پلا ہے۔

لال چین۔

چپ رہو تمہارا رونا دھونا کچھ کام نہیں کرے گا۔

لال چین کا حکم پا کر دونوں حبشیوں نے پکڑ کر ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ اور لال چین نے تپتی ہوئی سیخیں غیاث کی دونوں آنکھوں میں پیوست کر دیں۔ پھر کیا تھا غیاث چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا غیاث کو اسی حالت میں چھوڑ کر معہ دونوں حبشیوں کے لال چین نے باہر نکل کر اس کمرہ میں قفل دے دیا۔

ہائے غیاث الدین جو گھڑی بھر پہلے جنوبی ہند کا بادشاہ تھا اس وقت لال چین کا قیدی ہو گیا۔ جو غیاث لطف النسا سی پری جمال معشوقہ سے ملنے آیا تھا۔ اپنی آنکھیں گنواں کر اندھا ہو گیا۔ ابھی لال چین غلام تھا۔ اس وقت مونچھوں پر تاؤ دے رہا تھا۔ اور اپنے تائیں امیروں کے پاس بیٹھنے کے قابل سمجھتا ہے۔ یہ دنیا کا رنگ ہے زمانے کا شعبدہ ہے خدائی کارنانے ہیں۔

---☆○☆---

بارھواں باب

غیاث الدین کی طرف سے بے فکر ہو کر لال چین اس مقام پر پہنچا جہاں درباری امیر امراء محفل کی زینت بن رہے تھے۔ لال چین کو دیکھ کر لوگوں نے پوچھا بادشاہ

Marfat.com

سلامت کہاں ہیں۔؟

لال چین نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

آپ سب صاحب ان کی فکرنہ کریں۔ رات زیادہ آگئی ہے آرام خاص میں استراحت فرمانے لگے۔ بیدار کرنا داخل گستاخی ہے۔ آپ سب حاضرین جب تک چاہتے ہوں تماشا دیکھ سکتے ہیں۔

امراء۔

جب سلطان تشریف لے گئے تو ہمارا ٹھہرنا بھی فضول ہے۔

لال چین۔

کیوں۔؟

امراء۔

یہاں ٹھہر کر کیا کریں۔؟ آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اب ہمیں بھی اجازت ہو۔

لال چین۔

لال چین بندہ تو خادم ہے۔ بھلا مجھ میں اتنی لیاقت ہے کہ آپ لوگوں کی کچھ خدمت کر سکوں۔

امراء۔

یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ واقعی آپ نے خوب دعوت دی

لال چین۔

یہ آپ کی کرم فرمائی ہے۔ بندہ اس لائق نہیں۔

امراء۔

خیراب جانے کی اجازت ہو۔

لال چین۔

سب صاحبوں کا جانا مناسب نہیں کچھ صاحب رک سکتے ہیں سلطان اکثر یاد کر بیٹھتے

Marfat.com

ہیں۔ اس لیے اکیلے چھوڑ جانا قرین قیاس نہیں۔ آگے آپ کو اختیار ہے۔

امراء۔

بات مناسب ہے۔ خیر ہیں پچاس آدمی رک رہیں گے۔ اور باقی اصحاب اپنے اپنے مکان کو واپس چلے جائیں۔

لال چین۔

آپ کچھ فکر نہ کریں۔ جو ٹھہریں گے۔ ان کی استراحت کا انتظام سب درست ہو جائے گا۔

امراء۔

بہتر پھر کیا تھا بھیڑ چھٹ گئی ہاتھی گھوڑے۔ پالکی ہوا دار پر سوار ہو ہو کر ایک ایک امیر امراء کھسکنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا باقی ماندہ اصحاب بادشاہ کے ندیم مصاحب خاص ایک آراستہ و پیراستہ کمرے میں رکھے گئے۔ مگر ان لوگوں کو ذرا بھی شک نہ ہوا کہ بادشاہ کو لال چین نے روپوش کر دیا ہے ادہر بھیڑ کم ہو جانے پر ایک کوٹھری میں لال چین اپنے ہم نشین دوستوں کو ساتھ لے کر جن میں حیدر اور قربان بھی تھے مشورہ کرنے لگا۔ اتنے دنوں میں اس کے ہمراہیوں پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ لال چین معمولی آدمی نہیں وہ عقل و تمیز رکھتا ہے۔ ایسے باتیں بنانا خوب آتی ہیں وہ عیار بھی ہے علاوہ اس کے دولت بھی کثیر رکھتا ہے۔ اور اس دولت غیاث کے برباد کرنے میں صرف بھی کر سکتا ہے۔ غیاث دل کا مضبوط تھا۔ صرف اپنی ذات پر اسے پورا بھروسہ تھا۔ اسی لیے کسی سے اپنا راز دل نہ کہتا تھا۔ جس سے جس بات کا تعلق تھا۔ اس سے وہی بات کہتا۔ طبیعت حاضر فکر رسا اور سمجھ معقول تھی اسی لیے وہ کسی دوسرے کی رائے کا محتاج نہ تھا۔ لیکن اس کے مخالف سمجھتے تھے کہ بادشاہ غرور کا پتلا ہے اسی سے وہ کسی کی رائے پر قادر نہیں ہوتا۔ بلکہ جو دل میں آتا ہے کر گذرتا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کے وفاداروں کی جماعت بہت کم ہو گئی اول تو ایسے خود پرست بادشاہوں کے غمگسار دوست بہت کم ہوتے ہیں اس پر اس کی خودرائی اور اضافہ ہو گئی جسے دیکھ کر بادشاہ کی کم سخنی کا معترض تھا۔ ہر صغیر و کبیر سے اس کی

Marfat.com

لا پروائی کی شکایتیں سننے میں آتی تھیں۔
لال چین اپنے فعل میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ مکار اور فریبیوں کا سرغنہ ہے اپنے دام تزویر کے پھیلا نیکی پوری پوری کیفیت کسی سے نہیں کہی۔ پر اس قدر لوگ جان گئے تھے۔ کہ آج شب کو وہ کسی نہ کسی طرح بادشاہ کو چڑ غٹو کرے گا۔ دیر تک یاران طریقیت میں ادھرادھر کی گپ شپ اڑائی۔ لوگوں کی خواہش تھی کہ لال چین اپنی زبان سے بادشاہ کی کچھ کیفیت کہے۔ مگر جب نشست ہوئی لال چین کی زبان سے کبھی کوئی لفظ بادشاہ کے بارے میں نہ نکلا۔ آخر قربان علی پوچھ بیٹھا۔

" آپ نے اس معزز بادشاہ کا سرکچل دینے کا کچھ انتظام کیا۔

لال چین۔ معاملہ لیس ہے۔ اس وقت شیر کٹہرے میں بند کر لیا گیا ہے کہئے آگے کیا کیا جائے۔

سب۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہ کیفیت سن کر ہمارا دل محفوظ ہو گیا۔ اس خود پرست بادشاہ کی نحوست آپ نے مٹی میں ملا دی۔ واللہ بڑا کام کیا۔ فرمایئے تو سہی اس وقت وہ ہے کہاں۔ اور آئندہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔

لال چین۔ ابھی تو میں نے اسے یہاں رکھا ہے پھر جیسی مصلحت ہو گی وہاں بھیج دیا جائے گا۔

قربان۔ شیر کو قید ہی کرنے سے کام نہیں چلے گا اس کے دانت اور ناخن بھی توڑ دینا پڑیں گے۔ ورنہ ممکن ہے پھر کسی وقت موقع پا کر حملہ کر بیٹھے۔

لال چین۔ اس کا خوف نہ کھایئے ہمیشہ کے لیے میں نے اسے بے کار کر دیا ہے۔ اس کی آنکھیں نکال لیں ہیں۔

قربان۔ لیکن یکبارگی اس کے ساتھ ایسا فعل کرنا مناسب نہ تھا۔ اس سے تو کہیں بہتر تھا کہ اس کا خاتمہ ہی کر دیا جاتا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اس کی فکر ہی کیا میری رائے میں عجلت کی جائے۔ اور اسے یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا جائے۔ خدانخواستہ معاملہ کھل گیا تو آپ کی اور ہماری سب کی شامت آ جائے گی۔

Marfat.com

لال چین۔ جب تک آپ سب صاحبوں کی عنایت ہے مجھے کسی کا خوف نہیں ہو سکتا مگر بقول آپ کے اس کام میں عجلت ہی مناسب ہے آپ کی جو رائے ہو میں نے سوچا ہے علی الصباح پو پھٹتے ہی قلعہ ساگر میں بھیج دیا جائے۔ غیاث الدین کو تاکہ کسی کو اس کا پتہ نہ لگے۔

سب۔ بہت مناسب بات ہے۔

قربان ماشاء اللہ کیا دور اندیشی ہے آپ سا فرزانہ آپ سا فہیم و دانش کا پتلا میری نگاہ سے تو نہیں گذرا واقعی آپ کو شاہی خاندان میں پیدا ہونا مناسب تھا۔ کتنی عقل خرچ کر کے آپ نے اپنی یہ مشکلات رفع کر دیں جس بات کے لیے ہم لوگ اتنی جدوجہد کر رہے تھے۔ اسے آپ نے کس خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ بات کی بات میں چٹکی بجائے غیاث ایسا معزز بادشاہ جو اپنے سامنے کسی کو مانتا ہی نہ تھا۔ اس طرح پنجہ میں آ جائیگا ہم لوگ تو نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی ایک مخلص اس طرح اس سنگدل بادشاہ کو نیچا دکھا سکے گا۔

لال چین۔ آپ ہی صاحبوں کی عنایت سے کام ہو گیا بندہ کس قابل بندہ ستائش کے لائق نہیں۔ آپ ہی لوگوں کے بھروسہ پر میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا۔ پروردگار عالم نے بڑی مہربانی کی ہاں یہ ضروری ہے کہ فلک کا کانٹا نکل گیا غیاث کا دماغ نخوت سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے بڑا کوئی ہے نہیں خیر ابھی ایک معاملہ اور باقی ہے غیاث کے طرفدار امراء اور وزیر غیاث کے لیے خاک اڑائیں گے زمین آسمان ایک کر دیں گے ان کی نسبت آپ کی رائے کیا ہے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ شاہی خزانہ فوج اور میگزین وغیرہ سب ان کے ہاتھ میں ہے جب تک ان سب کا قلع قمع نہ کر دیا جائے ہم لوگوں کی یہ فکریں دور نہ ہوں گی اور غیاث کو تخت حکومت سے اتار کر کیا ہی کیا اس بات کا دھیان رہے۔ آج ہی شب تک ان لوگوں سے بھی نپٹ لیا جائے۔ تو بہتر ہے ورنہ صبح ہوتے ہی جب یہ لوگ غیاث الدین کو نہ دیکھیں گے یا اسے نا پائیں گے تو ان کے غصہ کی حد نہ رہے گی اور ہم سب کی جانوں پر بن جائے گی۔

Marfat.com

حیدر۔ پھر۔

قربان بڑا خوفناک وقت ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہماری کار وائیاں فضول ثابت ہوں گی۔ کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔

حیدر۔ وہ لوگ کیا ابھی تک یہیں ہیں۔

لال چین۔ ہاں شب پر وہ دار ہوتی ہے اس میں کسی قسم کا بکھیڑا نہ ہو گا۔ البتہ صبح خیر صلاح نہیں دکھائی دیتی۔

حیدر۔ جناب! آپ تو دربار کی پوری کیفیت سے واقف ہیں یہ فرمایئے یہ لوگ کتنے ہیں

لال چین۔ کل پچاس اشخاص ایسے ہیں جن سے ہم لوگوں کو خوف کرنا چاہیے۔ اس وقت ہم نے ان سب کو ایسے مکان میں رکھ دیا ہے جہاں انہیں پتہ نہیں لگ سکتا ہاں کل کی وار دات سے میری طبیعت پریشان ہو رہی ہے۔

قربان۔ اور ہمارے مدد گار کتنے ہیں۔

لال چین۔ یہ دیکھ کر کیا ہو گا۔ میں تو آپ لوگوں سے کہہ چکا۔ کہ جب تک ان لوگوں کا قلع قمع نہ ہو گا۔ شاہی خزانہ اور فوج ہمارے ہاتھ نہیں آ سکتی۔

حیدر۔ شمس الدین کو ہم لوگ پیشوا کیوں نہیں بناتے

لال چین۔ یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی۔ مگر اس رائے میں ایک خرابی ہے اول تو شمس الدین کمزور آدمی ہے لاغر اندام ہے۔ اور پھر عقل کا مٹھا۔ دوسرے اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی از خود رفتہ ہو جائے گا۔ اور میری جان کا تو دشمن ہی بن جائے گا۔

حیدر۔ پھر کیا انتظام کیا جائے کیونکر اپنی جان بری ہو سکتی ہے۔ کوئی بات تو طے کرو۔

قربان۔ بات کیا طے کریں ان سب کے گلوں پر چھری پھیر دی جائے اور اس

Marfat.com

وقت موقع بھی اچھا ہے۔ سب بے خبر سو رہے ہیں۔

لال چین۔ رائے تو پختہ ہے۔ لیکن جب اور لوگ سنیں گے کہ میرے مکان میں پچپن آدمیوں کا خون ہوا ہے اور یہیں سے بادشاہ غائب ہو گیا تو لوگوں کے غصہ کی انتہا نہ رہے گی اور اپنی جانیں بچانا دشوار ہو جائیں گی اور یہ کون جانتا ہے کہ سپہ سالار کی غیر حاضری میں فوج ہماری محکوم ہو جائے گی

حیدر۔ سب کو مقید کر کے کسی دوسرے ملک بھیج دیا جائے اور کل ڈھنڈورا پیٹ دیا جائے کہ خدا جانے یہ لوگ سلطان کو لے کر کہاں چل دیئے۔

لال چین۔ بھلا یہ کسی کو یقین کب آئے گا۔ اور اتنے نفر بھیجے ہی کہاں جائیں۔ اگر ایک دو ہوتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ پچیس نفر کی جماعت کو خفیہ طور پر کہیں بھیج دینا کارے وارد۔ کہیں راز چھپ سکتا ہے۔

قربان۔ اچھا یہ فرمایئے۔ آج آپ کے یہاں پر شاہزادے صاحب (شمس) کیوں نہیں تشریف لائے

لال چین۔ انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ جلسے میں آنا پسند نہیں کیا۔ اور اپنے کام کا خیال کر کے میں نے بھی زور نہیں دیا۔

قربان۔ آپ ان سے کیوں نہیں ملتے۔ اگر وہ کچھ مدد کریں تو یہ مشکلات رفع ہو جائیں

لال چین۔ ہاں ممکن ہے ان کی مدد سے کام نکل جائے مگر وقت بہت کم ہے رات بہت ڈھل گئی۔ ہوا میں خنکی اور خوشبو پیدا ہو گئی۔ قبل طلوع آفتاب کام ہو جانا زیادہ مناسب ہے۔

حیدر۔ وقت کم نہیں ہے۔ آپ جائیں تو کام بن سکتا ہے۔ لیکن یہاں سے جانے کے قبل غیاث الدین کے بھیجنے کا انتظام کرتے جایئے۔ ایسا نہ ہو کہیں آپ کے آنے میں دیر ہو جائے تو جانے والا یہیں پڑا رہے

لال چین۔ بھائی جو کہو کرنے کو تیار ہوں غیاث الدین کو قلعہ ساگر میں بھیجنے کا

Marfat.com

انتظام ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں میں کسی کو ساتھ جانا لازمی ہے نوکروں پر ایسے نازک کام کا چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ جانا دور ہے راستے میں خدا جانے کن کن آفتوں کا سامنا کرنا پڑے۔

حیدر۔ آپ جسے چاہیں بھیج دیں۔

لال چین۔ میری دانست میں قربان کا جانا بہتر ہو گا۔ یہ سمجھدار اور تجربہ کار ہیں ہمیں ان پر پورا بھروسہ ہے۔ جیسی افتاد پڑیں گی یہ نپٹ لیں گے۔ انہیں کچھ سیکھانا پڑھانا نہیں

قربان۔ مجھے کچھ عذر نہیں آپ لوگ جس کام میں چاہیں لگا سکتے ہیں۔

سب۔ آپ ضرور چلے جائیں۔ جس خوبصورتی سے اس کام کو تم انجام دے سکتے ہو دوسرا نہیں کر سکتا۔

قربان۔ جیسا ارشاد ہو۔

لال چین۔ خیر آپ جانے کی تیاری کریں۔ اسباب سفر درست کر لیں۔ صرف دو گھنٹے کے اندر آپ کو شہر چھوڑ دینا ہو گا۔ قلعہ دار سے ہماری گفتگو ہو چکی ہے وہاں پہنچنے پر آپ کو کچھ کہنا سننا نہ پڑے گا۔ اور وہاں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔ البتہ اس بات کا خیال رہے۔ خبردار یہ راز کسی پر افشا نہ ہونے پائے راز کھل جانے سے بڑی بڑی آفتیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اور پھر بنائے نہ بنے گی۔ یہاں کی آپ کچھ فکر نہ کریں۔ یہاں سب انتظام کر لیا جائے گا جو آدمی آپ کی ہمراہی میں جا رہے ہیں۔ وہ غیر نہیں ہمارے تمام کاموں میں شامل ہیں آپ کو بھی ان سے بدگمان نہ ہونا چاہیے۔

قربان۔ خدا چاہے گا تو سب کام بن جائے گا اپنی جانب سے کوتاہی نہیں کروں گا۔

لال چین۔ خیر آپ تیار ہوں میں شاہزادے کے پاس جاتا ہوں۔ اور آپ سب صاحب یہیں قیام رکھیں اور ان لوگوں پر نظر رکھیں جو آپ کے مقید ہیں

سب۔ بہت اچھا۔

——☆○☆——

Marfat.com

تیرھواں باب

شاہزادہ شمس الدین اپنے زریں قصر میں استراحت فرما رہا تھا۔ در دازوں پر فوجوں اور قلماقنوں کا پہرہ تھا چونکہ لال چین غلاموں کا سردار تھا۔ اس لیے شاہی دربار کے غلام اس کا ادب کرتے تھے۔ اور ڈرتے بھی تھے۔ شاہزادے کی خوابگاہ میں لال چین کے بیوقت پہنچنے سے پہرے داروں کو حیرت نے دبا لیا۔ نظر پڑتے ہی ایک قطار میں سب کھڑے ہو گئے کسی میں ٹوکنے کی جرات نہ تھی کہ اس نا وقت آنے کی وجہ کیا ہے۔ اور جب کہ حضرت ظل سبحانی اس کے یہاں دعوت کھانے گئے ہیں۔ لال چین نے کڑک کر کہا۔

"میں شاہزادے سے ملاقات کا شائق ہوں"

خوجہ۔ شاہزادہ عالم خواب استراحت میں ہیں کیونکر بیدار کیے جائیں۔

لال چین۔ جس طرح ہو بیدار کرنا پڑے گا۔ مجھے ایک اشد ضرورت ہے۔

لال چین۔ یہ بتاؤ شاہزادہ بہادر تنہا ہیں۔ یا اور بھی کوئی ہے۔

خوجہ۔ آج تو تنہا ہی ہیں۔

لال چین۔ کتنی دیر سے آرام کر رہے ہیں۔

خوجہ۔ تقریباً" چار گھنٹے ہوئے ہوں گے۔

لال چین۔ پھر تو بیدار کرنے میں حرج نہیں ہے۔ اور جب کہ خاص طور پر مجھے ان سے کچھ کہنا ہے۔

خوجہ۔ اچھا جب خوابگاہ کے کمرہ میں کوئی اور نہیں ہے تو میں خود جا کر بیدار کر لوں گا۔ مگر دیکھنا اندر کوئی دوسرا جانے نہ پائے اندر جا کر لال چین نے دیکھا ہاتھی دانت کی مسہری پر ترکی قالین پڑا ہے اس پر سفید براق چادر بچھی ہوئی ہے شاہزادہ شمس نرم نرم تکیوں پر سر رکھے بے خبر سو رہا ہے اور سفید ریشمی چادر سر سے اوڑھے ہوئے ہے۔ گورا گورا بدن چادر سے جھلک رہا ہے۔ کمرے میں کوئی دوسرا

Marfat.com

نہیں ایک گوشے میں شمعدان جل رہا تھا ترکی قالین پر پاؤں دھنسا جاتا تھا۔ دیوار پر صرف دو چار تصوریں لٹک رہی تھیں۔ خوابگاہ کا کمرہ ہر طرح سے صاف ستھرا اور معمولی سجاوٹ سے آراستہ تھا۔

لال چین بے باکی کے ساتھ شہزادے کی مسہری کے پاس پہنچ گیا۔ شہزادہ نیند میں مدہوش پڑا ہوا تھا۔ گلاب کے پھول کی طرح چہرے پر شادابی برس رہی تھی۔ رخساروں سے شباب کی امنگ ٹپکی پڑتی تھی۔ پہلے تو لال چین میں اپنے شہزادے کے بے دار کرنے کی جرات نہ ہوئی دل میں آیا اس کے نازک کلیجے کو اپنی طرح فکروں کا مخزن کیوں بنائے پھر اس خیال سے کہ بیکار وقت ضائع کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں جو گھڑی گذر رہی ہے پھر میسر نہ ہوگی۔ آفتاب طلوع ہونے کے قبل اگر بندوبست نہ ہو گیا تو وہ کسی کام کا نہیں رہے گا۔ اسے شاہزادے کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر لال چین بہت دنوں تک خدمتگاری کا کام کر چکا تھا اسی سے وہ بادشاہوں اور شاہزادوں کے طور طریقوں اور عادتوں کو بخوبی جانتا تھا۔ دو چار بار پاؤں پر ہاتھ رکھتے ہی شاہزادے کی آنکھ کھل گئی۔ بے وقت اپنی خوابگاہ میں انسان کو دیکھ کر وحشت زدہ مسہری پر اٹھ گیا۔ اسے گھبرایا ہوا دیکھ کر لال چین بول اٹھا جناب ! کوئی بات نہیں خاطر جمع رکھیں۔ آپ کا غلام لال چین سامنے کھڑا ہے۔ بے وقت بیدار کرنے کا قصور وار ضرور ہوں اور اسی لیے سزا کا مستحق ہوں جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ بندہ ہر حالت میں تابعدار ہے حکم بسرو چشم بجا لاؤں گا۔

شمس۔ کیوں کیا بات ہے۔؟ کیا صبح ہو گئی۔ ابھی تک آنکھوں میں خماری بھری ہے۔ الکساہٹ سوار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ رات باقی ہے

لال چین۔ خداوندا! ایک پہر رات باقی ہو گی۔

شاہزادہ۔ اس ناوقت کیوں آئے خیریت ہے۔

لال چین۔ سب خیریت ہے لیکن .....

شاہزادہ۔ لیکن کیا؟ آج تو سلطان آپ کے یہاں مدعو ہیں کیا کوئی نئی بات ہے۔ وہاں کوئی نئی بات تو نہیں پیدا ہوئی۔

Marfat.com

لال چین۔ جی نہیں۔

شہزادہ۔ پھر تم میرے پاس کیوں آئے؟ اپنی ترقی اور منصب کے چکر میں پڑ کر جو بادشاہ سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہو۔ وہ قابل نفرت ہے میں اس حال سے واقف ہوں۔ اور یہی سبب ہے کہ تمہارا خط پانے پر بھی میں تمہارے یہاں نہیں گیا۔

لال چین۔ یہ حضور کی غلطی ہے میں بادشاہ سے رشتہ جوڑنا نہیں چاہتا۔ بلکہ حضور کو اپنی فرزندی میں لیا چاہتا ہوں۔ اس تعلق کی خوشی میں اپنا جان و مال تک تصدق کر دینے میں عار نہ ہو گا۔

شمس۔ ان فقروں کا مطلب ذہن میں نہیں آیا

لال چین مطلب یہی کہ لطف النساء حضور کی کنیزی میں آ سکتی ہے۔ دوسروں کی نہیں ہو سکتی۔

شمس۔ مگر دربار میں اس کے خلاف میں نے سنا تھا

لال چین۔ وہ جھوٹی افواہ تھی۔

شمس۔ مجھے تو اعتبار نہیں آتا مگر جب تم خود ہی کہتے ہو تو غیر ممکن ہونے پر بھی ممکن ہو سکتا ہے۔

لال چین۔ خداوند غیر ممکن نہیں جو کہتا ہوں اسے راست سمجھئے آپ کے نہ جانے سے لوگوں کو صدمہ ہوا ہے۔ اور یہی عرض کرنے مجھے آنا پڑا۔

شمس۔ کیا بادشاہ سلامت واپس آگئے۔

لال چین۔ ابھی نہیں تاہم جلسہ ختم ہو گیا کھانا دانا بھی ہو گیا۔

شمس۔ پھر کیا ہو رہا ہے؟

لال چین۔ آپ ہی کے لیے لوگ مشورہ کر رہے ہیں۔

شمس۔ میرے لیے مشورہ کیسا۔ تمہاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی۔

Marfat.com

لال چین۔ آپ سمجھنے کی خواہش نہیں رکھتے۔ اس سے نہیں سمجھتے۔ جس بات کو تمام شہر سمجھ رہا ہے۔ اسے اگر آپ نہیں سمجھتے تو یہ قصور کس کا ہے۔

شمس۔ تم مجھے صاف صاف کہو ان معموں سے مجھے الجھن ہوتی ہے۔

لال چین۔ حضور! بد نیتی کی باتیں اسی ڈھنگ کی ہوتی ہیں۔ شاہی خاندان میں حضور کی پیدائش ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس تاج و تخت کے آپ حقدار ہوں۔ اور عنان حکومت آپ کے ہاتھ میں ہو پھر یہ کیوں فرماتے ہیں کہ اس جھوٹی بات کے سمجھنے میں الجھن ہوتی ہے جب حضور میں سلطنت کے نکات سمجھنے کی قابلیت ہے۔

شمس۔ آج تمہاری باتیں بے تکی ہو رہی ہیں اور تمہاری گفتگو مجھے چکر میں ڈال رہی ہے عجب الجھن میں جان پھنسا دی۔ خدا کے لیے صاف صاف لفظوں میں کہو۔ معاملہ کیا ہے۔؟

لال چین۔ جناب! اخلاق۔ اوصاف۔ لیاقت۔ تمیز اور فہم و فراست یہ ایسے اوصاف ہیں جن کی سب ہی تعریف کرتے ہیں۔ بادشاہ کی بعض حرکتوں سے لوگ متنفر رہتے ہیں۔ مزاج میں ایسی بے اعتنائی اور سہل انگاری پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ نیچی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ وہ خوش مزاج نیک طبع نہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ رعیت کی زندگی خوشی و خرمی سے بسر ہو۔ اس میں جہالت ہے۔ تکبر ہے۔ اپنے آگے کسی کو شمار نہیں کرتا۔ اس میں خود اعتمادی پلے درجہ کی ہے۔ دوسروں کا اسے اعتبار نہیں۔ ہر شخص سے مشکوک رہتا ہے۔ مغرورانہ لاف زنی اس کا خاصہ ہے۔ اس نے لوگوں کی امیدیں پانی میں بہا دیں۔ پہلے لوگ سمجھتے تھے وہ رعایا پرور و عدل گستر بادشاہ ہو گا۔ اس لیے ہر چھوٹا بڑا دست بدعا تھا کہ اس کی سلطنت کا جاہ۔ و جلال بڑھے۔ اب اس کی نخوت سے لوگوں کی طبیعت اس کی جانب سے پھر گئی۔ رفتہ رفتہ مخالف پارٹی بڑھتی گئی۔ اور آج تو اس سے کوئی بھی خوش نہیں۔

شمس۔ میں تو ایسا نہیں جانتا تھا۔

لال چین۔ ہو سکتا ہے۔ اول تو آپ کے سامنے روبرو بہ سبب خوف کوئی زبان ہلا

Marfat.com

نہیں سکتا۔ دوئم یہ بھی احتمال ہے۔ کہ بادشاہ کی شکایتیں آپ سننے والے کب ہیں۔ مگر بغیر کہے کام بھی تو نہیں چلتا۔ مہینوں سے اس بات کا مشورہ ہو رہا ہے کسی طرح بادشاہ کے جبر و ظلم اور لاپروائی کی شکایت شاہزادے کے سمع اقدس تک پہنچا دی جائے۔ چنانچہ بندہ اس کام پر مامور ہوا ہے۔ اب حضور اپنی حالت دیکھ لیں۔ کہ جو شفقت سلطنت عالم کی پہلے تھی اب ہے یا نہیں۔ عداوت چھپی نہیں رہتی ۔ اچھے برے کی تمیز جانور تک کر لیتے ہیں۔ وہ بھی شناخت کر لیتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا دوست ہے۔ یہ ہمارا دشمن۔

شمس۔ سلطان کو جیسا تم سمجھتے ہو میں نہیں دیکھتا

لال چین۔ ہو سکتا ہے دوسروں کے خیالات آپ پر کیوں ظاہر ہوں۔ جب تک آپ سے کوئی کہنے والا نہ ہو۔ خیر خانہ زاد گوش گذار کیے رکھتا ہے کہ رعایا بادشاہ سے بدظن ہے۔ وہ کہتی ہے حضور کے بھائی صاحب کے ہاتھ میں ہیں اگر زمام سلطنت رہے گی تو یہاں کی رعایا دلشاد نہ ہو گی۔

شمس۔ یہ لوگوں کا فاسد گمان ہے۔ رعایا کی خوشحالی کے لیے ہمیشہ بادشاہ سلامت سوچا کرتے ہیں بنی آدم کی آزادی انہیں ملحوظ ہے۔ وہ سب مذاہب کے مساوات اور عام تعلیم کے خواستگار ہیں۔ ہر کام کو غور و فکر سے دیکھتے اور رعایا کی خوشحالی کی راہیں نکالتے ہیں ہاں اس طرف ان کی توجہ کم ہو گئی ہو۔ اس کو میں نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ آج کل میری آمدرفت ذرا کم ہو گئی ہے۔

لال چین۔ یہی بات ہے۔ اگلی سی کیفیت نہیں رہی۔ زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔ بادشاہ کے مزاج کی حالت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔ بس دو چار دس پانچ لوگوں کے علاوہ اب ان سے کوئی بھی خوش نہیں ملکی انجمن قائم ہوئی ہے۔ اس انجمن کی طرف سے میں بھیجا گیا ہوں۔ درخواست ہے۔ آپ حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ رعایا حضور ہی کو اپنا سرپرست گردانتی ہے جب تک پیرو مرشد اس کام میں ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ لوگوں کا رنج دور نہ ہو گا۔

شمس۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں نے عہد کیا ہے کہ بادشاہ کے کسی کام میں اپنی

Marfat.com

راستے نہ دوں گا۔

لال چین۔ اس سے اور ابتری بڑھے گی۔ اس قول سے باز آیئے۔ جس طرح ہو ان خود پرست امیروں کو وفان کیجئے جو اپنے عیش و آرام کے لیے رعیت کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

شمس۔ میرے کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔؟

لال چین۔ کیوں نہیں جس کے ہاتھ پاؤں میں طاقت ہے۔ جسے موزوں اور غیر موزوں کام سوچنے کی قدرت ہے جو بیدار مغزی سے کام لے سکتا ہے جسے فہم و فراست ہے جو معدلت شعار ہے جس میں داد و بیداد سمجھنے کی قابلیت ہے۔ اسی کی دنیا محکوم ہے۔ وہی تخت حکومت کا مالک ہے اور بن سکتا ہے۔ دنیا میں اسی کا طوطی بول سکتا ہے اسی کی دھاک بندھ جاتی ہے۔ اس کے جلال سے دنیا کا پیشاب خطا ہوتا ہے حاسدوں کا دل جلتا ہے۔ آپ ماشاءاللہ روشن دماغ بزرگ منش ہیں۔ کشادہ دل ہیں سچا اخلاق آپ میں ہے۔ آپ کو فکر کس بات کا ہے۔ آپ کو خوف کس کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے حکومت سے فائدہ اٹھایئے پھر دیکھئے کیا نہیں ہو سکتا۔

شمس۔ آپس کا نفاق اچھا نہیں ہوتا۔

لال چین۔ ملک بہبودی اور رعایا کا رفاہ آپ کا فرض ہے فوج آپ کی محکوم ہو گی۔ خزانہ آپ کا ہو گا۔ امراء وزراء آپ کی حمایت میں کمربستہ ہو جائیں گے۔ ارکان سلطنت آپ کے محکوم بنیں گے۔ اور آپ کے حکم کو آمنا و صدقنا" کرانیں گے۔ رعیت دلشاد ہو گی۔ ملک میں امن و سکون ہو گا۔ آپ ہراس نہ کریں۔ میں کل انتظام کر دوں گا۔

شمس۔ لیکن اپنے بھائی کے خلاف میں نہ ہتھیار اٹھا سکتا ہوں اور نہ اسے تخت سے اتار سکتا ہوں

لال چین۔ جی نہیں آپ اس سے علیحدہ رہیں گے۔ اس کا بار میری گردن پر چھوڑ دیجئے۔ صبح دربار میں پہنچ کر صرف تخت پر رونق افروز ہو جائیں۔ خود بخود کل

Marfat.com

کام بن جائے گا۔

شمس۔ تمہاری گفتگو سے دل دہلتا ہے نتیجہ کی طرف خیال دوڑانے سے ہاتھوں دل اچھلنے لگتا ہے مجھے معاف کرو۔ سلطنت کے لطف اٹھانا منظور نہیں جس حالت میں ہوں اس میں پڑا رہنے دو۔ آج لوگ سلطان کی غیبت کرتے ہیں ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا چاہتے ہیں لیکن چار روز قبل انہی کے معترف تھے ان کے اخلاق کی تعریف کرتے تھے۔ ان کی عدل شعاری کی دھاک بیٹھی تھی۔ یہ دنیا ہے۔ یہ روز نئے رنگ بدلہ کرتی ہے۔ تفرقہ ڈالنا اس کا خاصہ ہے۔ تاج و تخت کی ہوس بیکار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی۔ آفتیں لگی رہتیں ہیں۔ ان کا سامنا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔

لال چین۔ آج تک میں یہ نہیں جانتا تھا کہ حضور کا دل اسقدر ضعیف ہے حضور ایسے پست ہمت ہیں حضور میں بلند حوصلگی نہیں کاش میں یہ جانتا تو لطف النسا کو آپ کے ہاتھ میں دے دینے کی نیت نہ کرتا اگر ہم لوگوں کی آپ زحمت اٹھانا پسند نہیں کریں گے تو میں جانتا ہوں کہ اپنی دختر کے لیے مجھے کوئی شوہر تلاش کرنا پڑے گا ایسی امید ہرگز نہیں تھی۔ کہ حضور کی ذات سے ایسی سخت بے اعتنائیاں ظہور میں آئیں گی اور ایسا تلخ جواب سننے میں آئے گا۔ افسوس میں ان لوگوں سے جا کر کیا کہوں گا کیا اس خاندان میں کوئی شاہزادہ ایسا نہیں ہے جو ملک دکن کی خرابیوں کو دفع کر سکے خیر اس وقت تو جاتا ہوں مجھے سب سے بڑی فکر اپنی دختر کی ہو گی۔ دیکھوں اسے کیا کہہ کر مطمئن کر سکوں گا۔

شمس۔ تم مجھے نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھتے ہو

لال چین۔ کیا اس استفسار کی ضرورت ہے مجھے کوئی سبیل نظر نہیں آتی کیا کروں کیا نہ کروں۔ آپ کے نفع کے لیے میں نے اتنی بڑی جدوجہد کی اور آپ اس طرح بغلیں سی جھانکتے ہیں کنائی کاٹتے ہیں۔ اگر جانتا کبھی اس کام میں ہاتھ نہ ڈالتا جس کے لیے اتنا کیا اسے اس طرح دم دباتے دیکھ کر میری ساری خوشیاں کالعدم ہو گئیں۔ جسے اپنے مفاد کی تمیز نہیں جو صداقت کی شاہراہ پر کھڑا نہیں ہو سکتا جو اپنے

Marfat.com

حقوق برباد کرنا چاہتا ہے جسے اپنی ترقی کی امنگ نہیں اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ سچ ہے جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا اس کی مدد دوسرا کیا کر سکتا ہے آم کے بجائے میں نے ببول کے درخت کی پرداخت کی اسے اپنی بدقسمتی کہنا چاہیے۔ دوسروں پر کیوں الزام رکھوں۔

شمس۔ بھلا بھائی یونہی تخت چھوڑ دیں گے اور جھگڑا فساد کچھ نہ ہو گا۔

لال چین۔ آپ کو اس کی فکر کیا ہے۔ انشا اللہ کل ان کی صورت دیکھے گا ملک دکن میں کل ان کی شکل دکھائی نہ دے گی۔ مگر مشکل تو اس بات کی ہے کہ ان کے بجائے کل تخت نشین کون ہو گا۔

شمس۔ تو بھائی صاحب ہوئے کیا

لال چین۔ ان باتوں کی ضرورت کیا۔ اگر آپ میں ہمت ہو تو حکومت کی باگ ہاتھ میں لے لیجئے۔ ورنہ جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔

شمس۔ خیر میں اس پر غور کروں گا۔

لال چین غور کرنے کا وقت نہیں ہاں یا نہیں اسی وقت کہنا ہو گا جس غیاث الدین نے میری لڑکی کو بدنگاہی سے دیکھا اسے جسے میں آپ کے ازدواج میں دینا چاہتا ہوں اس غیاث الدین پر جب آپ اس قدر رحم کھا رہے ہیں تو آپ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے اچھا اب جاتا ہوں۔ موقع آپ کے سامنے آگیا ہے۔ اور آپ اسے لاتوں سے ٹھکرا رہے ہیں۔ معلوم ہو گیا آپ اپنی ترقی کا راستہ بند کیے دیتے ہیں لہٰذا کیا کہا جائے۔

شمس۔ بہتر جیسی صلاح ہے۔ ویسا ہی ہو گا۔ لیکن کچھ دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو میری طبیعت بڑی پریشان ہے۔ بڑے بڑے خیالات موجزن ہیں ذرا ان پر غور کر لوں۔

لال چین حضور کی جیسی مرضی۔ امید کرتا ہوں کہ صبح کے دربار میں حضور رونق افروز ہو جائیں۔ باقی کام میں کل ٹھیک کر لوں گا۔

Marfat.com

شمس بہت اچھا

شمس الدین سے رخصت ہو کر لال چین نے اپنے مکان کی طرف مراجعت کی دل میں خوشی کی کونپل پھوٹ نکلی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھ کر پھولا نہ سمایا مشرقی افق پر صبح کی ہلکی ہلکی سپیدی نمودار ہو چلی تھی۔ جسے دیکھ کر لال چین کا دل کنول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔

———— ☆○☆ ————

Marfat.com

چودھواں باب

مکان پر پہنچ کر لال چین نے دیکھا۔ صدر پھاٹک پر خون کا دریا بہہ رہا ہے لاشیں بچھیں ہوئی ہیں۔ کہیں کٹے ہوئے سر پڑے ہیں۔ کہیں دست و پا بریدہ جسم تڑپ رہا ہے لیکن ارد گرد لال چین نے کسی کو نہیں دیکھا دل اوہام اور وسوسوں کا گھر بن گیا طرح طرح کے تفکرات پیدا ہو گئے طرح طرح کے وہموں سے روح لرز گئی کسی بات پر طبیعت ٹھہرتی نہیں۔ قلب اچھلنے اور سینہ تڑپنے لگا اور گھر میں قدم رکھنے کی جرات نہ ہوئی اور وہاں ٹھہرتے بھی نہیں بنتی کبھی کہتا ہے شاید اپنے گھر والوں کو غیاث الدین کے ساتھیوں نے مار ڈالا غضب کا کشت و خون ہوا ہے ایک لاش بھی پہچانی نہیں جاتی کبھی سوچتا ہے شاید باغیوں پر شک ہونے کے سبب ان پر لوگوں نے تو حملہ نہیں کیا۔ ایسا تو نہیں غیاث الدین نجات دلانے کے وقت آپس میں جھگڑا ہو گیا ہو اور لڑ مرے ہوں اسی طرح خیالی گھوڑے دوڑ لگا رہے تھے۔ تاہم اس میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ کہ حواس درست کر کے کسی لاش کے چہرے کو غور سے دیکھ بھی لے کہ کون پڑا ہے ..... لیکن لال چین کو یقین ہو گیا میرا یہاں چلا جانا ہی قیامت ہو گیا نہ جاتا تو کبھی خون ریزی نہ ہوتی راستہ بھر اسے اس بات کی خوشی رہی کہ کسی نہ کسی طرح شمس کو راضی ہی کر لیا لیکن یہاں پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کی ساری کوششیں برباد ہو گئیں اس کا منصوبہ غلط ہو گیا۔ اس کی جدوجہد کام نہیں آئی۔

اس نے سوچا جب گھر والے ہی نہیں تو تاج و تخت لیکر کیا کروں گا اس وقت اس کی جو حالت تھی اس کا بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے کل سے اس کے مکان پر جو جو وارداتیں ہوئیں اور جن کا وہ بانی مبانی تھا خیال آتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے جس ہمت کے سہارے وہ ابھی تک کام کرتا تھا۔ اس نے یکبارگی ساتھ چھوڑ دیا چہرہ زرد پڑ گیا زبان خشک ہو گئی۔ جسم تھر تھر کانپنے لگا۔ تمام بدن عرق میں غرق ہو گیا۔ بے چارہ مجبور ہو کر وہیں بیٹھنا چاہتا تھا کہ ایک غلام سامنے سے نکل آیا

غلام کو دیکھ کر لال چین کا نفس ناطقہ تھا۔ خیر لال چین نے اس سے پوچھا کیا

Marfat.com

معاملہ ہے؟ یہ قیامت کیسی اور لوگ کہاں ہیں۔ وہ کیسا ہے؟

غلام۔ کوئی زیادہ فکر کی بات نہیں ہے۔ معاملہ چوکس ہے۔ آپ کی ہدایت کے مطابق سلطان کی سواری قبل طلوع آفتاب یہاں سے روانہ کر دی گئی۔

لال چین۔ یہ تو ہوا مگر کشت و خون کیوں ہوا۔؟

غلام۔ جب سلطان کی سواری محل سے نکلی اور اس کے ہمراہ جانے کے لیے لوگ جمع ہونے لگے خدا جانے کیونکر وزیراعظم کو خبر لگ گئی۔ انہوں نے سب کو ہوشیار کیا۔ سپہ سالار اور دیگر امراء کو ساتھ لے کر سلطان کی سواری پر دھاوا کیا اوہر والے پہلے ہی چاق و چوبند تھے پھر کیا تھا۔ دونوں جانب کے لوگ گتھ گئے۔ تلوار چلنے لگی اور سر اڑنے لگے چونکہ اندھیرا تھا کوئی کسی کو پہچان نہ سکا دس پندرہ آدمیوں کا خون ہو ہی گیا۔

لال چین۔ کس کی اجازت سے تلوار چلی۔

غلام۔ اجازت کس کی جب سلطان کے ہمراہی ڈٹ گئے اور سواری روک لی لاچار ہو کر ہماری طرف کے لوگوں کو تلوار اٹھانا پڑی۔

لال چین۔ خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔ یہ بتاؤ ہمارے محل کی جانب تو ان لوگوں نے دھاوا نہیں کیا۔

غلام ادھر جانے کی کس کو خبر تھی۔ دس پانچ کے سر جدا ہوتے ہوتے لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جدھر جس کے سینگ سمائے بھاگ نکلا۔

لال چین۔ اور لوگ کہاں گئے؟

غلام۔ اس وقت یہاں باہر کا شخص کوئی نہیں گھر والے جہاں تہاں پڑے ہیں سب کے سب بدحواس ہو رہے ہیں۔ گھر والوں نے سب سے یہی کہا۔ ڈاکو آئے تھے مار کاٹ کر بھاگ گئے۔

لال چین۔ یہ عقل مندی کا کام کیا اس لیے میں تجھے انعام دوں گا جاؤ جہاں تک

Marfat.com

جلد ہو سکے اس جگہ کو صاف کرا دو۔

غلام۔ بہت بہتر۔ ابھی انتظام ہوا جاتا ہے میں تو حضور کی راہ دیکھ رہا تھا کہ کیا فرماتے ہیں۔ ابھی لاشیں اٹھوائی جاتی ہیں

لال چین کچھ فکر نہیں۔ سب سے یہی کہو قزاق اور لٹیروں نے شبخون مارا ہے۔ بادشاہ کے ہمراہیوں کو مار کر یہ لوگ سلطان کو کہیں دور لے گئے صبح دربار ہونے کے وقت یہ خبر تمام شہر میں مشتہر ہو جائے۔ اور کاروائی میں ٹھیک کر لوں گا۔

غلام۔ جو حکم

لال چین۔ اصلی راز کوئی غیر آدمی جانتا تو نہیں ہے

غلام۔ جی نہیں بخز ہم لوگوں کے دو چار آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔

لال چین۔ تم لوگوں کی مجھے کوئی پروا نہیں تم لوگوں پر مجھے پورا بھروسہ ہے اور جانتا ہوں ہمیشہ اس راز کو قفل وہاں رکھو گے۔

غلام۔ تن میں جب تک جان ہے تب تک کوئی نہیں جان سکتا۔ مرنے کے بعد جو چاہے ہو۔

لال چین۔ اور لوگ کہاں ہیں

غلام۔ اس وقت یہاں باہر کا کوئی شخص نہیں ہے۔ گھر والے جہاں تہاں پڑے ہیں۔

لال چین۔ اچھا اب جاؤ اور اپنے کام میں لگو۔ پھر پہر دن چڑھے تک یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ جس نے جہاں سنا دست افسوس ملنے لگا۔ اور حیرت کا پتلا بنکر رہ گیا۔ ایک کو دوسرے سے پوچھنے کی ہمت نہ پڑی۔ سب کے سب منتر پڑھے ہوئے۔ سانپ کی طرح کھڑے رہ گئے۔ مگر اس حالت کو دیر تک قیام نہیں رہا دیکھتے دیکھتے تمام شہر میں ماتم ہو گیا کوئی غیاث کی حالت پر آنسو گراتا ہے کوئی وزیر اور سپہ سالار کی بوقت موت پر کف افسوس ملتا ہے۔ کوئی سنگدل قزاقوں کی بیدردی کا رونا روتا ہے

Marfat.com

کوئی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتا ہے کوئی دبی زبان سے لال چین کو گالیاں دیتا ہے کوئی بے خوف و خطر بلند آواز سے بے نقط سناتا ہے کوئی کہتا ہے شدنی ہی ایسی تھی۔ خدا کو منظور ہی تھا۔ کیونکر نہ آفت آتی۔ اندھیرے کے سبب کوئی کسی کو پہچان نہ سکا تھا۔ اس لیے ڈاکہ زنی کی بابت کسی کو شک نہ رہا تھا۔ تمام شہر میں یہ بات پھیل گئی۔ کہ کل شب کو لال چین کے مکان پر ڈاکہ ڈالا گیا لال چین کی جماعت نے لوگوں کے دلوں میں نقش کر دیا۔ ڈاکوؤں کے ہاتھ سے شاہی امراء اور وزیر ہلاک ہو گئے۔ اور سلطان قید میں پڑ گیا۔

ادھر لال چین کی رائے سے غیاث الدین کی تلاش میں ادھر ادھر ملکوں ملکوں جاسوس بھیجے گئے ہیں اس سے بھی لوگوں کو یقین دلایا گیا کہ لال چین کے آدمیوں نے قزاقوں کا خوب سامنا کیا ہو گا۔ چونکہ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بظاہر انہیں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ دنیا میں سب طرح کے لوگ ہیں۔ یہاں کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جس سے سب خوش ہوں یا جسے سب اعلیٰ یا مناسب سمجھیں۔ کسی نے اسے سچ سمجھا۔ اور کسی نے سمجھا۔ دام تزویر بچھا کر شمس کی مدد سے لال چین نے یہ کام کیا ہے اور اب اپنے قصور پر خاک ڈالنے کو یہ جھوٹی خبر اوڑائی گئی ہے۔

لیکن کوئی کر ہی کیا سکتا ہے۔؟ امراء اور وزیر نہ رہنے سے لال چین کی طاقت بڑھ گئی۔ شمس تو اس کے پیچ میں پہلے ہی سے تھا۔ اس لیے لال چین کو اپنی کار دائیوں میں پوری کامیابی ہو گئی۔ شمس ہی وارث تخت قرار دیا گیا۔ لال چین کی مراد بر آئی۔ شمس تخت نشین ہوا۔ اور لال چین نے وزیر اعظم کا خلعت پہنا کیونکہ غیاث ہی کے زمانے میں اس نے طوق غلامی اتار کر پھینک دیا۔ اس کا نام امراء کی فہرست میں درج ہو چکا تھا اس لیے وزارت کی کرسی پر بیٹھنے میں اسے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوئی اور شطرنج کے پیادے کی طرح دیکھتے دیکھتے لال چین غلام سے وزیر اعظم ہو گیا۔ لیکن اسے سیدھی چال چل کر وزارت ملتی ہے اور یہ کاواک اور بھونڈی چال چل کر وزیر بن گیا۔ یہ دنیا ہے اب لال چین کو ہر طرف فتح ہی فتح دیکھائی پڑی۔ اب کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہونے کے سبب اس کے منصوبے کی بیل لہلہا اٹھی۔

دربار عام میں شمس الدین نے تخت پر جلوہ فرمایا۔ مگر بجائے خوشی کے ان کے

Marfat.com

چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی لوگوں کو گمان تھا اس جاں گذر سانحہ سے اس کا دل مضمحل ہے۔ بھائی کے غم میں اس کے دل کی کلی شگفتہ نہیں ہوئی۔ پہلے تو حسب دستور غیاث الدین کے غم میں باقاعدہ ماتم منایا۔ کوئی دوسرا طریقہ بچت کا نہ دیکھ کر شمس الدین کو تخت پر قدم رکھنا ہی پڑا۔ کیونکہ تخت خالی رکھنا بھی مناسب نہ تھا۔ تاج زریں سے سر ڈھکنا پڑا سب کاروائیاں پہلے ہی سے کرلی گئی تھیں۔ اس لیے کہیں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکی۔ شاہی دولت سرا میں خوشی کے باجے بجنے لگے۔ اور شہر میں ایک ساتھ خوشی اور غم منایا جانے لگا۔

ناظرین! لال چین وزارات کی کرسی توڑنے لگا آج ایک بونے نے چاند چھو لیا۔ گیدڑ شیر کے حقوق کو پامال کرنے لگا۔ گناہ ایمان کے راستے کو دبا بیٹھا۔ بد فعلاں کا نتیجہ اچھا ملا۔ ناحق شناسی نے حق شناسی پر فتح پائی کاذب کے رو برو صادق کی دال نہیں گلی۔ نعلیں سر چڑھیں۔ اور تاج زر پاؤں تلے گر پڑا۔

زیر و زبر کا فرق نہ رکھنا زمانے نے
نعلیں سر پر رکھ ولاستار پاؤں میں

سب نقشہ پلٹ گیا۔ کسی کا کچھ نہ زور چلا ملک دکن نے نیا شہنشاہ پایا۔ اور لال چین نے اپنی مراد اسی سے کہہ سکتے ہیں کہ ملک گیروں کو موت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ تخت حکومت کبھی خالی پڑا نہیں رہ سکتا۔

---------- ☆ ○ ☆ ----------

Marfat.com

سلطان غیاث الدین بلبن

پندرھواں باب

ملک مہارا شٹر پر مرہٹوں کا پھریرا لہرا رہا ہے کھونٹ کھونٹ میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ تمام ملک جنگلی پھل پتیوں اور بیلوں سے ڈھکا ہوا ہے پہاڑی سر بفلک قلعے بنے ہوئے ہیں جو کسی زمانے میں سیواجی ایسے بہادر اور اولوالعزم شخص کے دست اقتدار میں آنے والے ہیں۔ ان میں یہ خصوصیت تھی کہ قلیل فوج فراہم کر کے یہ ہزاروں دشمنوں کے چھکے چھڑا کر اپنے نام کا ڈنکا بجا سکتے تھے۔ قلعہ ساگر بھی انہیں قلعوں میں ایک قلعہ ہے۔

دریائے بھیما کے اس پار لب ساحل کے کچھ فاصلے تک بالکل ریگستان ہے اس ریگستان میں پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں ملی جلی رہتی ہیں جن سے چلنے والے مسافروں کے پاؤں زخمی ہو جاتے ہیں۔ کچھ دور آگے چل کر کالے کالے بادلوں کی طرح آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ ملتے ہیں۔ جن کے دامن میں ساکھو۔ شیشم۔ آبنوس اور صندل کے درختوں کا جنگل ہے جن میں غول در غول ہاتھی۔ چیتے۔ بھالو۔ تیندوے درندے جانور پھرا کرتے ہیں۔ کل پہاڑی آبنوس اور چندن کے تختوں سے ڈھکی ہے۔ اس لیے کبھی کبھی جنگلی جانور اوپر بھی چڑھ جاتے ہیں۔

بھیماندی سے ساگر کا قلعہ قریب قریب پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے ایک پتلی سی پگڈنڈی پتھروں کی ناتھتی خارستان سے ہوتی بیابان جنگل کو نکل گئی ہے کہیں پر چڑھاؤ ہے کہیں اتار۔ راہ پتھریلی ہونے سے ہموار نہیں ہے۔ بہ مشکل چار شخص ساتھ چل سکتے ہیں۔ آگے چل کر پگڈنڈی کے دونوں جانب خندق ملتی ہے جب ساگر کا

Marfat.com

قلعہ ایک میل رہ جاتا ہے تب راستہ اور بھی تنگ ہو جاتا ہے چٹان کے ڈھوکے قدم قدم ٹھوکر دیتے ہیں آگے چل کر اونچی دیوار سے بن گئے ہیں اس پتھریلے راستے سے نکلنے پر سامنے ایک چھوٹی سی پہاڑی نظر آتی ہے۔ جو قلعہ ساگر کے نام سے مشہور ہے۔

ساگر قلعہ کا حصار تقریباً" چار میل ہو گا۔ اس کی بلندی اندازاً" سمندر سے چار ہزار فٹ ہو گی۔ اس کے بالائی حصے پر بہت بڑا مرتفع میدان ہے۔ جو جنگل کو صاف کر کے ہزاروں روپے کے صرفہ سے بمشکل بنایا گیا ہے تین طرف سے پہاڑ ڈھلوان ہے جہاں بھیڑ بکری کے بھی پاؤں نہیں ٹک سکتے چوتھی سمت گھنا جنگل ہے جس کے وسط میں ہو کر لہر کھاتا ہوا راستہ اوپر کی جانب نکل گیا ہے۔

انہیں راستوں سے محصور ہونے کے سبب یہ قلعہ بہت مستحکم سمجھا جاتا ہے۔راستہ کو اور پر خطیر بنانے کے لیے ایک عمیق خندق پہاڑی کے دامن میں کھودی گئی ہے اسی سے اس کے پانی میں کمی نہیں۔ ہوتی۔ حالانکہ جنوبی ہند میں چھوٹی ندیاں گرمی کے موسم میں بالکل خشک ہو جاتی ہیں لیکن دریائے بھیجا ہمیشہ بہا کرتا ہے اسی وجہ سے یہ خندق ہمیشہ پانی سے لبریز رہتی ہے۔ قلعہ کے آمدورفت کے لیے ایک چوبی پل ہے جو ضرورت کے وقت لٹکا دیا جاتا ہے اور کام ہو جانے پر کھینچ لیا جاتا ہے۔ قلعہ کی ساخت بالکل نرالی ہے۔ جنوبی دکن کے مندروں اور شوالوں کی طرح اس کی بنیاد بھی زمین دوز ہے چار بلند مینارے پتھر کے ڈھوکوں سے بنائے گئے ہیں زیریں حصے سے صرف یہی مینار اور قلعہ بیرونی دیواریں نظر آتی ہیں۔ مینار پر سرکاری نوکر دور بین لیے چاروں طرف احتیاط کے لیے روزانہ دیکھ لیا کرتے ہیں کہ کوئی غنیم تو نہیں چڑھ آیا کوئی افتاد تو نہیں آنے والی ہے جب خطرہ دیکھتے ہی نقاروں پر چوب دیتے ہیں جس کی بلند آواز تمام قلعہ میں گونج جاتی ہے اور ساکنان قلعہ کو ہوشیار کر دیتی ہے۔

قلعہ کی دیوار باہر سے قریب قریب تین ہاتھی قد بلند ہے لیکن اندر سے ایک ہاتھی قد ہے۔ یہ بہت موٹی چوڑی گھڑے ہوئے پتھروں سے بنی ہے اس دیوار پر سینکڑوں گولے اور پتھر کی سلیں رکھی ہوئی ہیں جنہیں نیچے گرنے سے روک لینے کے لیے چھوٹے چھوٹے پتھروں کا سہارا دیے دیا گیا ہے اوپر سے گرانے کے لیے تھوڑی

Marfat.com

سی بارود کی ضرورت پڑتی ہے۔

جسے جڑ میں دے کر بتی لگا دیتے ہیں۔ اور دیوار اور پہاڑ ڈھالو ہونے کے سبب بڑے شدو مد سے غنیم کے حملوں کو روک لیتے ہیں بارود دستیاب نہ ہونے پر بھی یہ پتھر کے ڈھوکے نیچے گرائے جا سکتے ہیں۔ راستے پر خاص کر زیادہ رکھ دیئے گئے ہیں ایک سل سے سینکڑوں آدمی ضائع ہو سکتے ہیں۔ اور ضرورت پڑنے پر انہیں پسیا کر راستہ بھی بند کر لیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص ہمت کر کے خندق پار ہو جائے اور پیچیدہ راستے سے ہوتا ہوا اوپر پہنچ بھی جائے اور اسے صرف بلند دیوار ملے گی کیونکہ قلعہ کا بلند و بالا پھاٹک بھی اس طریقے سے بنایا گیا ہے کہ دیوار اور پھاٹک ایک دکھائی دیتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا۔ کہ پھاٹک کا منہ کس طرف ہے۔

قلعہ کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے۔ قلعہ دار کی اجازت بغیر کوئی اجنبی یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ چار سنتری ہر وقت پہرہ دیا کرتے ہیں قلعے کا اندرونی حصہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ ایک جانب شاہی محل یعنی راجدھانی جہاں حکمران رہتا ہے۔ اس میں تمام آرائش کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ جب راجہ یا حاکم اس قلعہ میں آتا ہے اسی میں قیام کرتا ہے دوسرے حصے میں فوج رہتی ہے۔ ہر ایک نوجوان کے لیے ایک ایک چھوٹی سی کوٹھری بنی ہے۔ تیسرے حصے میں میگزین اور اسلحہ ہے اور یہیں غلہ وغیرہ۔ کھانے پینے کی چیزیں رہتی ہیں اور چوتھے حصے میں مجرموں کے رہنے کی جگہ ہے اصطبل اور فیل خانہ بھی ہے۔

قید خانے کی پشت پر وسیع میدان ہے جس میں باجرے کی کاشت ہوتی ہے یہاں کے فوجی سپاہی کی خوراک باجرے ہی پر منحصر ہے۔ چوڑی چوڑی سڑکیں قلعہ کے اندر پھیلتی چلی گئی ہیں۔ قلعہ کے اندر کئی آبشار ہیں جن سے پانی صرف چھ مہینے ملتا ہے۔ موسم گرما میں خشک ہو جاتے ہیں اس وقت کنوؤں سے انتظام کر لیا جاتا ہے کنویں بھی یہاں کے بہت عمیق ہیں اور نیچے کی خندق سے ان کا تعلق ہے اسی وجہ سے دریائے بھیما کا تر و تازہ اور صاف و شیریں پانی ہمیشہ پینے کو ملتا ہے۔ اگر غنیم کی فوج اس قلعہ کو سینکڑوں برس تک محاصرہ کیے پڑی رہے۔ یہاں غلہ اور پانی کی کمی

Marfat.com

نہیں ہو سکتی کیونکہ باجرا بکرث ہوتا ہے۔ گیہوں کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہزاروں من غلہ ہر سال یونہی بھر لیا جاتا ہے اور پانی کی کمی ہی نہیں اس قلعہ میں تقریباً" دو سو سپاہی ہمیشہ بنے رہتے ہیں ان کا خاص ہتھیار تیر کمان ہے مگر جب کسی مہم پر جاتے ہیں تو ڈھال تلوار اور برچھا بھی ساتھ لے جاتے ہیں یہ زرہ بکتر نہیں پہنتے۔ کیونکہ انہیں میدان رزم میں نکل کر جنگ کرنے کی نوبت کبھی آتی نہیں۔

قلعہ کی دیواروں میں جا بجا سوارخ ہیں۔ انہیں سوراخوں سے تیر انداز تیر چلاتے ہیں۔ اور مخالف کی فوج کو پسپا کر دیتے ہیں۔

کہیں بدقسمتی سے قلعہ کے اندر غنیم گھس آئے تو پناہ لینے کے لیے ایک قلعہ اور بھی ہے۔ اس میں جانے کے لیے ایک پوشیدہ راستہ ہے۔ جو ایک چاہ سے ہوتا ہوا اس قلعہ تک پہنچ گیا ہے۔ اسی قلعہ سے باہر جانے کو ایک سرنگ ہے اس سرنگ سے قلعہ کے باہر بھی ہو سکتا ہے اور دشمن کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ بھاگنے والا کدھر سے بھاگ گیا۔

قلعہ کے جس حصہ میں اسلحہ خانہ اور مودی خانہ ہے وہاں سخت پہرہ رہتا ہے دس سنتری ہر وقت برہنہ شمیر پہرا دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح جیل پر بھی دس بہتر سپاہیوں کی ڈیوٹی لگی رہتی ہے۔ معمولی قیدیوں کے لیے علیحدہ قید خانہ ہے ایک قیدی کو ایک ایک کوٹھی چار ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ چوڑی ملتی ہے۔ جن کے دروازوں میں ہر وقت قفل بند رہتا ہے۔اور بھاری قیدیوں کے لیے جدا جیل بنائی گئی ہے۔

جس جیل کا ذکر اوپر کر آئے ہیں۔ ان کے محاذ پر ایک کمرہ ہے یہیں پر قلعہ دار کی زیادہ تر نشست رہتی ہے اسی کمرے میں ایک پتھر کی چوکی رکھی ہے۔ اس میں ایک کڑی لگی ہے دراصل یہ ایک دروازہ ہے جسے اٹھانے پر نیچے کی سیڑھیاں ملتی ہیں۔ قریب قریب چالیس فٹ نیچے اترنے کے بعد آدمی ایک کمرہ میں داخل ہوتا ہے یہاں بالکل اندھیرا ہے یہیں سے چاروں طرف جانے کے لیے چار دروازے ہیں۔ ان دروازوں کے بعد ایک راہ ملتی ہے جس کے دونوں جانب چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہیں یہ بھی چار ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ چوری اور تین ہاتھ اونچی تھی۔ ان تمام کوٹھریوں میں پیال بچھا ہوا ہے دوپہر کے وقت بھی یہاں آنے سے روشنی کی ضرورت پڑتی ہے یہاں

Marfat.com

انسان کو بجز سیاہ سیاہ پتھر اور ظلمت کی کملی کے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ شاید قدرت کی خوش ادائیاں یہاں دیکھنے میں نہیں آتیں۔ جن سے خواہ مخواہ دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ آفتاب کا سنہرا کلس یہاں نظر نہیں آتا۔ ماہتاب کی دلکش کرنیں یہاں نہیں جھانکتی ہیں۔ ستارے اس ظلمت کدہ میں نہیں چمکتے۔ عرش بریں کا جلوہ یہاں نہیں۔ اسی طرح کی ایک کوٹھری میں نابینا شہنشاہ غیاث الدین قیدی بنا کر یہاں ڈال دیا گیا ہے۔

قیدی کی صعوبتیں اس کے نازک دل سے اٹھائی نہیں جاتی کملی ہوا کا محتاج قیدی بستر مرگ پر لیٹے لیٹے قسمت کے نوشتے پر آنسو بہا رہا ہے۔ حسرت دیاس کی بھیانک تصویر کلیجہ نکالے لیتی ہے۔ دل بھرا آتا ہے۔ اپنے دل کے صحیح جذبات کا قصہ کہے تو کس سے کہے۔ کون سننے والا ہے۔ پچھلی باتیں یاد کر کے جسم کا خون ابلا پڑتا ہے۔ رنج و غم کا دائرہ چاروں طرف سے محیط ہوتا جاتا ہے۔ نہ کوئی مونس ہے۔ نہ غمخوار ہے۔ چشم خونباز سے جن میں دیدے تک نہیں۔ لہو کی بوندیں گر رہی ہیں۔ جو کھانے کو ملتا ہے۔ گلے سے نہیں اترتا تھا۔ دن بدن لاغر ہوتا جاتا تھا کبھی اٹھتا کبھی بیٹھتا۔ کبھی سسکتا کبھی چیخ اٹھتا۔ کبھی سرد آہ بھرتا اور کبھی خون کے آنسو گراتا۔ جب کسی طرح اپنے تئیں سنبھال نہ سکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہائے میری طرح دنیا میں کسی کو ایسی ذلت نہ ہوئی ہوگی۔ ہائے کس چکر میں پڑ گیا۔ معلوم نہیں کس زشت اعمال کا پھل مل رہا ہے۔ کون جانتا ہے۔ اس عمر میں یہ نوشتہ تقدیر ہے کیا تھا کیا ہو گیا۔ کہاں حکومت ثروت۔ تاج و تخت جواہر نگار مسہریوں کے پلنگ اور کہاں خس و خاشاک سے بھری ہوئی زمین کہاں وہ خوش ذائقہ طعام۔ کہاں یہ سوکھی۔ سڑی روٹیاں کیا جانے اب کس واسطے جان نہیں نکلتی۔ معلوم ہوتا ہے ابھی اور خرابیاں ہونے والی ہیں۔ حیات باقی ہے ورنہ یہ بحرفتار فلک مجھے کیوں جلاتا۔ بھلا کوئی کہہ سکتا کہ جنوبی ہند کا شہنشاہ اس عمر میں قید کی اذیتیں اٹھائے گا جب تک عنان حکومت ہاتھ میں تھی۔ سب تابع فرمان تھے۔ میرے نام سے لوگوں کی روح نکلتی تھی اور اب کوئی بات نہیں پوچھتا۔ قید میں پڑا ہوا زنجیر کھڑکھڑا رہا ہوں اور کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا جس کے پاس بیٹھنے کو لوگ ترستے تھے۔ آج اس کے قریب کوئی بھول کر بھی نہیں پھٹکتا۔

Marfat.com

کیوں؟ میں نے کیا کیا کس کا نعم البدل مجھے یہ مل رہا ہے۔ دنیا نہیں جانتی۔ مگر میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میری یہ حالت لال چین نے کر دی۔ خلاف انصاف میں نے کوئی کام نہیں کیا تھا لال چین سے مجھے کوئی خصومت نہ تھی۔ پھر کیوں اس حالت کو پہنچایا گیا۔ اس کی دختر پر میری نظر ضروری پڑی تھی۔ اس جرم کی ایسی سخت سزا۔ میں خود تو اس کے پاس نہیں گیا تھا۔ پھر کیوں پھر کیوں اس عذاب میں مبتلا ہوا۔ وہ کیوں میری نگاہ میں پڑی جس طرح شکاری جال ڈال کر مچھلیاں پکڑ لیتا ہے۔ لال چین نے وہی وطیرہ اختیار کر کے مجھے جال کے اندر پھنسا لیا۔ جس طرح بین بجا کر شکاری سانپ کو پکڑ لیتا ہے۔ لال چین نے اسی ڈھنگ سے مجھے گرفتار کر لیا۔ جو ہو۔ کیا اس دنیا میں میرا کوئی غمگسار باقی نہیں رہا۔ ہائے بھائی شمس! تیرا میں نے کیا بگاڑا تو بھی میری خبر نہیں لیتا۔ یہ میرا خیال غلط ہے کہ تو میری خبر نہ لے گا۔ میرے ہٹ آنے سے تو تاج و تخت کا مالک بن گیا ہو گا۔ میرے لئے تجھے کیوں فکر ہونے لگی۔

ہائے بھائی نے مجھے حال ابتر چھوڑ دیا
روح نے جسم کو اور خون نے جگر چھوڑ دیا
گھر سے دھکے دیئے اور خاک بسر چھوڑ دیا
چشم الفت نے بھی اب پاس نظر چھوڑ دیا

اور چھوڑے کیوں نہیں شاہی خاندان کی اولادوں میں محبت کا ولولہ نہیں ہوتا جتنے ہیں سب مطلب کے آشنا ہیں۔ سب بادشاہ کی جان کے دشمن سب خوشامدی دغا باز جب یہ دستور ہے تو شمس دستور کے خلاف کیوں چلنے لگا اور یہ بھی نہیں جان سکتا کہ میرے بارے میں اس سے کہا کیا گیا یہ قیاس میں نہیں۔ کہ میرا پتہ اسے دیا گیا ہو وزیر ہوں اور سلطنت کے نزدیک جیسا میں ویسا شمس۔ انہیں اس سے کیا غرض۔ کوئی تخت نشین ہو۔ بادشاہ نہ سہی۔ بادشاہ کا بھائی سہی اے کار ساز حقیقی۔ اے دین دنیا کے مالک مجھ پر نا قابل برداشت عذاب کیوں نازل ہوئے رحم کر' رحم کا مستحق ہوں۔ سب تخت و تاج ہاتھ سے گیا بلا سے گیا۔ آنکھیں قائم رہتیں تو سب کچھ موجود تھا۔ آنکھیں ہوتیں تو مجھے کچھ پروا نہ تھی۔ اگر لوگ کہتے تہمد باندھ کر یہاں سے نکل جا اور صحرا نشینی اختیار کر۔ اس ناز و نعم اور عیش و آرام کا تو مستحق نہیں ہے۔ تو واللہ

Marfat.com

میں کبھی عذر نہ کرتا۔ تاج و تخت سے دستکش ہو کر جنگل جنگل پھرنا گوارا کر لیتا۔

ہائے میرے لئے دن رات میں کوئی فرق نہیں رہا آفتاب نکلتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔ ماہتاب طلوع ہو کر غروب ہو جاتا ہے۔ ستارے بزم فلک کی شان بڑھا کر غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن میرے لئے اس ظلمت کدہ کی اندھیری رات کا کبھی سویرا نہیں۔ یہ اتنی بڑی رات ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ اب بزم فلک کی جلوہ آرائیاں دیکھنے میں نہ آئیں گی۔ افسوس آنکھوں کے ساتھ دنیا کے سین بھی جاتے رہے۔ معلوم نہیں آسمان ہے بھی۔ چاند سورج کی جلوہ آرائیاں ہوتی ہیں یا نہیں دریا پہاڑ۔ باغ بغیچوں کی بہار کالعدم ہو گئی۔ تاروں کی آب و تاب جاتی رہی آفتاب ڈوب گیا۔ چاند چھپ گیا۔ ساری دنیا کے چراغ گل ہو گئے۔ بالکل تیرہ و تار عالم ہو گیا ہے۔ بساط گیتی پر ظلمت کی کملی بچھی ہوئی ہے۔ جہنم کی سیاہی پھیلی ہوئی ہے۔ تیر از کمان رفتہ کا معاملہ ہے۔ جو گیا واپس نہیں آتا۔ جو شئے ہاتھ سے نکل گئی پھر ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اب آنکھوں میں نور ہونے کا نہیں۔ اے رب جلیل دیدۂ باطنی ہی کھولدے۔ تاکہ دل کے اندر تیرا نورانی جلوہ دیکھ سکوں۔ تیرے ہی جلوے سے دنیا کا انتظام ہو رہا ہے ہائے مرغ پر شکستہ کی طرح تڑپ رہا ہوں۔ اے سیر گاہ دنیا تیری طرف سے دل منقبض ہو گیا۔ اب تجھ پر آنکھ اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ اب جاہ و چشم کی طرف طبیعت رجوع نہیں ہوتی۔ اب تو ملک الموت کا انتظار ہے اے خدا اس سے تو کہیں اچھا تھا کہ غریب کے گھر پیدا ہوتا۔ آنکھیں تو نہ جاتیں۔ ظالم ستم گر کے دست برد سے تو بچتا۔ افسوس کرنے سے ہوتا کیا ہے۔ بجز موت کے ان روح فرسا صدموں سے بچنا محال ہے۔ موت ہی ان مصائب سے بچا سکتی ہے۔ کمبخت موت بھی نہیں آتی۔ مروں تو کس طرح مروں مرنا بھی اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر کیوں اس قید محن سے نجات مل سکتی ہے۔ اس زندگی میں یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ افسوس یہ بھی معلوم نہیں کہ دنیا کے کس گوشہ میں پڑا ہوا ہوں۔ یہ مقام کون ہے یہاں کا مالک کون ہے کن بیدرد گردوں کے ہاتھوں میں پڑا ہوں۔ یہ جگہ کون ہے یہاں مجھے کھانا کون دے جاتا ہے۔ البتہ یہ معلوم ہو گیا یہ دارالخلافت نہیں ہے۔ یہ کوئی اور مقام ہے۔ مجھے بہت دور تک پالکی میں آنا پڑا ہے۔ وہاں تو مجھے، ظالموں کے ہاتھوں سے

Marfat.com

چھڑا لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن جب قسمت بگڑتی ہے۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی خدا جانے لال چین نے میرے حق میں کیا کیا۔ زہر اگلے اور کیا کہہ کر لوگوں کا اطمینان کر دیا معلوم ہو گیا کہ اس دارالمحن میں اپنا کوئی نہیں۔ اگر کوئی میری مدد بھی کرنا چاہے تو کیونکر کر سکتا ہے۔ اے ذات ذوالجلال اب تو گزندوں سے نجات دے تکلیف حد سے باہر ہو گئی۔ بجز تیرے مجھے اور کوئی ان بلاؤں سے نجات نہیں دلا سکتا۔ مصیبت میں کام آنے والا تو ہی ہے۔ بے کسوں کی فریاد سننے والا تو ہی ہے غربت زدوں کی حالت پر ترس کھانے والا بھی تو ہی ہے رحم کر رحم کر رحم یزدانی کا مستحق ہوں۔۔

کشتی نوح کو دریا سے نکالا تو نے
چشم یعقوب کو بخشا ہے اجالا تو نے
میں بھی اک بندہ ناچیز ہوں حقا تیرا
گو گنہگار ہوں۔ رکھتا ہوں بھروسا تیرا

اس عمر میں مجھ سے کوئی عظیم گناہ ہو گیا ہے۔ تو اس کفارہ بھی ہو گیا۔ آنکھیں نذر کر دیں قید کی ناقابل برداشت مصیبتیں جھیلیں۔ رنج و غم کے دریا میں غوطے کھائے۔ عیش گاہ دنیا سے علیحدہ کر کے اس گوشہ تاریک میں ڈال دیا گیا۔اب زیادہ ستانا اچھا نہیں جس طرح ہو حال زار پر ترس کھا اور اپنے عبد ذلیل کی خبر لے دولت۔ حکومت۔ ثروت سب چھن گئی۔ لطف زندگی جاتے رہے۔ اب مجھے کوئی ہوس بھی نہیں ہے۔ موت کا طالب ہوں۔ زندگی وبال ہو رہی ہے قابض ارواح کو جلد بھیج اور حکم کر کہ اس ناچیز بندے کی جان جلد سے جلد نکال لے۔۔

ایک میری جان ہے اور ہزاروں آزار ہیں
دیکھتا ہوں جس طرف افکار ہی افکار ہیں
کیا کہوں میری کوئی تدبیر چل سکتی نہیں
جان اسدم علائق سے نکل سکتی نہیں

اتنے میں ایک شخص مٹی کے پیالے میں دال اور چار روٹیاں لے کر آیا۔

Marfat.com

روٹیوں کی رکابی اور دال کا پیالہ سامنے رکھ کر بولا۔

قیدی کھانا رکھا ہے جی چاہے۔ زہر مار کر لے۔ غیاث نے کوئی جواب نہ دیا۔ اندھی آنکھوں سے اشک کی طغیانی ہوئی۔ قیدی کو روتا دیکھ کر آنے والے نے پوچھا۔ روتے کیوں ہو کچھ کھالو۔

غیاث۔ اشتہا ہی نہیں کیا کھالوں۔

آنیوالا۔ فاقے کر کے کتنے دن رہو گے۔ بغیر کھائے بھلا کون رہ سکتا ہے۔ کیونکر زندہ رہو گے۔ مرنہ جاؤ گے۔

غیاث۔ ایسی زندگی کو حرام سمجھتا ہوں۔

آنیوالا۔ آپ کی حالت دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے کروں تو کیا کروں۔ کوئی قابو نہیں۔

غیاث۔ اے غمخوار اجنبی۔ میں تجھے نہیں پہنچانتا اور نہ دیکھ ہی سکتا ہوں۔ شاید تیرا دل درد آشنا ہے۔ تو عاجز و مجبوروں پر ترس کھاتا ہے۔ اے خدا کے بھیجے ہوئے بندے تیری باتوں سے رحم ظاہر ہو گیا ہے آج تک اتنا بھی پوچھنے والا نہیں ملا۔ کیا میرے درد اور اضطراب کی حکایتیں سننے کی تجھ میں تاب ہے۔

آنیوالا۔ زیادہ گفتگو کرنے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔ تیری حالت دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکا اور اسی وجہ سے پوچھ بیٹھا اب کچھ نہ کہو زیادہ ٹھہر بھی نہیں سکتا۔

غیاث۔ میں کیا کہوں گا اور کہ کر کروں گا کیا۔ افسوس ایک دن وہ تھا۔ کہ عنان سلطنت ہاتھ میں تھی۔ امراء تابع فرمان تھے میرا چہرہ دیکھا کرتے تھے۔ اور متمنی رہتے تھے۔ کہ ظل سبحانی مجھ سے مخاطب ہو جائیں تو میرا پایہ بلند ہو جائے تم نہیں جانتے ہو میں سمجھتا ہوں تم کو میری حقیقت معلوم نہیں تم سے کسی نے کہا ہی نہ ہو گا ہائے میں ناشدنی قسمت کا ستایا ملک دکن کا ممتاز شہنشاہ ہوں۔ بدنفس حاسد نے جال میں پھنسا کر یہ حال کر دیا جس طرح ہندو قربانی کے بکرے کی گردن پر جب تلوار اٹھاتے ہیں اس کے سامنے کھانے کی چیز رکھ دیتے ہیں۔ وہ بے بھرم کھاتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ

Marfat.com

نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے اسی طرح میری گردن پر بھی چھری چلائی گئی۔ جس طرح چڑیمار دانہ چھوڑ کر چڑیوں کو جال میں پھانستا ہے۔ اسی طرح دعوت میں شریک کر کے شیطان لال چین نے میری آنکھیں نکال لیں اس نے سمجھا کسی نے دیکھا نہیں کسی پر راز افشا نہ ہو گا مگر اسے سمجھنا چاہیے تھا کہ کاتب اعمال سے کچھ پوشیدہ نہیں رہتا۔ وہ سب دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ انسان کی آنکھوں میں کوئی خاک ڈال دے تو ڈالدے لیکن خدا سمیع و بصیر ہے اس کے آگے کچھ چھپ نہیں سکتا۔ آفتاب۔ ماہتاب۔ ستارے ہوا۔ پانی۔ مٹی اور اپنی روح یہ سب ایسے گواہ ہیں کہ ان سے انسان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ بدقسمت انسان کوئی بھاری قصور کر کے جھوٹی شہادت دلوا کر انصاف کے پنجے سے چاہے اپنے تئیں بچا لے جائے۔ لیکن روح کے زہریلے دانتوں سے کوئی گناہ کا مرتکب خود کو کیوں کر بچا سکتا ہے۔ ہاں ہاں میں خوب سمجھ گیا۔ کہ اس طبق دنیا میں لال چین کو سزا دینے والا اب کوئی نہیں ہے۔ دیکھنا ہے دارو محشر کے سامنے کیونکر اپنے تئیں بچا سکتا ہے اس دن کہاں چھپے گا۔ دل جل رہا ہے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے اگر اس وقت لال چین میرے روبرو ہوتا تو دیکھتا کہ وہ میرے ہاتھوں سے کیا اور کیسی تعلیم پاتا۔ بس یہی دل چاہتا ہے۔

بھونک دوں شمشیر قبضے تک دل ناپاک میں
توڑ دوں سر تھوکدوں منہ پر ملاؤں خاک میں

مگر خدا جانے یہ عقل۔ یہ ہمت۔ یہ ڈنڈبلوں کی طاقت کلیجے کی قوت اس وقت کہاں رفو چکر ہو گئی تھی۔ لال چین میرے سامنے سر نیچا لے کر کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت کیا کسی نے مجھ پر اسم دم کر دیا تھا۔

کیا لال چین یہاں آیا ہے تم اسے پہنچانتے ہو

آنیوالا۔ نہیں جہاں پناہ

غیاث۔ کیا مجھے چڑھاتے ہو۔ گرے کو لات مارنا مجبور خستہ پر زبردستی کرنا اور اس کی ہنسی اڑانا کیا اچھی بات ہے؟

آنیوالا۔ آپ اس خیال میں نہ پڑیں میں غلام ہوں آقا کی خدمت کرنا میرا فرض

Marfat.com

ہے میں سفلہ کمینہ نہیں حق شناس ہوں اپنے آقا کو تکلیف میں دیکھ کر اس پر خدہ کروں جہاں پناہ کو جس دم دیکھا تھا۔ اسی دم تاڑ لیا تھا حضور کہیں کے والی ملک ہیں لیکن ہمت نہ پڑتی تھی کہ حضور سے ہمکلام ہو کر کچھ استفسار کروں۔ آپ سے گفتگو کرنے کی مجھے اجازت نہ تھی۔ یہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں مگر آپ کی ناقابل حالت مجھ سے دیکھی نہیں گئی۔ اور اسی وجہ تابعدار کو آپ سے مخاطب ہونے کی ترغیب دی۔ افسوس میں نے آکر پچھلی باتوں کی یاد دلا دی۔ جلتی ہوئی آگ پر روغن ڈال دیا۔ دیرینہ قصے کی یاد دلانا گویا مار خفتہ کو ٹھوکر مار کر جگانا ہے۔ ہائے ان چرکوں پر میں نے اور نشتر کیوں دیا۔ ان زخموں کا مرہم میرے پاس نہیں ہے۔ اگر اجازت ہو تو جاؤں۔ میرے کھڑے رہنے سے اور طبیعت بھر آئے گی۔

غیاث۔ اگر کسی بلا کے نازل ہونے کا خدشہ نہ ہو تو کچھ دیر اور ٹھہرو۔ تم سے دو چار باتیں کرنے سے کلیجہ کی ہوک کسی قدر کم ہو گئی۔

اجنبی۔ حضور فکر نہ کریں آپ کے روبرو اس بات کا اقرار کرتا ہوں جہاں تک مجھ سے ممکن ہو گا حضور کی مدد کروں گا اور پیر و مرشد جب چاہیں اپنے دکھے ہوئے دل کی حکایت کہیں۔ تابعدار سنے گا اور جہاں تک ہو گا آپ کی کفالت کرے گا۔ نوکری بلا سے جائے۔ اس کا غم نہیں۔ سزا ملے اس کی پروا نہیں۔ مگر بندہ آپ کا ساتھ تا دم مرگ چھوڑنے کا نہیں۔ دن سب کے برابر نہیں جاتے رنج و راحت دونوں کو زوال ہے۔ کوئی دیرپا نہیں کیسی بھیانک رات کیوں نہ ہو اس کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔ کسی حالت کو قرار نہیں پیر و مرشد طبیعت چاق کریں دل کو تقویت دیں۔ ایک نہ ایک دن کل تکلیفوں کا خاتمہ ہے۔ زخم مندمل ہوں گے خوشی کی رات جلوہ گر ہو گی۔ اس حالت میں کبھی پڑے نہیں رہ سکتے۔

غیاث۔ نہیں میری بدبختی کا تارا غروب نہیں ہو سکتا۔

اجنبی سنئے آپ ایک قلعہ میں قید ہیں۔ یہاں سے نکلنا آپ کے لیے ناممکن ہے لیکن آج سے فدوی آپ کو نکال لے جانے کی فکر کرے گا۔ اور انشاء اللہ نکال لے جائے گا۔

Marfat.com

غیاث۔ خدا تمہارا بھلا کرے اور میں کیا کہوں؟
مجھ میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ زبان سے شکریہ ہی ادا کر دوں مجھ سے کسی قسم کی پاداش مل نہیں سکتی میں بے دست و پا ہوں اور پھر نابینا کیا دے کر تمہیں خوش کروں۔ آنکھ کے ساتھ ہی دولت۔ ثروت اور حکومت سب چھین گئی کاش باہر نکلا مگر امید نہیں کہ تاج و تخت کا مالک بن جاؤں۔ اور تمہاری اس خدمت کا نعم البدل ادا کر سکوں۔ بہر حال مجھے یہاں سے نکلنے پر بھی راحت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دنیا میں اب میرے لیے بالشت بھر زمین بھی نہیں ہے۔

اجنبی۔ جیسا ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔ اس وقت آپ کچھ کھا لیں۔ آج روکھی سوکھی ہیں انہیں پر بسر اوقات کیجئے کل سے انشاء اللہ کسی قدر مزیدار کھانا ملے گا۔ مگر یاد رہے میرے ساتھ جو باتیں ہوئی ہیں کسی حالت میں خبردار کسی سے مت کہئے گا۔ ورنہ آپ اور ہم دونوں عقوبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔

غیاث۔ بھلا یہ کہنے کی بات ہے۔

اجنبی۔ خیر اب جاتا ہوں کبھی کبھی آپ سے مل لیا کروں گا۔ آپ نے مجھے دیکھا نہیں۔ لیکن لب و لہجہ سے مجھے پہچان لیجئے۔ تاکہ کبھی دھوکا نہ ہو

غیاث۔ گو آنکھیں نہیں ہیں۔ آواز تو سینے میں اتری ہوئی ہے اس لیے کبھی بھول نہیں سکتا جب سے نابینا ہوا ہوں۔ میرے حواس کی طاقتوں میں اضافہ ہو گیا ہے اس کے علاوہ دل کو دل پہچانتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں؟ ۔

کوئی نفرت سے بھی مجھ پر نظر نہ کرتا ہے
نام سے میرے جہنم بھی حذر کرتا ہے

اجنبی صبر کیجئے کسی موقع پر پھر ملوں گا۔
یہ کہہ کر اجنبی یہاں سے چلا گیا۔ اور غیاث اس خاکدان تیرہ میں تنہا رہ گیا۔

☆○☆

Marfat.com

سولھواں باب

قلعہ ساگر سے میل بھر کے فاصلے پر گھنے جنگل میں ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی۔ یہ کوٹھری ٹوٹے پھوٹے پتھروں کے ڈھیروں پر بنی ہوئی تھی۔ اس ٹیلے سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت بادلی بھی تھی۔ یہاں آ کر صحرائی جانور پانی پیا کرتے تھے۔ اس خوش منظر مقام میں مسلمان فقیر نے اپنی جھونپڑی ڈالی ہوئی تھی۔ اس خدا پرست فقیر کی کمالیت کا چرچا قرب و جوار میں پھیلا ہوا تھا لوگ کہتے تھے۔ بڑے کامل درویش ہیں۔ آئندہ و گذشتہ حالات خوب بتاتے ہیں۔ جب کبھی اپنا دریائی نارجیل لے کر آبادی میں نکل پڑتے ہیں۔ سینکڑوں آدمیوں کی بھیڑ ساتھ ہو لیتی ہے سب ان کی خاک پاکو سر آنکھوں پر ملتے ہیں خدا اسے برتر کے دھیان میں ہر وقت محو۔ نور یزدانی کی جھلک میں ہر وقت مستغرق۔ بغض و حسد کبر و نخوت ان کے پاس پھٹکتی نہیں۔ یا رب اب کب تک ان کا تکیہ کلام تھا امیر امراء غریب۔ دھنی۔ مہاجن۔ جتنے ہیں سب اس باکمال بزرگ کے معتقد تھے۔ ان کی دعا لینے کی سب کو تمنا تھی۔ بسنت رت کی موسمی ہوائیں جنگل میں بہ رہی تھیں۔ درخت پرانی پوشاک اتار کر نئی پوشاک پہن رہے تھے۔ طرح طرح کے جنگلی پھولوں سے درخت لدے ہوئے تھے۔ جن کی خوشبو سے جنگل مہک اٹھا تھا۔ طرح طرح کے جنگلی جانور درختوں پر بیٹھے تھے۔ زمزمہ سرائی میں مشغول تھے۔ بھنورے پھولوں پر گونج رہے تھے۔ گھنی گھنی جھاڑیوں میں چوپائے ہرن پاڑھے اور نیل گائے وغیرہ کلیلیں کرتے پھرتے تھے۔

ایک دن شام کے وقت شیرافگن نام کا سپاہی فقیر کے پاس آیا۔ اس وقت باکمال فقیر بادلی کے ساحل پر بیٹھے ہوئے تھے مچھلیوں کی بہار دیکھ دیکھ کر خود بخود مسکرا رہے تھے ٹھنڈی ہوا معشوقانہ انداز سے چل رہی تھی۔ مرغان خوش الحان درختوں پر چہچہا رہے تھے۔ پاس ہی ہرن کے بچے اچھل کود کر چھلانگیں بھرتے چلے جا رہے تھے۔ صحرا نشین ہونے پر بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ بزرگ باخدا اپنے مکان میں بیٹھا ہے اپنے عیال و اطفال کا لطف اٹھا رہا ہے۔ قریب پہنچ کر شیرافگن شاہ صاحب کے آگے سرادب خم کر کے خاموش بیٹھ گیا۔ لیکن شاہ صاحب اپنے خیال میں ایسا محو تھے کہ انہیں اس جوان کے آنے کی خبر نہ ہوئی کچھ دیر بعد سرد آہ بھر کر فقیر نے کہا۔

Marfat.com

"یارب کب تک" اور ساتھ ہی ساتھ ان کی نگاہ شیرافگن کی طرف اٹھ گئی۔ دعا دیکر شاہ صاحب نے فرمایا آپ یہاں کتنے عرصے سے آئے ہیں۔ مجھے آپ کا آنا معلوم ہی نہیں ہوا۔

شیرافگن۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا

فقیر۔ سب خیریت ہے

شیرافگن۔ پیر مرشد کی عنایت ہے

فقیر۔ رب کے ہاتھ سب کچھ ہے۔ اس کی رحمت پر سب منحصر ہے۔ انسان کے کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی کی یاد کرو۔ وہ قہار و جبار ہے۔ وہ کریم و رحیم ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

شیرافگن۔ دنیا داروں سے اس کی عبادت نہیں ہو سکتی آپ ایسے بزرگ باکمال نہ ہوں تو ہم لوگوں کا تھل بیڑا نہ لگے۔

فقیر۔ خدا سب کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔ اس کی رحمت سے سب کچھ ہو جاتا ہے دنیا سے اتنا کیوں خوف کھاتے ہو یہ بھی اسی قادر مطلق کی ساختہ ہے یہاں کی دلچسپیاں دیکھ کر اس کی قدرت نظر آتی ہے۔ خواہ مخواہ دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔ میں نہیں جانتا کیوں لوگ دنیا کی مذمت کرتے ہیں اور خدا کی ہستی کے قائل نہیں ہوتے ہم لوگ دنیا کا تماشا دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ دنیا کے پیچھے دوڑنے کے لیے نہیں۔

شیرافگن۔ حضور قصور معاف ہو میں سمجھ نہیں سکا۔

فقیر۔ تم نے ناٹک دیکھا ہے۔ سنتے ہیں ناٹک کے سین دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوتے ہیں۔ وجد کی حالت میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں دیکھ کر تمہارے ساتھ والے انسان ہی روپ بدل کر تمہاری دلچسپی کے لیے ناچتے گاتے ہیں اور تمہیں رجھاتے ہیں۔ روتے بھی ہیں ہنستے بھی ہیں مرتے بھی ہیں پیدا بھی ہوتے ہیں کیا انھیں بھی تمہاری ہی طرح لطف ملتا ہے۔ کیا جس نظر سے تم انہیں دیکھتے ہو۔ اسی نظر سے وہ

Marfat.com

بھی تم پر نظر ڈالتے ہیں۔

شیرافگن۔ نہیں

فقیر۔ کیوں

فقیر۔ اپنی شکم پروری کے لیے اپنی تن آسانی کے لیے ویسا کام کرنا پڑتا ہے وہ دیکھاتے ہیں ہم دیکھتے ہیں وہ کھیل کھیلنے کا سانچہ ہیں ہم تماشائی ہیں وہ اپنی حالت جانتے ہیں۔ ہم ان کی حالت سے نابلد ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ حکمران ہیں۔ والی ملک ہیں اور اس کے کاموں سے کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی ناخوش مگر وہ اپنے تئیں حکمران نہیں سمجھتا وہ جانتا ہے میں معمولی انسان پیٹ کے لیے ایسے کرتب دکھا رہا ہوں

فقیر۔ سچ ہے۔ یہی حالت دنیاداروں کی ہے تماشا دیکھنے کے بجائے خود تماشائی بن جاتے ہیں۔ خود دنیا کے اسٹیج پر کھیلنے لگتے ہیں۔ اسی سے وہ رنج و محن میں پھنسے رہتے ہیں۔ دنیا کا بازی گر کون ہے۔ رب ہے وہی ناچ نچاتا ہے۔ انسان خود کچھ نہیں کر سکتا اسی سے کہتا ہوں۔ دنیا کو دیکھنا سیکھو اس میں لپٹ کر اور اپنے کو بھول کر اس قیمتی زندگی کو خراب مت کرو۔

شیرافگن۔ بغیر آپ کی عنایت کے ایسا ہونا ناممکن ہے

فقیر۔ دیکھو ہندوؤں سے ہم لوگوں کو اس عقدہ کا حل کرنا سیکھنا چاہیے۔ ان کی دھرم پستکوں میں اس بات پر زیادہ تر زور دیا گیا ہے کہ انسان سب کام کرے لیکن اس کے انجام کی طرف دھیان نہ دے دنیا کے بندھن میں انسان پھنس کر اس کے سلجھ جانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ دکھ سکھ کا ذمہ دار انسان ہی ہے جن لوگوں کی آتمائیں دکھ سکھ دونوں کو برابر سمجھتی ہیں۔ وہ اس سے علیحدہ رہتے ہیں۔ وہ نقصان اور نفع کی پروا نہیں کرتے۔ ایسے لوگ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے باہر ہیں۔

شیرافگن۔ آپ کی زیارت سے بندہ بہت ہی محظوظ ہوا۔

فقیر۔ کچھ ایسی بات نہیں ہے دل میں آیا کہہ دیا ہاں اگر اس بات میں کچھ کرنا چاہتے ہو تو دل کھول کر ہوا و ہوس بغض و حسد کے رنگ سے پاک کر کے آنکھ کی

Marfat.com

طرح جلا دیدو۔ انسانی ہستی کو سنبھالو۔ محبت ہمدردی اور دوسروں کی بھلائی پر کمربستہ ہو جاؤ۔ ماوشحاکو۔ چھوڑ دو۔ دل میں حسن اخلاق کے تخم کی کاشت کرو جس سے معلوم ہو کہ بڑی قابلیت اور قدر کے آدمی ہو ظاہر اور باطن دونوں میں فروتنی اور انکساری پیدا کرو۔ جب تم اپنی نیک صفات کو جو حقیقت میں تمہارے اندر موجود ہیں نمود کے ساتھ دکھاؤ گے تو خدا تم سے راضی ہو گا۔ سفلے۔ کم ظرف اپنی لیاقتوں کی شیخیاں بگھارا کرتے ہیں۔ سچے مہذب اور شائستہ اپنے عجز ناتوانی کو ظاہر کرتے ہیں۔

آنکھوں کو کھول اگر دید کا ہے تو بھوکا
چودہ طبق سے باہر نعمت نہیں ہے کوئی

شیرافگن۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں مجھے فکر نہیں ہے۔ حتی الامکان میں آپ کے بتائے ہوئے پر چلنے کی کوشش کروں گا۔

فقیر۔ شاباش۔ خدا تمہیں طاقت دے تمہارے ارادے میں برکت عطا کرے یا رب اب کب تک کیوں جی قلعہ کی کیا خبر ہے۔

شیرافگن۔ یہی عرض کرنے آیا ہوں۔

فقیر۔ پھر خاموش کیوں ہو کہتے کیوں نہیں۔؟

شیرافگن۔ کوئی جلدی نہ تھی۔

فقیر۔ اچھا کہو۔

شیرافگن۔ آج کئی روز سے ایک نیا قیدی قلعہ میں آیا ہے وہ اندھا ہے۔ بیچارے پر سخت پہرہ ہے کل مجھے اس کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہوا۔ وہ ستم رسیدہ ملک دکن کا حکمران غیاث الدین ہے ایک کورنفس نمکحرام غلام کے جال میں پھنس کر آنکھیں کھو بیٹھا اور اسی کے پھیر میں پڑ کر یہاں قید ہو کر آیا ہے۔

فقیر۔ مجھ سے کیا کہتے ہو؟

شیرافگن۔ کل شام کو جب میں کھانا لے کر گیا صورت دیکھ کر کلیجہ پھٹ گیا۔ اگر

Marfat.com

میرا قابو چلتا تو اسے ابھی ابھی خلاص کر دیتا۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں جب تک آپ کی اعانت نہ ہو گی تو اس مشکل کام میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ میں نے اسے زبان دی ہے کہ جہاں تک ہو سکے گا مدد کروں گا۔

فقیر۔ تمہارا فائدہ کیا ہے؟

شیرافگن۔ میرا نفع ذاتی کوئی نہیں۔ لیکن ایک خستہ و مرغ پر شکستہ کی طرح قفس آہنی میں بند قیدی کی زار حالت دیکھ کر میرا دل بھر آتا ہے اگر میری جان بھی اس کے لیے کام آ جائے تو واللہ دریغ نہ کروں گا۔ کوئی ترکیب نہیں سوجھتی۔ کیا کروں آپ جانتے ہیں قلعہ ساگر میں کیسا سنگین پہرا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں بندہ کیا کر سکتا ہے چونکہ مجھ پر قلعہ دار کو پورا اعتماد ہے اور اسی سے میں کھانا لے کر اس قیدی کے پاس بھیجا جاتا ہوں۔

فقیر۔ کون کہتا ہے کہ وہ مرتکب جرم نہیں ہے اور اسے جرم کے ارتکاب میں سزا نہیں دی گئی۔

شیرافگن۔ ہو سکتا ہے حالانکہ میرا کام ان باتوں کا دیکھنا نہیں اور نہ مجھے ایسے معاملوں میں باز پرس کی ضرورت ہے تاہم وہ انسان ہے اور میں بھی انسان۔ انسانی ہستی اس بات کی مقتضی نہیں ہوئی۔ کہ ایک دکھ ستائے کی اعانت نہ کرے ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ نیک و بد کی تمیز خدا کو ہوتی ہے۔ ہم ظاہر و باطن دیکھ نہیں سکتے۔ مگر مجبور و لاچار کی مدد کرنی سب کو مناسب ہے۔ جہاں تک ظاہر ہوا ہے وہ بالکل بے قصور ہے اس کے قدیم ترین مصاحبوں اور وفاداران سلطنت پر یہ بات روشن نہیں ہو سکی کہ وہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہیں۔

فقیر۔ تمہارے درد آمیز کلام سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ تمہاری رگوں میں ہمدردی کا خون گردش کر رہا ہے۔ تم پرائی مصیبتوں میں سینہ سپر بن سکتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں اگر تم ایسے کاموں میں پیش قدمی کرو گے تو ضرور کامیاب ہو گے۔ گو کتنا ہی وقت صرف کیوں نہ ہو۔؟

شیرافگن۔ آپ کا شکریہ۔ آپ کی انسانی ہمدردی کو مرحبا۔ آپ کی دعا سے یہ

Marfat.com

عقدہ حل ہو جائے گا اس میں شک نہیں مگر کیا تدبیر کروں۔ کہ وہ بیچارہ اس قید محن سے نجات پا جائے۔

فقیر۔ اگر سلطنت کے کاروبار میں مجھے درک ہوتا یا بادشاہوں کے فضائل و رذائل دیکھتا۔ تو کوئی راستہ بتاتا۔ تم جانتے ہو مجھے ان باتوں سے تعلق نہیں اسی صحرائی خارستان میں پڑا پڑا اللہ کا نام لیا کرتا ہوں اور داڑھی مونچھ اور سر کے بال اسی جنگل میں سفید کیے ہیں۔

شیر افگن۔ آپ سب جانتے ہیں۔ اور سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر دل میں آ جائے میری التجا یہی ہے کہ کس طرح اس کام میں حضور میری مدد کریں۔ جب تک میں اس بیچارے کی مدد نہ کروں گا میرے قلب کو سکون حاصل نہ ہو گا۔ میری روح مضمحل ہو رہی ہے دل میں ایک طرح کا اختلاج پیدا ہو گیا ہے کل شب بھر مجھے نیند نہ آئی زبان سے کہہ نہیں سکتا۔ کیا میری کیفیت ہو رہی ہے۔

فقیر۔ شاباش شاباش۔ اللہ کے بندوں کے یہی کام ہیں اللہ تم سے بہت خوش ہے۔ خواجہ خضر اس راستے میں آپ کے ہادی بنیں گے۔ اے نیک مرد اے بندہ خدا مطلق فکر نہ کر اللہ تجھے اس کام میں فتح یاب کرے گا۔ غیب سے تجھے مدد ملے گی۔ فرشتے تیری اعانت پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ بدکام کا انجام بد ہوتا ہے دیکھ لینا قہر الٰہی ان کمبختوں پر نازل ہو گا۔ جن کی بدولت اس غریب کی یہ حالت ہوئی۔ ذرا بدمعاشوں کے گناہ کا پیالہ لبریز ہونے دو۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ دغا باز لال چین نہایت ذلت کے ساتھ نار جہنم میں پھونک دیا جائے گا میں جانتا ہوں اسی نمک حرام کا یہ کام ہے اسی مردود نے غیاث الدین کی آنکھیں نکال لیں۔ ظلم سے ہمیشہ بھاگنا چاہیے۔ عاجز و مسکینوں کی آہیں عرش کا پایہ ہلا دیتی ہیں۔

ترس از آہ مظلوموں کہ ہنگام دعا کروں
اجابت از درحق بہرا استقبال می آید

حق چھوڑ کر ناحق کی طرف کبھی دھیان نہ کرے خدا فرما چکا ہے لعنت ہے۔ اس پر جس نے کسی کا ایک قطرہ خون گرایا۔ دیکھنا یہ ظالم اسی مظلوم کے ہاتھوں سے

Marfat.com

برباد ہو جائے گا۔ جس کی اس نے آنکھیں نکالی ہیں۔

تخت نشین ہو کر ابدی سرور حاصل کرنا چاہتا ہے وہ نہیں سمجھتا سلطنت کا سودا ذلیل کا سودا ہے۔ روزانہ نئے قسم کے رخنے پیش آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس خاکی پتلے سے سلطنت کا کام ہرگز انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ تاج و تخت چھین لیا جائے گا مگر ابھی وقت نہیں۔ آیا ہے۔ ابھی صبر کرو۔ دیکھو گے خدا کیا کرتا ہے۔ شیرافگن خان کے زوئیں کھڑے ہو گئے عابد کے پیروں پر گر پڑا۔ فقیر سر پر ہاتھ پھیر کر بولا۔ کچھ پروا نہیں۔ اس وقت جاؤ۔ پھر ملنا کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی۔

سترھواں باب

غیاث الدین کے بڑھے باپ کا نام محمد شاہ بھمنی تھا ۱۳۵۷ء سے ۱۳۷۵ء تک ۱۷ برس اس نے حکومت کی۔ گلبرگہ پایۂ تخت تھا۔ اس کے دوران سلطنت میں جتنی رعیت تھی سب خوشحال تھی۔ چونکہ اس بادشاہ کے زمانے میں پانچ لاکھ ہندو یکدم توپ دم کر دیئے گئے تھے۔ اس سے سلطنت کی بنیاد متزلزل تھی۔ ہندو بھمنی سلطنت سے نالاں تھے اور اسی وجہ سے کرناٹک پور اعروج حاصل نہ کر سکا اس کے بعد مجاہد نے ۱۳۷۵ء اور داؤد نے ۱۳۷۸ء میں چند دن کی حکومت کی اور جام مرگ پی کر چلتے ہوئے۔ داؤد کے دو لڑکے تھے ایک کا نام محمود شاہ اور دوسرے کا فیروز خان تھا۔ محمود نے ۱۳۷۸ء سے ۱۳۹۵ء تک ملک دکن میں داد حکومت دی بستر مرگ پر پڑے ہوئے محمود نے اپنے لڑکے غیاث الدین کو فروز خان کے سپرد کر دیا اور کہا۔

آپ شاہزادے غیاث کو اپنا بیٹا سمجھئے گا اس کی پرداخت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کیجئے گا۔؟

غیاث کے دوران حکومت میں فیروز خان اور اس کا چچیرا بھائی قاسم خان۔ دونوں جلیل عہدہ پر ممتاز تھے جب لال چین نے غیاث کو اندھا کیا اور اس کے نوکر چاکر لال چین کے فریب آمیز چکر میں پڑ کر اپنی جانیں تلف کر چکے اس وقت فیروز

Marfat.com

خان اور قاسم خان دونوں شخص وہاں موجود نہ تھے۔ کسی مہم پر گئے ہوئے تھے۔ یہ دونوں بہادر تھے۔ ان کی شمشیر کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ علاوہ اس کے فہم و فراست کے بھی پتلے تھے۔ وہ خدا ترس تھے۔ رعیت انہیں اپنا سرتاج اور خیر خواہ مانتی تھی۔ رعیت کے اعتبار سے انہیں بہت بڑی ناموری حاصل ہو چکی تھی۔ اس لیے لال چین کا دم کرنہ پڑنے پاتا۔ تو فیروز خان اسے کچل ڈالتا۔

جس وقت فیروز خان اور قاسم خان گلبرگے میں آئے اور انہوں نے غیاث الدین کے غائب ہو جانے کی کیفیت سنی تو ان کے بدن میں آگ لگ گئی۔ اسی وقت تہیہ کر لیا کہ جس طرح ہو گا لال چین کو اس کے اس کردار کی سزا دیں گے۔ اب لال چین کا دور دورہ تھا۔ کس میں مجال تھی کہ اس غلام کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ شمس الدین خود ہی اس کے ہاتھ کی کٹھ پتلی تھا۔ اپنی دال گلتے نہ دیکھ کر قاسم خان اور فیروز خان کسی بہانے سے چلتے ہوئے اور پھر ادھر رخ کرنے کی جرات نہ ہوئی ان دونوں کو یہ بھی خوف تھا کہ لال چین ہم پر کہیں چوٹ نہ رکھ بیٹھے۔ لال چین کو پنجہ میں لانا بری ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور دیدہ و دانستہ گرگ کے پاس رہنا بھی مناسب نہیں۔ اس لیے ایسے شخص سے دور ہی رہنا اچھا ہے پھر یہ دونوں شخص دریائے بھیجا کے اس پار نہ جا سکے اور وہیں سے ان دونوں بھائیوں نے خفیہ جاسوس گلبرگے میں چھوڑ دیئے تاکہ یہاں کے حالات ان پر پہنچ سکیں۔

کئی ہفتے اسی حالت میں گذر گئے۔ ایک روز شام کے وقت کسی جاسوس نے فیروز خان سے آکے کہا۔ کہ میر جعفر اللہ ازرو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

فیروز۔ کیوں؟ کیا وہ تمہارے ساتھ آئے ہیں۔

جاسوس۔ خداوند نہیں ابھی تو گلبرگے میں ہیں جب تک آپ کی مرضی نہ لے لیں گے۔ ادھر کا رخ نہ کریں گے۔

فیروز۔ کچھ جانتے ہو یہاں کیوں آنا چاہتے ہیں۔ کیا تم سے ملاقات ہوئی تھی۔

جاسوس۔ جناب! اس درمیان میں وہ خود ہی کئی مرتبہ میرے پاس آئے اور جہاں تک میرا قیاس کام کرتا ہے حضور کا کام ان کی ذات سے بہت کچھ نکل سکتا ہے اور

Marfat.com

خانہ زاد خاص کر اسی استفسار کے لیے آیا ہے۔ ان سے کہہ آیا ہے کہ تین چار روز کے اندر اس کا جواب دیا جائے گا۔

فیروز۔ میں تو مناسب سمجھتا ہوں مگر بھائی صاحب کا بھی منشا لے لینا چاہیے۔ مگر آجکل وہ ہیں نہیں کسی ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں کل تک واپس آ جائیں گے۔ تب تک میں بھی اس کام کا نشیب و فراز سوچ لوں گا۔

جاسوس۔ بہت مناسب ہے۔ تب تک یہ غلام بھی اپنے عزیزوں سے مل آئے۔ انشاء اللہ کل نو دس بجے تک حاضر ہو جاؤں گا۔

فیروز۔ خیر وہاں کی کوئی خبر کہتے جایئے۔

جاسوس۔ کیا کہوں۔ پیرو مرشد شمس الدین ملک دکن کے بادشاہ ہو گئے ہیں۔ خاندان بہمنیہ کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آئی۔ تاج و تخت کے حقدار نہ ہونے پر بھی وہ لال چین کی مدد سے گلبرگے میں مسند نشین ہو گئے۔ اپنے بھائی کی آنکھوں پر پاؤں دھر کر شاہی مسند پر رونق افروز ہیں۔

فیروز۔ کوئی کسی کا نصیب دیکھ نہیں آیا۔ کس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اسے کوئی پڑھ نہ سکا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اس وقت ہم لوگ وہاں موجود نہ تھے خیر حضور ملکہ عالیہ کا کیا حال ہے۔

جاسوس۔ ملکہ عالیہ شمس الدین سے مانوس ہیں۔ کیونکہ اول تو ان کا عالم ضعیفی ہے۔ اور دوسرے شمس الدین تاجدار ہیں اور وہ اپنی ماں سے زیادہ تر ملتے رہتے ہیں ادھر لال چین اپنا مطلب گانٹھنے کی فکر میں ہے۔ وہ ملکہ سے ملتا جلتا رہتا ہے۔ اور غیاث کے خلاف ان کے کانوں کو بھر رہا ہے۔ اس لیے ملکہ کا جھکاؤ بھی لال چین کی طرف زیادہ ہے۔

فیروز۔ پانی میں پانی ملتا ہے۔ وہ کمبخت بھی تو غلام کے خاندان سے ہے بھائی صاحب سے کئی دفعہ منع کیا گیا کہ غلام لڑکی سے نکاح پڑھوانا اپنے خاندان میں ہٹہ لگانا ہے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اچھی طرح جانتا ہوں اگر ملکہ مدد نہ کرتی تو لال چین

Marfat.com

کبھی بادشاہ کے ساتھ ایسی حرکت نہ کر سکتا۔

جاسوس۔ خیر جو ہو۔ انجام یہ ہوا۔ میاں شمس الدین ملک دکن کے تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ آج کل لال چین کا طوطی بول رہا ہے۔ سیاہ و سفید کا وہی مالک ہے تمام قلمرو میں اس کے نام کی نوبت بج رہی ہے لیکن ہے تو کم ظرف کمینہ۔ اس حالت پر پہنچ کر بھی اس کی کمینی حرکتیں نہ گئیں۔ خاک بلند ہونے پر اپنی ہی آنکھ میں پڑتی ہے لال چین کی جفا کاریاں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ خلق اللہ عاجز ہو رہی ہے کو شمس الدین نیک نفس بادشاہ ہے۔ چونکہ شیطان کے قبضہ میں ہے۔ اس کی بات نہیں چلتی۔ کٹھ پتلی کی طرح لال چین جدھر چاہتا ہے اسے نچاتا ہے۔

فیروز۔ اراکین اور وزراء اس کی حرکتوں کو کیوں نہیں روکتے؟

جاسوس۔ اس کے جال میں پڑ کر غیاث الدین جیسے اولوالعزم بادشاہ کی بد ترین حالت ہو گئی۔ اور نیز اس کے خاص خاص ندیموں اور مصاحبوں کو بھی اسی نابکار کے ہاتھوں جام مرگ پینا پڑا۔ اس لیے جتنے امراء ہیں۔ لال چین کے نام سے تھرار ہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لال چین جو چاہتا ہے۔ کر گذرتا ہے۔

فیروز۔ شمس کس اصول پر چلتا ہے۔ کیا حالت ہے؟

جاسوس۔ تخت مل جانے سے بھی اسے آرام نہیں آ سکا اسے گالیاں دیتا ہے۔ دلمیں کو ستاہے۔ کلیجے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ دھڑکا لگا ہے۔ کہ بھائی کے خون کا مظالمہ تیری گردن پر ہے۔ تو ہی اس کی جان کا گاہک ہوا۔ الغرض کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ سلطنت سے جی اوچاٹ ہو گیا ہے۔

فیروز۔ رعیت کے خیالات کیسے ہیں۔ کیسے برتاؤ ہو رہے ہیں۔

جاسوس۔ پیر و مرشد! یہ نہ پوچھئے تمام ملک میں شورش مچی ہوئی ہے۔ ہر شخص جور و ظلم سے نالاں ہے شمس کی طاقت نہیں کہ لال چین کے کسی کام میں دخل دے۔ اس لیے وہ مجبور ہے بڑے بڑے امراء ساہو کار مہاجن شمس سے متنفر ہو گئے ہیں بغاوت پھیلتی جاتی ہے۔ سرکش باغی سر چڑھے آتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ شمس

Marfat.com

الدین برائے نام بادشاہ ہے۔ عنان حکومت لال چین کے ہاتھ میں ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس سے جو چاہتا ہے کرا لیتا ہے۔ اس کے سامنے شمس کی دال نہیں گلتی جس طرف چاہتا ہے۔ میاں شمس کو کان پکڑ کر لے جاتا ہے ایسی حکومت میں چین کہاں۔ جب دوسرے کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے جب اپنا کہا ہو ہی نہیں سکتا تو ایسی حکومت کرنے میں بھلا آرام مل سکتا ہے کہاں تک آپ سے کہوں کوئی شخص خوش نہیں سب زحمت میں پھنسے ہوئے ہیں ذرا سے شک پر انسان کو پھانسی ملتی ہے مغلوں اور کمینوں کا عروج ہے۔ چھوٹی چھوٹی قوموں کا ستارا بلند ہے بڑے بڑے منصوبوں پر آج کل ممتاز ہیں شریفوں کا ستارہ ماند ہے بے چاروں کی کوئی بات نہیں پوچھتا نیچ قومیں جو پاس پھٹکنے نہیں پاتی تھیں۔ اب ہمسری کا دعوی کرتی ہیں۔

فیروز۔ بے شک ایسا ہی ہو گا تعجب کچھ نہیں خیر یہ بتاؤ میاں شمس کی شادی کا کیا حال ہے۔

جاسوس۔ کئی دفعہ شمس نے لال چین سے شادی کا تذکرہ کیا مگر لال چین نے ٹال دیا قابل اطمینان جواب نہیں دیا۔ اس طرف سے بھی شمس کو مایوسی ہو گئی ہے سنا ہے لال چین کی لڑکی لطف النساء اس شادی پر رضا مند نہیں ہے۔ لال چین بھی عجیب خلفشار میں پڑا ہوا ہے۔

فیروز۔ انسان کیا سوچتا ہے۔ اور کیا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ ہمیشہ اس فکر میں لگے رہتے ہیں۔ کہ زمانہ ماضیا کی جو ہوئی۔ ہوئی آئندہ کی حالت سنبھالنا چاہیے۔ ابھی تک لال چین نے جس بات کا تہیہ کیا اور جو سوچا وہ ہوتا گیا لیکن اتنے پر بھی تمہاری باتوں پر اظہار ہوتا ہے۔ کہ اسے بھی چین نہیں۔

جاسوس۔ جان عالم! برا کام کرنے سے بھلا انسان کبھی آرام سے سویا ہے۔ اور کچھ نہیں تو کم سے کم روحانی طاقت جو ہمیشہ ہم لوگوں کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ہم لوگوں کو قصور وار ٹھہرایا کرتی ہے اور اس کے خوف دلانے سے ہم لوگوں کو راحت و آرام سب تشریف لے جاتی ہے۔ دوسروں کو ہم لوگ کیا دھوکا دے سکتے ہیں۔ راستی و ناراستی سے کام نکال کر ہم لوگ اپنا پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ خوف و ہراس دے دلا کر

Marfat.com

دوسروں کا منہ بند کر سکتے ہیں۔ عقل کی تیزی اور ہاتھ پاؤں کا زور دکھا کر انصاف کی گردن پر چھری پھیر سکتے ہیں یا اسے بھلا وہ دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ اتنی بڑی ثروت حاصل ہونے پر بھی لال چین سکھ کی نیند نہیں سو سکتا۔ اسے رہ رہ کر اس بات کا شک ہو جاتا ہے۔ کہ شہر میں اس کے خلاف بغاوت نہ پھیل جائے۔ وہ شیطان ہے۔ ایک ہی گرگ ہے۔ ذرا شک پر لوگ پھانسی پا جاتے ہیں اور اس لگی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کرتا رہتا ہے۔ جو امرا غیاث الدین کے دور حکومت میں باغی سمجھے جاتے تھے۔ انھیں لال چین نے اپنے زمرے میں شامل کر لیا ہے۔ اس طرح اس کی جماعت بڑھتی جاتی ہے۔

فیروز۔ سچ کہتے ہو۔ لیکن یہ بتاؤ ہماری طرف سے اس کے خیالات کیسے ہیں؟

جاسوس۔ بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک آپ لوگوں سے واقف نہیں اور نہ اسے اس بات کی خبر ہے کہ آپ لوگ دار الخلافت سے اتنے قریب آ گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک آپ کی جانب سے اس کے دل میں فتور نہیں پیدا ہوا۔ وہ دھوکے میں ہے۔

فیروز۔ غیاث کہاں قید ہے تمہیں بھی کچھ پتہ لگا۔ سنتے ہیں۔ قزاقوں کے پھیر میں پڑ کر غائب ہو گیا ہے۔ مگر یہ بات سر بسر جھوٹ معلوم ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لال چین کی یہ بھی ایک چال ہے۔

جاسوس۔ اہل شہر تو یہی سمجھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین کو ڈاکو لے گئے ہیں۔ مگر خفیہ ریشہ دوانیوں سے ظاہر ہوا ہے۔ کہ لال چین نے انھیں کہیں قید کر رکھا ہے کوئی کہتا ہے۔ کہ وہ قلعہ ساگر میں مقید ہے۔ مگر ابھی تک اس کا کوئی صحیح پتہ نہیں لگا۔ البتہ اگر قلعہ ساگر کی نواح میں جائیں تو ضرور اس بات کا پتہ لگ جائے۔

فیروز۔ کیا تم اس طرف جا سکتے ہو۔؟

جاسوس۔ مجھے تو حکم کی تعمیل میں کبھی عذر نہیں ہوا۔ جس طرف اشارہ ہو گا جاؤں گا۔ لیکن اول مجھے میر جعفر کے پاس جانا چاہیے۔ وہاں بہت کچھ پتہ مل سکتا

Marfat.com

ہے۔

فیروز۔ خیر وہاں سے واپسی پر جانا۔ کیونکہ جس احتیاط اور ہوشیاری سے تم کام کر رہے ہو دوسرا کر نہیں سکتا۔

جاسوس۔ ایسا ہی ہو گا۔ آپ یقین کر رکھیں۔ بندہ آپکے لیے کچھ اٹھا نہیں رکھے گا۔

فیروز۔ تم لوگوں کے بھروسے پر اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے۔ یہ جانتے ہو اپنی مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ خلق اللہ کی تکلیفیں مجھ سے دیکھیں نہیں جاتیں۔ خدا ان ظالموں کے پنجے سے نجات دلائے۔ غلام بادشاہ ہوا اور بادشاہ ٹکڑے کو محتاج۔ اندھیر ہے اندھیر۔

———☆○☆———

Marfat.com

اٹھارواں باب

کلثوم کی بیل منڈھے نہ چڑھی جسکے واسطے اس نے یہ جال بنایا۔ بے قصور سلطان کی آنکھیں نکلوا لیں اور اسے قید میں ڈلوا دیا۔ وہ سب کاروائیاں فضول ثابت ہوئیں۔ لطف النساء سے شمس سے نکاح تک پڑھوانے میں راضی نہ کر سکی۔ کلثوم سے پیدا ہونے پر بھی لطف النساء کا مزاج کلثوم سے خلاف رہا۔ اگر کلثوم کو شیطان کی خالہ تو لطف النساء کو فرشتہ خصلت کہنا پڑے گا۔

ناظرین جانتے ہیں کہ لطف النساء میں انتہا درجے کی سادگی تھی۔ وہ کلثوم کے مکر و فریب کو نہیں سمجھتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ مادر کلثوم نے اسے شاہی باغ میں کیوں بھیجا تھا۔ اسے خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ اس کا باپ لال چین دعوت کے بہانے بادشاہ کو پھانس کر ایسی حرکت کر بیٹھے گا۔ تقریب کے دن وہ اپنے مکان میں نہیں تھی۔ جب آئی تو اس نے سب کیفیت سنی۔ سنتے ہی وہ سہم گئی۔ دل میں تہیہ کر لیا کہ شمس کے ساتھ ہرگز عقد نہ کروں گی۔ اس دن سے لطف النساء کو ایسی کوفت ہو گئی۔ باپ وزیر اعظم ہوئے جس کے ساتھ نکاح کی تجویز پاس ہو چکی تھی۔ وہ ملک دکن کا بادشاہ ہو گیا۔ لیکن لطف النسا کا دل مضمحل ہوتا گیا۔ شگفتہ خاطری تشریف لے گئی۔ پھول سا چہرہ پژمردہ ہو گیا۔ افسردگی بڑھتی گئی۔ چہرے کی رنگت زرد پڑتی جاتی ہے۔ نہ شب کو نیند ہے اور نہ دن کو فکروں سے نجات۔ کھانا پینا ترک ہو گیا۔ کلیجے میں ٹیس اور قلب میں دھڑکن ہے۔ رفتہ رفتہ بہت ہی نحیف ہو گئی۔

ہڈیاں نکل آئیں۔ پوست واستخواں کے سوا گوشت کا نام نہیں۔ اسپ بھی ماں باپ کی جھڑکیاں بھی المضاعف تھیں۔ اسے تنہائی پسند تھی کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ آج کئی دن سے لال چین شمس سے شادی کرنے پر دبا رہا تھا۔ مگر ابھی تک لطف النساء اپنی ہٹ پر قائم تھی۔ جب گفتگو چھڑتی صاف انکار کر دیتی۔

ایک روز غروب آفتاب کے وقت لطف النساء اپنے محل کی چھت پر ٹہل رہی تھی۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔ مغرب کی طرف کالے کالے بادلوں کے جھنڈ دنیا کے سیر و تماشے کے لیے فضائے آسمان پر گشت لگانے لگے ایک بہت بڑا بادل کا ٹکڑا پہاڑ کی چوٹی کی طرح آسمان سے ٹکر لے رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ تپے ہوئے لوہے کا ایک

Marfat.com

ستون کھڑا ہے کتنی چھوٹی چھوٹی بدلیاں طلائی ورق سے منڈھی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ طیور ادھر سے ادھر فضائے آسمانی میں چکر لگاتے ہوئے بسیرے کو جا رہے تھے۔ جب تک ظلمت کی کملی نے عروس گیتی کے رخ روشن کو نہ چھپا لیا اور ایک ایک ستارہ چرخ نیلو فر کے شامیانے میں قمقموں کی طرح بہار نہ دکھانے لگا۔ لطف النساء اس عجیب و غریب سیزی کو دیکھتی رہی۔ کھڑے کھڑے پاؤں دکھنے لگے۔ اس لئے رخساروں پر ہاتھ رکھ کر چھت کی چٹان پر بیٹھ گئی۔ فکروں کا تموج اس کے سفینہ دل کو زیادتی کے ساتھ حرکت دینے لگا۔ ایک طرف فرض ٹھوکے دے رہا تھا۔ کہ شمس کی گردن پر غیاث الدین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے اس سے ہوشیار رہ خبردار اسے کے ساتھ شادی نہ کرنا جس تخت کا شمس حقدار نہیں اس کی ملکہ بن کر کیا تجھے راحت مل سکتی ہے۔ دوسری طرف محبت اس بات پر زور دے رہی تھی کہ تیرے بغیر شمس کی زندگی دشوار ہے۔ اس کی کشتی حیات تیرے بحر محبت میں ضرور غرق آب ہو جائے گی کیوں بے چارے کی جان لیتی ہے۔ جس طرح ہو اس کی مراد پوری کر لطف النساء اس کشمکش میں پڑی تھی۔ اتنے میں کلثوم اس کے پاس آئی۔

ماں کے آنے کی اسے خبر نہ ہوئی کچھ دیر کلثوم خاموش کھڑی رہی آخر اس نے زبان کو حرکت دی۔ اور پوچھا۔

بیٹی یہاں تنہا بیٹھی کیا کر رہی ہے؟

لطف النساء چونک پڑی۔ اور جواب دیا۔

کیوں ؟ کچھ تو نہیں۔

کلثوم۔ کیوں زندگی تلخ کیے دیتی ہے۔ کہیں لڑنی بھی کسی سے بٹھالی گئی ہے۔

لطف النساء۔ پھر میں کیا کروں؟

کلثوم۔ وہی بات کتنی دفعہ کہوں میں نہیں جانتی تھی کہ تو اتنی نادان ہے۔ آج وہ کہہ گئے ہیں تو اس شادی پر رضا مندی دیدے۔ ورنہ تجھ پر اور مجھ پر دونوں پر آفت آجائے گی۔

لطف النساء۔ جو ہونا ہو گا ہو گا میں تو اپنے عہد سے ہٹ نہیں سکتی۔ ایسی

Marfat.com

منحوس ساعت میں شمس الدین تخت نشین ہوئے ہیں کہ آرام و آسائش۔ دولت و ثروت کوئی شے بھی ان کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ بھلا جس مقام پر پہنچنے میں انسان کو خون کی ندی تیر کر جانا پڑا ہے وہاں جا کر کبھی انسان کو لطف زندگی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اماں جان آپ کی چھوکری ہرگز ایسے گناہگار کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اسے ایسی صحبت سے ہمیشہ عذر ہے۔

کلثوم۔ تجھے ان باتوں سے کیا تعلق اس شادی سے تجھے کیوں راحت نہیں ملے گی اگر ملک دکن کی ملکہ بن کر بھی تجھے راحت نصیب نہیں ہو سکتی ہے تو پھر کب ہو سکتی ہے۔

لطف النساء۔ نفس کی ترغیب سے بد راہ میں قدم رکھنا مناسب نہیں ہے۔ کنگال فقیر در بدر کی گدائی کرنے والی ہو کر بھی اگر اپنی دست نیت میں قتور نہ آئے اپنا ایمان ثابت رہے تو ایسی حکومت و ثروت سے کہیں بہتر ہے۔

کلثوم۔ کیا کسی نے تجھے ایسی ترغیب دے رکھی ہے۔ خوب پٹی پڑھائی ہے جنون سوار ہو گیا ہے کیا۔

لطف النساء۔ جو سمجھو۔

کلثوم۔ کیا دولت حکومت۔ ثروت یونہی مل جاتی ہے سلف سے چلا آیا ہے کہ ایک کے بجائے دوسرا حکومت کرتا ہے جب تک ایک مٹا نہ دیا جائے۔ دوسرے کی دال گل نہیں سکتی۔ اب غیاث کا پتہ نہیں ہے۔ جب ڈاکو اسے اٹھا لے گئے تب شمس کیوں تخت نشین کیوں نہ ہو اس میں اس نے کوئی زبوں فعل نہیں کیا۔ اس سے اس کے ایمان میں بٹہ نہیں لگا اس کا قصور ہی کیا ہے آمدورفت لگی رہتی ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت
رفت و منزل بہ دیگرے پرداخت

شیخ سعدی فرما گئے ہیں۔ علاوہ اس کے غیاث تیرا کون تھا۔ کیوں اس کی خاطر

Marfat.com

کوفت اٹھا رہی ہے۔

لطف النساء۔ غیاث میرا کوئی نہیں اور نہ اس کی خاطر پریشان ہی ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں ایسے شخص کی بیوی بننا نہیں چاہتی جس نے اپنے بھائی کی پروانہ کی بلکہ بھائی کے خون کے ساتھ اس کے خاص خاص رفیقوں اور مصاحبوں کو بھی ہلاک کرا کر خود تخت نشین ہوا۔ کیا تم کہہ سکتی ہو۔ کہ شمس الدین کے ہاتھ خون میں نہیں بھرے ہوں۔ مگر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا دامن اس گناہ سے پاک رہا ہے۔ کیونکہ اصل فساد کی بنیاد شمس ہی ہے یہ سب جال اسی کے لیے گھڑے گئے اور اس کا فائدہ بھی اسی کو پہنچا ہے۔ حالانکہ میں اس کی خطاؤں کو معاف کر سکتی ہوں مگر ایسے کورنفس کی ہم خوابہ کبھی نہیں بن سکتی۔ مجھے ملکہ بننا گوارا نہیں ہے میں اچھی طرح جانتی ہوں اس کا انجام اچھا نہیں ہے ایک دن ایسا آنے والا ہے جب کورنفس حرام خوروں کو اپنی کرنی کا پھل بھوگنا پڑے گا اماں جان مجھے بے کار ستا رہی ہو۔ کوئی بات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ابھی وقت نہیں گیا۔ حرص و طمع کو چھوڑ کر اللہ کا نام لو اور ایسے کاموں سے توبہ کرو جن سے اللہ ناخوش ہوتا ہے۔ ورنہ خدائی قہر ملیامیٹ کر دے گا۔ کسی کی عقل کام نہ آئے گی۔

کلثوم۔ کیوں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو چپ رہ اب زبان سے کچھ نہ کہنا مجھ میں سننے کی تاب نہیں۔ نہ آج سے تو میرے سامنے آنا میں تیرا منہ دیکھنا پسند نہیں کرتی۔

لطف النساء سرد آہ بھر کر ساکت ہو رہی۔ اور کلثوم کے طلب کر لینے سے لال چین وہاں آ گیا جہاں ماں اور بیٹی بیٹھی ہوئی تھیں۔ لال چین کو دیکھ کر کلثوم اور آگ ہو گئی۔ اور بلبلا کر بول اٹھی۔

لو میاں! جو مناسب سمجھو کرو۔ میں تو اس سے ہار گئی۔ یہ میرے کہے میں نہیں ہے۔ آج سے اس سے نہ بولوں گی اور نہ کوئی بات کہوں گی۔ یہ ایسی بے حیا ہو گئی ہے کہ اس کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ آج سے نہ میں اس کی ماں اور نہ یہ میری لڑکی۔

لال چین۔ کیوں؟ بات کیا ہے؟

Marfat.com

کلثوم۔ اسی سے دریافت کرو

لال چین۔ کیوں ری بدنصیب تو کیا کہتی ہے

لطف النساء۔ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ آپ کے مزاج میں جو آئے کیجئے۔ مگر میں شمس کے ساتھ اپنا عقد نہیں کر سکتی۔

لال چین۔ کیا والدین کی محبت کا یہی نعم البدل ہے۔ اسی لئے تجھے پالا پرورش کیا تھا۔ کیوں میرے حوصلے پر کلہاڑا مار رہی ہے۔

لطف النساء۔ آپ کی محبت کو میں بھول نہیں سکتی۔ تاہم جن اشخاص کا خون ناحق گرایا گیا۔ ان کی اذیت و نیزانکے خاندان والوں۔ بال بچوں کی تکالیف اور مصیبتیں دیکھ دیکھ کر میرا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ سلطان غیاث الدین بے قصور آپ کی تیغ ستم کا نشانہ بنا۔ مظلوم کی آنکھیں نکلوا لیں۔ اسی کا مجھے غم ہے کہ اس حکومت میں کیسے کیسے مظالم ہوتے ہیں۔ خدا ہی خیر کرے۔ کہیں تختہ نہ الٹ جائے۔ بیچارے معصوموں کی آہیں بالا بالا نہیں جا سکتیں۔

لال چین۔ اف غضب کر دیا۔ کیسی گستاخ لڑکی ہے۔ میرے منہ پر میری مذمت۔ اگر آج تیری رگوں میں میرا خون دورہ نہ کرتا ہوتا تو اسی جگہ تیری گردن قالب سے جدا کر دیتا۔ خیر دیکھ لوں گا۔ کیوں کر تو شمس کے ساتھ شادی نہیں کرتی۔

لطف النساء۔ یہ تو ہو نہیں سکتا اور مزاج میں آئے کیجئے۔

لال چین۔ کیا تو میرے رو برو ایسی بڑھ بڑھ کر باتیں کرے گی اور میں چپکا کھڑا سنتا رہوں گا۔

لطف النساء۔ سچ ہے کھری کہنے والے ہمیشہ کڑوے ہوتے ہیں۔ ابا جان میں ایسے عیش و آرام اٹھانا نہیں چاہتی اپنی روح کو مجبور کر کے ایسے راستے میں قدم رکھنا گوارا نہیں کرتی۔ ایسی سلطنت سے گداگری اچھی ہے جو اپنے بھائی کا نہیں ہوا۔ وہ عورت کا کب ہو گا۔

لال چین۔ کاش تو عورت نہ ہوتی یا میری اولاد نہ ہوتی تو آج میں تجھے یہاں سے

Marfat.com

ہٹا کر بار زمین کر دیتا۔ کروں کیا مجبوری ہے میں سب کو اپنے ڈھرے پر لے آیا سب میرے حکمی بندے ہیں مگر تجھ دیدہ دلیر کے سامنے میری ایک نہیں چلتی۔ اتنا کیوں کیا جس کے لیے چوری کی وہ مجھے چور کہہ رہی ہے جس کو چاہا کہ اس کی زندگی عیش سے کٹے وہی مجھے جھڑکیاں بتا رہی ہے۔ دنیا تیرے شعبدے غضب کے ہیں۔

کلثوم۔ تم بیکار سر کھپی کر رہے ہوں اس چڑیل کو چھوڑو جو اس کے دل میں آئے کرے۔ اس سے کیا امید کی جا سکتی ہے کمبخت کو نو مہینے شکم میں رکھ کر خوب پھل پایا۔ اس پر تو جنون سوار ہے۔ دیکھیں کب اترتا ہے۔ جاؤ اپنا کام دیکھو۔ دیکھنا ہے یہ کیا کرتی ہے۔ کب تک اس راہ پر چلتی ہے۔ چھوڑ دو خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔

لال چین۔ خیر ایک بار تجھے اور سمجھائے دیتا ہوں۔ اگر دو ہفتے کے اندر تو اپنا وطیرہ درست نہ کرے گی تو پھر میری خطا نہیں۔ صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ جس طرح ہو گا تیری شادی شمس ہی سے کر دی جائے گی۔

یہ کہہ کر لال چین کلثوم کے ساتھ وہاں سے کھسک آیا۔ لطف النساء تنہا رہ گئی ایک پہر رات چاند جا چکی تھی۔ فلک پر چاند کی قدرتی قندیل لٹک چکی تھی۔ چاندنی چھت پر چٹک رہی تھی۔

ایک آہ کے ساتھ لطف النساء کے منہ سے نکلا :۔

یا خدا۔"

شعر

اگر کچھ منہ سے کہتی ہوں مزا الفت کا جاتا ہے
اگر چپ ہو کے رہتی ہوں کلیجہ منہ کو آتا ہے

ہائے اب کیا کروں؟ افسوس کیا اپنے والدین کے ہاتھوں مجھے اذیتیں اٹھانا پڑیں گی۔ دیکھتی ہوں جس معبود کی میں پرستش کرنا چاہتی ہوں اسی کے خلاف بد راستے میں مجھے قدم دھرنا پڑتا ہے۔

جس کو ہم سمجھتے تھے اپنا ہے وہ سرکا دشمن
جس میں چاہت تھی ہے وہ خون جگر کا دشمن

Marfat.com

چین دم بھر نہیں دیتا ہے بشر کا دشمن
گھر میں رہنے نہیں دیتا کبھی گھر کا دشمن

اگر والدین کا حکم مانتی ہوں۔ تو ایمان جاتا ہے۔ دنیاوی راحتیں کوئی ایسی شے نہیں ہیں۔ جن کے واسطے ایمان سے دست بردار ہونا پڑے۔ کہہ نہیں سکتی کیا کروں۔ دیکھتی ہوں روز بروز اس حکومت کے خلاف دین و آئین کام ہو رہے ہیں بیجا ظلم و ستم کی ندی بہ رہی ہے وہی اپنے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ ٹیکس دیتے دیتے رعیت تباہ ہوئی جاتی ہے۔ مگر سرکاری خزانہ خالی ہی پڑا ہے۔ پیداوار کم ہوتی ہے۔ قحط پر قحط ٹوٹ رہا ہے کسان بے چارے کو لہو کے بیل ہوئے جاتے ہیں جتنا پیدا کرتے ہیں۔ اس میں کچھ بچت نہیں ہوتی۔ سب لگان میں چلا جاتا ہے۔ تجارت کا بھی ردی حال ہے روز دیوالے نکلتے ہیں خوف سے غیر ملک کا سوداگر یہاں بیوپار کرنے نہیں آتے۔ نوکری میں کسی کا دل نہیں لگتا۔ کیونکہ اس میں بسر گذر ہوتی ہی نہیں۔ اونچی اور نیچی قومیں دونوں مساوی ہیں۔ دھوبی مہتر۔ بھلے مانس ایک ترازو میں تولے جاتے ہیں۔ شریفوں کی تو عزت ہی نہیں۔ خوشامدیوں کا بازار گرم ہے۔ کذب دور وغ کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ سچ بولنے والوں پر آفت ہے۔ باپ سمجھتے ہیں۔ میں عورت ہوں مجھے ان باتوں کی کیا خبر ہے۔؟ تاہم میں خوب جانتی ہوں کہ شمس الدین کے دور حکومت میں پنج قوموں کا عروج ہے۔ باپ کا زیادہ تر خیال فوج کی طرف ہے۔ فوجی سپاہیوں کے ہاتھوں اگر رعیت کو تکلیفیں پہنچی تو انہیں کچھ پروا نہیں ہوتی۔ فوجی سپاہی رعیت کو تباہ کر دیں لوٹ لیں۔ کوئی مضائقہ نہیں غلہ کی گرانی سے رعیت جدا پریشان ہیں طرح طرح کی بیماریوں نے اپنا علیحدہ اڈا جما رکھا ہے۔ سبھی مضطرو پریشان ہیں۔ سبھی فاقہ مست۔ سبھی بیمار۔ سبھی لاغر۔ پھر بے چینی کیوں نہ پھیلے چاہے تمام دنیا تباہ ہو جائے۔ مگر باپ کے کان پر جوں نہ رینگنے گی۔

سب جانتے ہیں ان تمام خرابیوں کی جڑ میرے باپ ہیں۔ مگر میں کہتی ہوں۔ اگر شمس میں کچھ قابلیت ہوتی کچھ بھی عقل سے کام لیتے تو میرا باپ کیا کر سکتا تھا اس کے کیے کچھ بھی نہ ہوتا۔ والی ملک کا کچھ اپنا فرض بھی تو ہے جو اپنا فرض شناس نہیں۔ وہ خاک سلطنت کر سکتا ہے جب شمس تخت نشین ہوا کچھ دنوں تک میں دیکھتی

Marfat.com

رہی کہ کس طرح وہ داد حکومت دیتا ہے کس طرح انصاف کا پایہ بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن میں نے دیکھا بادشاہوں کی طرح ایک بھی خاصیت اس میں نہیں۔ یہ لائق تخت نشینی نہیں جب اس کا بھائی اندھا کر دیا گیا۔ تو اس کی آنکھوں پر بھی پٹی چڑھا دی گئی اسے کچھ سوجھائی نہیں دیتا وہ میرے باپ کے قبضے میں ہے۔ مجال کیا جو چوں کر سکے۔ باپ ہی کی وجہ سے وہ تخت نشین ہوا پھر اس کا غلام کیوں نہ بنے پھر میں کیوں اس کیچڑ میں دیدہ دانستہ پھنسوں کیوں اپنا دامن پاک نہ رکھوں ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں اسی سے لوگ باپ کے پیچوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ جب رعیت کو فاقہ مست بنانے کا کام پورا ہو جاتا ہے اس وقت مصیبتوں کے ساتھ بے چینی بھی بڑھتی ہے۔ امن و سکون جاتا رہتا ہے۔ امن و سکون حکومت کا فرض جوہر ہے جب امن ہی نہیں۔ رعایا بد دل ہو رہی ہے تو ایسی حکومت کب تک قائم رہ سکتی ہے ایک نہ ایک دن اس کو زوال ہے۔ ظالم بادشاہ وہی ہے جو انصاف کو بالائے طاق رکھ کر غرض کا منہ دیکھے انسان سے بنیان کے ایمان کی کسوٹی اپنے بادشاہ کو سمجھتی ہے۔ جب دکھ کا پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑتا ہے جب ہر طرح کی آفتیں نازل ہوا کرتی ہیں۔ اس وقت رعایا اپنے بادشاہ سے ہی چارہ جوئی کرتی ہے۔ اور بادشاہ اس کے درد دکھ کا کفیل بن جاتا ہے گمراہی سے تباہی سے بچاتا ہے ہائے اب تو نہ ویسے خیر خواہ سلطنت ہیں جو بادشاہ کو نیک و بد سمجھائیں اور رعایا کا دکھ دور کریں۔ یا خدا ایسا زمانہ آگیا ہے نوکروں سے وفا مالکوں سے دیا حرام کاروں سے اڑ گئی ملک میں نت نئے جال گڑھے جاتے ہیں بے گناہوں کا خون گرایا جاتا ہے ظالم قصائیوں کی چھریاں قاطع الروح ہو رہی ہیں۔ یا اللہ کیسا خوف ناک وقت ہے ساری آگ میرے باپ لال چین کی لگائی ہوئی ہے۔ امیر الامرا مصاحب ندیم جتنے کار پرواز سلطنت ہیں سب بدمعاش سب بد چلن سب نکلے پر مرغی حلال کرنے والے کوئی بھی نیک نہیں۔ سب خدائی فوجدار ہیں۔ حضور سلطان المعظم حضرت شمس جس روز سے تخت نشین ہوئے ہیں صدہا عرضیاں بدامنی کی شکایت کی وصول ہوئی ہیں۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ بلکہ غریب مستغیثوں پر خود الٹا عذاب نازل کیا جاتا ہے افسوس کیا وقت لگا ہے مردار گوشت کے چھچھڑوں پر چیل کو دن کی طرح ٹوٹنے والے دعوت میں اپنے بھولے آقا کو لوٹنے والے سرہنگ نواب ہو

Marfat.com

گئے جن کو اپنے حظ نفس کے سوا دوسرا کام نہیں کمبختوں نے انصاف کے روشن چہرہ کو نامنصفی کے غبار سے دھندلا کر دیا بے گناہوں کے دل اور جگر پر چرکے دے دے کر عیش بیجا مزے لیتے ہیں۔ یا اللہ کیا ایسے بدکاران کا خمیازہ بھوگیں گے میں جانتی ہوں۔ اس حکومت کا پایہ متزلزل ہے جس روز بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ سلطنت خاکستر ہو کے رہ جائے گی۔ شمس پر جان و جگر تصدق کر چکی ہوں۔ اسے چھوڑ دینے میں میری بھلائی نہیں ہے۔ لہٰذا زندگی بھر کسی دوسرے کا منہ نہ دیکھوں گی۔ مگر اس حکومت کی ملکہ بن کر اپنا نام دھرانا نہیں چاہتی کیا کہوں۔ ابا جان سمجھتے نہیں جس دن میرا عقد شمس کے ساتھ ہو گا۔ اس دن اور بھی ملک میں بے چینی بڑھ جائے گی۔ بس لوگ خیال کریں گے اپنا مطلب گانٹھنے کے لیے لال چین نے یہ سب کرم کیا۔ ابا کو اپنی راحت اپنا آرام منظور ہے میں انجام کا خیال کرتی ہوں۔ خیر جو قسمت میں لکھا ہے پیش آتی ہے۔ ایمان کے راستے میں محبت کی قربانی کرنا پڑے گی اس زندگی میں مجھے بجز رنج و تکلیف کے راحت نہیں مل سکتی۔ لیکن کروں کیا۔ ایمان کے راستے میں کانٹے ہیں ان کانٹوں پر چلنا ہی پڑے گا۔ بجز خدا کے کوئی مددگار بھی تو نہیں ہے۔

اف

کہے کیا ہائے زخم دل ہمارا
دہن پایا لب گویا نہ پایا

Marfat.com

انیسواں باب

بے چارے قلعہ میں فیروز خان اور قاسم خان بیٹھے ہیں کچھ مشورہ ہو رہا ہے تمام ملک میں آج کل ان کے خفیہ جاسوس گشت لگا رہے ہیں خفیہ خفیہ فوج بھی بھرتی ہو رہی ہے میگزین بھی تیار ہو رہا ہے قلعہ بیجا پور بہت ہی مضبوط اور مستحکم کر لیا گیا ہے نئے نئے لوگوں کی آمدورفت بڑھتی جاتی ہے ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ اتنی جدوجہد کرنے پر بھی ابھی تک غیاث الدین کا پتہ نہیں لگا۔ دارالخلافہ سے آج میر جعفرا للہ آنے والے ہیں ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے۔ اسی مشورہ میں دونوں بھائی جٹے ہوئے ہیں۔

رات زیادہ آ گئی ہے کمرے میں شمعدان روشن ہے چاروں طرف سناٹا طاری ہے۔ دیر تک ادھر ادھر کی گپ شپ کے بعد فیروز نے سلسلہ مطلب کی طرف رجحان کیا۔

فیروز۔ بھائی صاحب. تعجب ہے۔ اس قدر جدو جہد کی گئی۔ مگر بے اثر ثابت ہوئی۔ غیاث الدین کا پتہ نہ لگا خدا جانے۔ اس شیطان نے کہاں چھپا رکھا ہے اندیشہ ہے کہیں زندہ دفن نہ کر دیئے گئے ہوں۔

قاسم۔ نہیں اگر ایسا کرتا تو ضرور گل پھوٹ نکلا ہوتا جہاں تک خبر ملتی ہے۔ سلطان غیاث قلعہ ساگر میں ہی بند ہے۔ حالانکہ اسے کسی نے ابھی تک دیکھا نہیں میر سدد بہت ہی مکار اور چالاک ہے کسی طرح ہمارے چنگل میں نہیں پھنستا۔

اگر وہ ہم میں مل جائے تو کام آسانی سے نکل آئے

کیونکہ قلعہ ساگر میں سامان جنگ بہت کچھ موجود ہے اور غلہ بھی اس قدر فراہم کیا گیا ہے کہ ایک ہزار سپاہی دس برس تک کھا سکتے ہیں علاوہ اس کے وہاں دو سو جنگی جوان موجود ہیں مجھے ان باتوں کا پورا پورا حال مل گیا ہے ایک خفیہ کی زبانی میر سدد سے کہلا بھیجا ہے کہ ہماری جماعت میں شامل ہو جائے۔ دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔

فیروز۔ مگر سدد ایک چلتا پرزا ہے اس کو یکانا ٹیڑھی کھیر ہے۔ لال چین کی ناک کا بال ہو رہا ہے دونوں کی ایک گٹ ہے۔ اگر یہ جٹ ٹوٹ جائے تو کام چل جائے بھائی

Marfat.com

صاحب اس پر آپ بھروسا نہ کریں۔ رہی دارالخلافت کی بات وہاں کے آدمیوں کا منشا ظاہر نہیں ہوتا اس میں شک نہیں شہر بھر میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے گلی۔ گلی۔ لال چین کی بیرحمیوں کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہمیں وہاں کے باشندوں سے کیا مدد مل سکتی ہے یہ غور کرنے کی بات ہے۔

قاسم۔ اس روز آپ موجود نہ تھے۔ دارالخلافت سے ایک شخص آیا تھا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ سرکاری خزانہ خالی ہے لال چین روپے کے لیے ہائے واویلا مچا رہا ہے۔ جس طرح ہو روپیہ ملے یہی اس کی خاص غرض ہے۔ جدید ٹیکسوں کی بھرمار ہے روز ہی کسی نہ کسی نواب امیر کا گھر لوٹ لیا جاتا ہے۔ اس کی عزت بگاڑ دی جاتی ہے اس کا جائیداد نیلام کر کے خزانہ بھرا جا رہا ہے دولت کے لیے بے چارے زمینداروں کو سزائیں دی جا رہی ہیں۔ جہاں چار شخص مل کر گفتگو کرنے لگے وہاں لال چین کو شک ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ اب کسی کی عزت اور حرمت دولت کے لیے بچ نہیں سکتی لوگ اپنی جان جان لے کر دارالخلافت سے بھاگ رہے ہیں۔

قاسم۔ میں نہیں جانتا کہ شمس اس قدر ذلیل خیال کا آدمی ہے خیر شاہی خاندان میں پیدا ہوا ہے بادشاہ کی گود میں پلا ہے۔ اس کی رگوں میں محمود شاہ کا خون گردش کر رہا ہے پھر کیوں ایسے زبوں کام کر رہا ہے۔ رعایا اس کی حکومت سے عاجز ہو رہی ہے بے چینی بڑھتی جاتی ہے اور وہ پنبہ گوش سکوت میں بیٹھا تھا۔

فیروز۔ آپ غلطی پر ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ شمس لال چین کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہے۔ کمزور طبیعت کا آدمی ہے۔ نہ جدت ہے۔ نہ حوصلہ ہے۔ ادھر لال چین اور اپنی والدہ ملکہ خاتون کے قابو میں پڑ کر وہ اور بھی نکما ہو گیا۔ سنا ہے ایک دن جرات کر کے وہ لال چین سے شکوہ لے بیٹھا تھا کہ ملک میں بدامنی پھیلتی جاتی ہے انصاف کا خون ہو رہا ہے۔ لوگ جبر و تعدی سے عاجز ہو رہے ہیں۔ کسی طرح یہ شکایتیں مٹنی چاہیں۔ لال چین نے اسے جھڑک دیا۔ وہ دم بخود ہو رہا۔ اسی دن کے بعد پھر اس نے کبھی ایک حرف بھی زبان سے نہ نکلا اس کی جرات توڑ دی گئی۔ صرف نام کا بادشاہ ہے۔ عنان حکومت تو لال چین کے ہاتھ میں ہے جن شخصوں نے دیکھا ہے وہ کہتے

Marfat.com

ہیں کہ سلطنت ملنے پر بھی شمس کو طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں وہ شاہانہ تکلفات سے محروم ہے نہ کسی پر اس کا حکم چلتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کا ناز بردار ہی ہے وہ خود سب کا محکوم ہے سب کی خوشامد کرتا ہے اور خصوصا لال چین کا خدمتی غلام کہیں تو بیجا نہ ہو گا۔

قاسم۔ پھر ہم لوگ اس سے کیا توقع کر سکتے ہیں۔

فیروز۔ اس میں کیا شک ہے کہ اگر ہم لوگ اس کے روبرو رہتے تو خاطر خواہ کا کرا لیتے۔ لیکن ہماری غیبت میں وہ ہمارا ساتھ کیوں کر دے سکتا ہے۔ لال چین عزرائیل کی طرح ہر وقت چھاتی پر سوار رہتا ہے۔ اور وہ اس بات کا احسان مند بھی ہے کہ لال چین ہی کی بدولت اتنی وسیع اور طویل سلطنت کا مالک بن گیا۔

قاسم۔ جو ہو آزمائش شرط ہے ایک بار خفیہ پیام بھیج کر دریافت کر لیا جائے کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔

فیروز۔ دارالخلافہ سے آج میر جعفر صاحب تشریف لانے والے ہیں۔ ان سے بعد مشورہ کے جو کچھ طے ہو گا کیا جائے گا۔

قاسم۔ میر جعفر دوست بن کر آتے ہیں دشمن بن کر

فیروز۔ بھلا دشمن۔ بھی کوئی کسی کے پاس آتا ہے۔

قاسم۔ کسی کے دل کی بات کوئی کیا جانے.

فیروز گفتگو سے سب حال روشن ہو جائے گا۔ اس وقت جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ یہاں سب انتظام کر لیا گیا ہے ذرا سے شک پر قید کر لیں گے۔ دیکھیں یہاں آکر کہتے کیا ہیں۔ معلوم نہیں وہ گلبرگہ سے ہٹنا چاہتے ہیں یا لال چین کی جوتیاں اٹھانا ہی منظور ہے۔ سنتے ہیں آج کل کسی جلیل عہدہ پر ممتاز ہیں۔

قاسم۔ شریف کمینے کے ساتھ کبھی رہنا پسند نہیں کرتا قصور کسی کا ہو مگر سارا نام الزام شمس ہی کی گردن پر رکھا جائے گا۔ بدسلیقہ نوکروں کی بے تمیزی مالک کے سر تھوپی جاتی ہے۔ قدرتی قانون ہے۔ کو مخلوق اپنی ہمزار پر حکومت نہیں کرتی۔ چوپایہ

Marfat.com

چوپائے پر حکومت نہیں کرتا۔ طائر اپنے ہمزاد طیور پر حاکم نہیں۔ درندے۔ گزندے اور چرندے سب آزاد ہیں۔ کوئی کسی کا محکوم نہیں پھر۔ انسان انسان کا کیوں محکوم ہو قانون قدرت کے بالکل خلاف ہے محبت دکھا کر جس کو چاہے اپنے قابو میں کر لے۔ لیکن دباؤ جبر و ظلم اور نا منصفی سے کسی کو محکوم کر لینا انسانیت اور قانون الٰہی کے بالکل خلاف ہے اس لیے اس کی کشتی جلد بحر حوادث میں غرق ہو جاتی ہے۔ رعیت پر داب رکھنا اور اس کا منہ بند کرنا سراسر ظلم ہے جب شمس تاج و تخت کا مالک بن چکا تھا اگر چاہتا تو عدل شعاری سے کام لیتا اور رعایا کا نفس ناطقہ بن جاتا۔ محبت کے رشتے میں ایک ایک فرد کو باندھ سکتا تھا۔ کیوں کہ بادشاہ کسی ذات یا سوسائٹی کا مالک نہیں ہے او نہ خود ہی اس کا محکوم ہے بلکہ ذات یا سوسائٹی کو عروج پر پہنچانا ان کا فرض ہے

فیروز۔ اس میں کیا شک سب سے بالا درجہ سوراج کا ہے ہر ایک قوم اور ہر افراد خوش رہتی ہے لیکن لال چین چاہتا ہے کہ فوجی دباؤ ڈالکر رعایا کی آزادی کو خاک میں ملا دے علم و عقل و دولت اور قوم کی ترقی آجکل دارالخلافت میں نہیں ہے جی ہاں اور جی حضور کے سبق پڑھنے والے مزے میں ہیں۔ خوشامدیوں کا طوطی بول رہا ہے۔ لال چین کو یہ سمجھ نہیں ہے کہ خوشامد کرنے والے۔ اور کھری بات کہنے والوں میں کتنا فرق ہے خوشامدی دوست دشمن سے بد تر ہے۔ دانا دشمن بہتر ہے نادان دوست سے کیونکہ ایک دھوکہ دیتا اور دوسرا کام کرنا سکھاتا ہے۔

قاسم۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ جنگلی طاقت سے حکومت نہیں کی جاتی زور بازو دکھانے سے کوئی قابو میں نہیں رہ سکتا۔ جو کام محبت سے ہوتا ہے وہ طاقت دکھانے سے نہیں ہوتا اگر انصاف اور عدل سے کام لو گے تو ملک میں امن قائم رہے گا۔ کوئی فساد نہ اٹھ سکے گا اگر مار دھاڑ کاٹ پیٹ سے کام نکالو گے تو ملک میں بد امنی پھیل جائے گی۔ باغی سرکش برساتی کیڑے کی طرح نکل پڑیں گے۔ اور حکومت کا قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ سلطنت کا جوہر آزادی ہے نہ کہ غلامی۔

فیروز۔ یہ نصیحتیں بادشاہ کے لیے ہیں نہ کہ غلام کے لیے اگر شمس بد راہ ہو جاتا تو

Marfat.com

اس سے ایسی نصیحتیں کی جاتی ہیں۔ لیکن ہندوؤں کی رامائن میں جس طرح لکھا ہے

ڈھول گنوار چھدر پشتو ناری
یہ سب تاڑن کے ادھکاری

یہاں یہی معاملہ ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا کہ ملک دکن میں اگر ہم بنئے مہاجن۔ سیٹھ ساہو کار تلاش کرو تو ایک بھی نہیں ملے گا۔ سب مفلس اور نادارا ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ کھٹملوں کی طرح بے چاروں کا خون چوس لیا گیا اور پھر خزانہ خالی پڑا ہے۔

قاسم۔ لال چین لوگوں پر عذاب کیوں نازل ہو رہا ہے

فیروز۔ رعیت آزادی کی حواہاں ہے لوگ کہتے ہیں۔ کہ فوجی اخراجات بڑھانے سے ملک تباہ ہوا جاتا ہے۔ اسے کم کرو جب ہر طرح کا سکون اور امن ہے تو فوجی خرچ بڑھانے کی کیا ضرورت ہے جو لگان ہوتا ہے ہم سب خوشی سے ادا کر دیتے ہیں پھر کیوں ہماری درخواست ٹوکری میں ڈال دی جاتی ہے ہم چاہتے ہیں جن جن ٹیکسوں کی بھرمار ہو رہی ہے کم کر دیئے جائیں پھر خواہ مخواہ ملک میں فلاحیت ہو جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ شمس ہی بادشاہ رہے۔ لال چین اس لائق نہیں کہ وزیر اعظم بن کر ملک کو تباہ کرے

قاسم۔ یہ بات سیاسی اصول سے تو خلاف نہیں کہ اپنے حقوق طلب کرنا بادشاہ سے عداوت کرنا ہے بلکہ اس کا خیرخواہ اور وفادار بننا ہے۔ یہاں کے باشندے ایک ملت اور ایک فرقہ کے نہیں ہیں۔ ان میں نفاق کے تخم کی کاشت کرنا اور بھی سراسر ظلم ہے مفت خدا کی رعایا کو بدنام کرنا اور فرقہ اور مذہب پر زور دکھانا سلطنت کے حق میں کانٹے بونا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہاں کے باشندے عقلمند۔ جفاکش اور وفادار ہیں راستی ان کا پیشہ ہے۔ کذب دور دغ سے منافرت رکھتے ہیں۔ ان کو قابو میں رکھنے کے لیے طاقت دکھانا تلوار سے کام کرنا سراسر بزدلی ہے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ لوگ شمس سے بیزار نہیں ہیں۔ بلکہ لال چین کی حرکتوں سے متنفر ہیں۔ اگر میری صلاح مانے تو میں اس سے کہہ دوں۔ لال چین کو اپنے یہاں سے

Marfat.com

نکال دے حیف صید حیف۔ ایک سلطان کا کسی کے قابو میں پڑ جانا کتنا بھاری ستم ہے۔

فیروز۔ اگر کسی درخت کے ثمر کو باغبان نہ توڑ لے تو وہ مرجھا کر ایک نہ ایک دن خود ہی گر جاتا ہے۔ کمزور جانور جب تعاقب کرنے والے سے ہار جاتا ہے اور اسے موت سر پر سوار نظر آتی ہے اور جب بھاگنے کا راستہ نظر نہیں آتا تو وہ اپنے تعاقب کرنے والے پر ٹوٹ پڑتا ہے ایک دن تم اسی طرح دیکھو گے کہ بہمنی سلطنت خاک میں مل جائے گی۔ اور شمس کا نام ونشان باقی نہ رہے گا اور لال چین اپنا منہ لے کر رہ جائے گا کیونکہ اسی نکات سے یہ بات تحقیق ہو چکی ہے کہ رعیت کی بہبودی سے بادشاہ کی بہبودی ہے۔

رعیت چو بیخ ست و سلطان درخت
درخت اے پسر باسد از بیخ سخت

اس لیے رعایا کو خوشحال بنانا بادشاہ کا فرض ہے

قاسم۔ کیا شمس کی عقل پر بالکل پردہ پڑ گیا کیا وہ اپنی بھلائی کی بات بھی نہ سنے گا۔

فیروز۔ مجھے تو امید نہیں ہے

قاسم۔ پھر تو ایسی سلطنت کی بنیادیں کھود پھینک دینا چاہیے ہم لوگ کئی وجہ سے اس کام میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ غیاث الدین ہمارا خون تھا۔ اس کے خون کا قصاص لے لینا ہمارا فرض ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لال چین اتنے بڑے جرم کا مرتکب ہو کر ہم لوگوں کے سامنے سرخرو بنتا ہے۔ اور ہم پر حکومت کرتا ہے اگر ہمارے ہاتھوں میں طاقت ہے اگر ہم میں شرم حیا ہے اگر ہمارے خون میں جوش ہے تو ضرور اس کو اس کے اعمال کی سزا دینا چاہیے اگر ہم پہلو تہی کریں گے تو خدا کے سامنے گنہگار ہوں گے۔ کیونکہ ہم میں شاہی خون ہے۔ اگر ہمارے سامنے ہماری رعایا کو تکلیف ہو تو اس کو دفع کر دینے ہی میں ہماری مفر ہے۔ ورنہ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بھائی کی مقدس روح ہم لوگوں کو بہشت میں سے دیکھ رہی ہے۔ کاش ہم لوگوں نے اس کے کہنے پر دھیان نہیں دیا تو قیامت کے روز ضرور دامن گیر ہو گی۔

Marfat.com

فیروز۔ بے شک آپ کی اصلاح بہترین صلاح ہے سب انتظام درست ہی ہو رہا ہے اس وقت صرف اس بات پر غور کرنا ہے کہ میر جعفر سے کس طرح کی گفتگو کی جائے۔

قاسم۔ اجی۔ ! اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے جیسا ہو گا دیکھا جائے گا جب وہ طلب کیے گئے ہیں تو خواہی نخواہی آئیں گے جس انسانیت اور خلق سے وہ پیش آئیں گے ویسا ہی ادھر سے بھی برتاؤ ہو گا۔ جیسی گفتگو کریں گے۔ ویسا ہی جواب دیا جائے گا۔ اس کا پس و پیش کیوں ہے مگر ہاں ایک بات کا دھیان رہے کہ قلعہ کے اندر بغیر دیکھ بھال کے آنا مناسب نہیں۔ اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے اپنے ساتھ لانا

فیروز۔ پھر ان سے کہاں ملیں۔

قاسم۔ قلعہ کے باہر وسیع میدان میں خیمہ کے اندر ملاقات کر لینا کافی ہے۔ وہیں ان کے آرام و آسائش کا انتظام کر دیا جائے۔ پہلی مرتبہ آپ ان سے وہیں ملاقات کریں۔ اس کے بعد جیسا ہو گا۔ دیکھ لیا جائے گا۔

فیروز۔ بے شک یہ صلاح قرین عقل ہے آپ جائیں۔ غلاموں کو حکم دیں۔ قلعہ کے باہر خیمہ نصب کرا دیجئے۔ پہلی ملاقات وہیں ہو گی۔

"بہت بہتر"

قاسم خان فیروز خان سے رخصت ہو کر باہر نکل گیا۔

Marfat.com

بیسواں باب

بیجا پور کے قلعہ کے باہر ایک خیمے کے اندر فیروز خان بیٹھا ہوا کسی کی راہ دیکھ رہا تھا۔ انتظار کی گھڑیاں شاق ہو رہی تھیں۔ کبھی صحن میں نکل آتا ہے اور کبھی مسند پر جا کر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھ جاتا ہے کئی دفعہ اٹھا باہر گیا اور پھر اندر آکر بیٹھ گیا عجب کشمکش میں روح پھنسی ہوئی ہے۔ آخر تھک کر بیٹھ رہا۔ اور خود بخود اس کے منہ سے نکلا کیوں نہیں آئے معلوم ہوتا ہے دھوکا دیا گیا۔ اور بے کار رہی میں نے انہیں بلایا کہیں لال چین سے نہ مل گئے ہوں گے۔ شاید ایسا ہی ہے۔ ہمارا بھید لینے آئیں گے ورنہ کب کے آگئے ہوتے ہمارے آدمی کے ساتھ ہی کیوں نہ چلے آئے دوپہر کا وعدہ تھا اور ابھی تک نہیں آئے۔ بات کیا ہے؟ شام ہوا چاہتی ہے۔ کیا کروں؟ کون جانتا تھا کہ غلام میں اتنی عقل ہے۔ اس کے درشت کلام تو بادشاہوں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اس کا کوئی راز ہم پر کھل سکتا ہے بلکہ ہمارا ایک ایک راز اس پر واضح ہو گیا ہے۔ جو ترکیب سوچی جا رہی ہے وہ خاک میں ملی جاتی ہے۔ کیا منصوبہ ہمارا ٹھیک نہیں اترتا سب تو ہوا مگر سب سے زیادہ اس نے شمس کی ماں ملکہ خاتون پر قبضہ جما لیا ہے وہ اس کی مٹھی میں آگئی ہے اس کے مل جانے سے اور بھی آفتیں برپا ہو رہی ہیں۔ آخر اسے کیوں کر قابو میں لے آیا۔ اس میں کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے خیر جو ہو دیکھا جائے گا چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ بندہ اس کا پیچھا چھوڑنے کا نہیں اف کمبخت نے غضب کر دیا اپنے آقا کا خون۔ .....

توبہ توبہ۔ یہ بھولنے والا ہے۔ بھلا اور نہیں تو بازار کشت و خون گرم کروں گا۔ اور اس آتشکدہ حرب میں لال چین خود بخود جل مرے گا لیکن افسران فوج پر کیوں کر قابو جمایا جائے لیکن لال چین بڑا چلتا پرزہ ہے پانی کی طرح سے روپیہ بہا کر فوج کی دلداری کرتا ہے اور اسی سے فوج اس کا دم بھرتی ہے۔ ہمارے پاس دولت نہیں اس کی کیا سبیل کریں جب تک دو ایک لاکھ پتی مہاجنوں کو اپنی جانب رجوع نہ کریں گے تب تک کام چلتا نظر نہیں آتا اس کام کے لیے قاسم ہی موزوں ہے اسی کو باہر کیوں نہ بھیج دوں۔ اخاہ بہت عرصہ لگایا۔ ابھی تک جعفر کیوں نہیں آیا۔ اونہہ نہ آئے۔ نہ سہی چلو۔ کوئی اور انتظام سوچیں۔ یہاں بیٹھا بیٹھا کیا کر رہا ہوں۔

Marfat.com

اتنے میں آہٹ معلوم ہوئی معلوم ہوا کوئی آرہا ہے اتنے میں فیروز نے گردن پھیر کر دروازے کی جانب نگاہ ڈالی دیکھا دو شخص آ رہے ہیں۔ فیروز اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دروازے پر گیا اور جعفر سے مل کر عزت کے ساتھ اندر لے آیا۔

مزاج پرسی کے بعد فیروز نے کہا۔

آپ کے آنے میں بہت دیر ہوئی۔ میں تو گھبرا گیا تھا۔ جی میں چاہتا تھا۔ یہاں سے چلا جاؤں۔

جعفر۔ معاف کیجئے۔ جناب کو بڑی زحمت اٹھانا پڑی۔ خلاف توقع بات پیدا ہو جانے سے خواہ مخواہ کشمکش پیدا ہو جاتی ہے

فیروز۔ میں اس معمے کا مطلب نہیں سمجھا۔

جعفر گھوڑا بہت تھک گیا تھا۔ اسی سے. آنے میں دیر ہوئی خیر کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گیا۔ ملاقات ہو گئی۔ یہی غنیمت ہے۔

فیروز۔ بہت دن بعد ملاقات ہوئی کیسے رہے۔

جعفر۔ یہاں بیٹھ کر اپنی خرابی کیا بیان کروں۔ لوگ کہتے ہیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اس لیے اس مقام سے اٹھ چلنا چاہیے کسی گوشہ میں بیٹھ کر دل کے پھپولے پھوڑیں اپنی قسمت کا رونا روئیں۔ رونے سے دل کی سوزش میں کچھ کمی ہو ہی جاتی ہے کوفت اٹھاتے اٹھاتے کلیجے میں ناسور پڑ گئے ہیں۔

فیروز۔ یہ کیا مرد باید کہ ہراساں نشود۔ مشکلے نیست کہ آساں نشود۔ مرد ہو کر دل کیوں چھوٹا کرتے ہیں بلکہ طبیعت کو ڈھارس دیجئے۔ اور کام کیجئے وہ ثابت قدمی سے کیجئے۔

جعفر آپ یہاں بیٹھے بیٹھے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اگر گلبرگہ تشریف لے جائیے اور وہاں کا حال ملاحظہ کیجئے تو ضرور ہے۔ آپ کا کلیجہ بھی پھٹ جائے اور ہماری طرح دن رات کوفت اٹھاتے گذرے جس کوچے میں جائیے وہاں بیوائیں دھاڑیں مار مار کر روتی پائیے گا۔ جس گلی میں پہنچئے معصوم بچے بلبلا رہے ہوں گے۔ مظلوموں کی آہ و بکا سن کر سینہ چاک ہو جاتا ہے۔ خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ اور ہوتے جاتے

Marfat.com

ہیں منصفی روٹھ گئی جور و ستم کا بازار گرم ہے چلئے چل کر اپنی آنکھ سے دیکھ لیجئے۔ اور اگر بازوؤں میں طاقت ہو دل میں جوش ہو اور روح ان مظالموں کے دیکھنے کی روا دار نہ ہو تو مادر عرض کو گناہوں کے بار سے سبکدوش کیجئے۔

فیروز۔ آپ کا فرمانا صحیح ہو گا۔اس غم انگیز داستان سننے سے خواہ مخواہ کلیجہ منہ کو آیا جاتا ہے کیا آپ کا فرمانا غلط ہے ضرور قابل یقین ہے اگر اپنے سے ہو سکا تو ضرور اس کا کچھ انتظام کیا جائے گا۔ مگر ایک دن وہ تھا جب آپ سب صاحب سلطان شمس الدین کی بہت تعریف کرتے تھے جس ظالم کے نام لینے سے زبان پر آبلے پڑے جاتے ہیں ایک دن آپ اس کی حرکات و سکنات کے گرویدہ تھے۔ خدا نہ کرے ابھی تک آپ اس کے مظالموں سے بری ہیں۔ آپ کے گریبان تک اس کا دست ستم نہیں پہنچا پھر کیوں آپ بدحواس ہیں کہ دوسرے بادشاہ کی حکومت آپ کے لیے مفید ہو گی ممکن ہے دوسرا بادشاہ اس سے بھی گیا گذرا ہو ۔

جعفر۔ شاید آپ مجھ سے مشتبہ ہیں اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

فیروز۔ جناب آپ مشتبہ نہیں ہیں۔ مگر میں ہوں چہرہ دیکھ کر دل کی کیفیت معلوم کر لینا مشکل امر ہے آپ کے فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمس بد عہد ہے جو وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا سلطنت ہاتھ آ جانے سے کون ایسا فرد بشر ہے جسے رعونت نہ سوار ہو جاتی ہو پچھلی حالت بھول جاتی ہے۔ جنہیں نیک طینت فرشتہ خصلت سمجھتے تھے۔ وہ بھی حکومت ملنے سے سادہ مزاج نہیں رہتے معاف کیجئے گا آپ کی حالت بدل نہیں سکتی جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے آپ کے خواص میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مگر ایک بادشاہ جس کے ہاتھ میں رعیت کی تکمیل ہو کیونکر اپنی اصلی حالت پر رہ سکتا ہے خواہ مخواہ اسے سیاست سے کام لینا پڑتا ہے پس جس پر ظلم کیا گیا۔وہی مظلوم ہوا۔ اور جو خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوا وہ بادشاہ کی ناک کا بال سمجھا گیا۔ بادشاہوں کا دستور ہے گاہے بسلامے بر نجند وگاہے بدشنامے خلعت دہند۔ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔

جعفر۔ خیر جو ہو۔ بندہ کی تمام امیدیں ٹوٹ گئیں

فیروز۔ شاید آپ مجھے یادہ گو سمجھتے ہیں۔ بندہ حق بات کہتا ہے آپ مطمئن رہیں۔

Marfat.com

خدا میں سب کچھ قدرت ہے اگر آگ لگی ہے تو ابر رحمت برسا کر ٹھنڈا کر دے گا اور میں تو آپ کا ادنیٰ غلام ہوں ہر طرح ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ ذرا دل کو تقویت دیجئے اور صبر سے کام لیجئے برے دن نکل ہی جائیں گے۔

جعفر۔ اس وقت کا خیال رہے ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ آئے تو میں ایک بات کہوں

فیروز۔ کہئے کہئے شوق سے کہئے

جعفر۔ اگر میں تھوڑا سا بھی کہوں تو بہت سمجھو۔ آپ جانتے ہیں میرے والد مرحوم ملک دکن کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اور یہ نواب لقب لال چین سلطان غیاث الدین کا غلام تھا۔ اس نے دس پانچ اور غلاموں کو لالچ دے کر اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اور اپنے بھولے آقا کو مدعو کر کے آنکھیں نکلوا لیں اور اسے کہیں قید کر دیا۔ اور راز فاش ہونے کے خوف سے مجھے بھی زہر دلوانا چاہتا تھا۔ ابھی تک اللہ نے میری جان بچائی۔ آپ مجھ سے بدظن نہ ہوں۔ اور میں عہد کرتا ہوں کہ ملک دکن کا کیا اگر تمام ہندوستان میں میرے نام کا سکہ جاری ہو جائے تو بھی آپ کے ساتھ بد عہدی کرنا اور اپنے قول سے منحرف ہو جانا میری ذات سے ممکن نہیں ہے۔ آپ مجھے سچا خیر خواہ سمجھیں۔

فیروز۔ آپ افسردہ نہ ہوں۔ آپ سے بدگمان نہیں ہو سکتا ایک دوسری بات یہ ہے جس سے میں موجودہ سلطان کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا یہ جانتا ہوں آج کل دارالخلافت میں غضب کے ظلم ہو رہے ہیں۔ خلق اللہ جفاؤں سے عاجز ہے خون کی دھارا بہہ رہی ہے تمام ملک آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ روزانہ لوگوں کے سر پر کلہاڑے چلتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں میں بھی شاہی خاندان سے ہوں اگر میں اس وقت نکل کھڑا ہوں تو لوگ زیادہ تعداد میں ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو جائیں مگر جس وقت میں تخت سلطنت پر قدم رکھوں گا رعیت کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہو گی۔ اور ناروا جبر تعدی کی بیخ کنی کروں گا بد چلن لوگوں کو پھانسی دی جائے گی ہزاروں کا خون بہے گا

Marfat.com

اس وقت کیونکر سمجھ سکتے ہو کہ تیغ ستم کی ستائی ہوئی مادر ملک اس سے بھی زیادہ غمگین نہ ہو گی۔ یا اس سے زیادہ انصاف کا خون نہ بہایا جائے گا۔ بتیرے بے گناہ پھانسی پر لٹک جائیں گے۔

جعفر۔ یہ کس کی بابت آپ کہتے ہیں۔ میں سمجھا نہیں۔

فیروز۔ اپنی حالت کو دیکھتا ہوں میرا دل بھی گناہوں سے لت پت ہے۔ باطنی دیدوں میں روشنی نہیں سینہ فاسد خیالات کا مخزن ہے جن برے فعلوں کی تخم ریزی ولیس ہو چکی ہے موقع پا کر ان کے پودے نکل آئیں گے اور نشوونما پا کر لہلہا اٹھیں گے۔ اس وقت زمانہ میری شکایت کرے گا۔ نہ کہ لال چین کی۔ لال چین تو دامن جھاڑ کر الگ ہو رہے گا۔

جعفر۔ جناب! کوئی جنمی ایسا نہیں ملے گا جس کے گناہ لال چین سے زیادہ ہوں۔

فیروز۔ مانا آپ کا فرمانا سچ ہے۔ مگر جس وقت میرے ہاتھ میں عنان حکومت ہو گی لال چین کی برائیاں بالائے طاق ہو جائیں گی۔

جعفر۔ حضور والا کا دل نہایت بے تاب ہو رہا ہے معلوم ہوا تخت و تاج لینے سے آپ کو نفرت ہے مگر جناب ظلم کی ناؤ کبھی بہتی نہیں۔ ایک نہ ایک دن خود ہی غرق ہو جاتی ہے آپ جانتے ہیں کتنے بادشاہ زیر زمین سما گئے ہیں۔ آپ جو رو ستم کی کشتی غرق کر دینے پر کیوں ہاتھ پاؤں ڈالے دیتے ہیں کیوں کمر ہمت نہیں باندھتے ہم لوگ شمس کے مخالف نہیں ہیں۔ چونکہ جہاں شمس ہے

وہاں لال چین بھی ہے۔ اسی سے اتنا بگھیڑا ہو رہا ہے۔

فیروز۔ لیکن بادشاہ کی ایک بھی خصلت مجھ میں نہیں ہے۔ نہ مجھ میں رحم ہے۔ نہ اولوالعزمی۔ معدلت شعاری۔ راستی تحمل۔ ثابت قدمی۔ فروتنی۔ محبت۔ عنایت۔ لطف و کرم۔ احسان مندی۔ ممنونی۔ شکر گذاری۔ یہ بادشاہوں کے اوصاف ہیں۔ ان میں ایک بھی صفت مجھ میں نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف عیوب بھرے ہوئے ہیں۔ اگر مجھ کو کچھ بھی طاقت دی گئی تو سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی حیات بخش چشمہ زمین پر باقی ہے۔

Marfat.com

وہ بھی آگ لگا کر خشک کر دیا جائے گا۔ ملک میں امن کی بجائے بے چینی رونما ہو گی۔ جبر و ظلم کا دریا بہ نکلے گا۔ انصاف کی گردن پر چھری پھر جائے گی۔

جعفر۔ اے مادر وطن سمجھ گیا۔ اب تیرے دن پلٹنے والے نہیں۔ ہمیشہ غلام کے قدموں سے کچلی رہے گی اب تجھے امان دینے والا کوئی نہیں۔

فیروز۔ کیا مجھ جیسا بداخلاق شخص حکومت کر سکتا ہے۔

جعفر۔ حکومت کرنا تو درکنار ایسے شخص کا پیدا ہونا ہی ناجائز ہے۔ وہ زمیں کا بار اضافہ کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔ اف بدنصیب ملک۔ خدا جانے کب تک ناعاقبت اندیش ظالموں کے ہاتھ میں پھنسا رہے گا خدا جانے کب تک تیری عافیت تنگ رہے گی۔ کیا تیرے لئے خدا جانے کوئی اچھا اورنگ آرا نہیں پیدا کیا۔ کب تیرا ستارہ برج نحوست سے نکلے گا۔ ہا جو جو منصوبے لیکر آیا تھا۔ دیکھتا ہوں۔ یہاں آ کر سب خاک میں مل گئے۔

فیروز۔ معاف کیجئے۔ میری گستاخیاں لایق عفو ہیں۔ میری بدگمانیاں آپ کی راست بیانی سے جاتی رہیں۔ آپ صاف طینت ہیں۔ ظاہرہ باطن کی حالت یکساں ہے۔ اگر میرے اقرار میں آپ کا بھلا ہوتا ہے۔ تو میں اقرار کرنے کو بھی تیار ہوں۔ جو آپ کہیں کرنے کو موجود ہوں۔ آپ کی ذات پر پورا اعتماد ہو گیا۔ ابلیس خصلت لال چین نے مجھے اپنے جتھے میں شامل کرنے کے لئے طرح طرح کے سبز باغ دکھائے۔ بہت کوششیں کیں۔ مگر میرا ایمان اور میرا دل اس کا ساتھ دینے پر رضامند نہ ہوا۔ خدا جانتا ہے۔ آپ کو پھر ایسا موقع نہ ملے گا کہ میرے لبوں سے ایسے کلمے سنیں۔ آج سے میں نے آپ کی بات گرہ میں باندھ لی۔ آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس سے پہلے میری زبان سے جو الفاظ نکل گئے ہیں۔ انہیں واپس لیتا ہوں جو ارادہ کیا تھا اس کے خلاف قدم رکھوں گا۔ آپ وقت پر آیئے۔ یہاں کل انتظام ہو چکا ہے۔ ہزاروں سپاہی تلوار کے دھنی ہمارا ساتھ دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ دو یا چار روز میں ہمارا لشکر کوچ ہو گا۔ انشاء اللہ خاص دارالخلافت گلبرگے میں ڈیرا پڑے گا۔ آپ فرمائیں اس معاملہ میں آپ نے کیا سوچا۔ جواب دیجئے۔ خاموش کیوں ہیں۔

Marfat.com

جعفر۔ پیر و مرشد کیا جواب دوں اور کیا نہ دوں۔ آپ دور سے سن رہے ہیں۔ اگر پاس جا کر دیکھتے تو آپ کا دل ضرور بے چین ہو جاتا۔ گلبرگہ ہمارا قومی مسکن نہیں بلکہ رنج و آرام کا گھر ہے۔ ہم لوگوں کے لئے قبریں کھدی ہوئی ہیں۔ وہ مرگھٹ ہے۔ ٹھنڈی آہوں۔ شور و شیون اور گریہ وزاری کی دل ہلا دینے والی آوازوں سے تمام شہر گونج رہا ہے۔ جسے دیکھو افسردہ۔ جسے دیکھو غمگین وہ چہل پہل نہیں۔ بالکل ماتم سرا ہو رہا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو چل کر آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔

فیروز۔ رونے کا موقع نہیں۔ ترکیب سوچئے اور اس پر عمل کیجئے کہ کس طرح ہم لوگ رعیت کی تکلیفیں دور کر سکتے ہیں۔ کیونکر ظالموں کے گزند سے نجات دلا سکتے ہیں۔

جعفر۔ ایسا ہی ہو گا۔

فیروز۔ یہ تو کہئے۔ غیاث ہیں کہاں؟

جعفر۔ لال چین کی بدولت قلعہ ساگر میں مقید ہے۔ نابینا کر دیا ہے۔ عرض تو کر چکا ہوں۔ لال چین نے اس کے دیدے تک نکلوا لئے ہیں۔

فیروز۔ افسوس صد افسوس۔ نمک حرام گرگا۔ نابکار۔ کمبخت تو نے یہ کیا کیا۔ کیوں تیرے ہاتھ سڑ نہیں گئے آنکھیں کیوں نہیں پھوٹیں۔

جعفر۔ بیقرار ہونے سے تو کام چلنے کا نہیں۔

فیروز۔ پھر فرمائیے۔ کیا کروں؟ کون جانتا تھا کہ مکان پہنچ کر یہ حالتیں دیکھنے میں آئیں گی۔

جعفر۔ جس طرح ہو پہلے سلطان غیاث الدین کو قلعہ ساگر سے نکالا جائے۔ مگر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ قلعہ معمولی نہیں ہے۔

فیروز۔ یہ درست ہے۔ مگر صرف دو سو سپاہی وہاں ہیں۔

جعفر۔ لیکن جنگی سامان تو زیادہ ہے اور پھر قلعہ بھی بہت ہی مستحکم۔

Marfat.com

فیروز۔ اس بارے میں میاں قاسم خان سے بھی صلاح کر لینی چاہئے۔

جعفر۔ بہتر رات زیادہ آ گئی ہے۔ اب آپ استراحت فرمائیں۔ کل صبح کل مراحل طے کر لئے جائیں گے۔

فیروز۔ معاف کیجئے گا۔ اس طرف میرا دھیان نہیں گیا آپ تھکے ہوں گے۔ کسل ہو گا۔ اس لئے آپ آرام کیجئے بندہ جاتا ہے۔

جعفر۔ میری فکر نہ کیجئے۔ جب تک لال چین حیات ہے۔ مجھے آرام کہاں۔

فیروز۔ خیر چلئے۔ قلعہ میں چل کر آرام کریں۔ کیا کہوں۔ خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ شمس اس طرح کا نکلے گا آہ

اب جہان سے دیکھ لو ایمانداری اٹھ گئی
اٹھ گئی اب منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی
ہے برادر کو برادر سے دغا یہ حال ہے
یکقلم دنیا سے رسم دوستداری اٹھ گئی

☆○☆

اکیسواں باب

زیادہ عرصے تک کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ موقع پا کر کسی نہ کسی طرح پردہ اٹھ ہی جاتا ہے۔ اسی طرح لال چین کو بھی اس بات کی خبر مل گئی کہ فیروز خان اس کی تباہی کی فکر میں ہے اور شہر کے بہت سے امرا اس سے سازش کر چکے ہیں۔

اسی فکر میں کئی دن گذر گئے۔ وہ چاہتا تھا کسی موقع پر بادشاہ شمس سے فیروز خان کی گرفتاری کا پروانہ لکھا لے اور اسے قتل کرا دے۔ چنانچہ بغاوت کا الزام اس پر تھوپا گیا۔ مگر شمس اس کی گرفتاری پر راضی نہ ہوا۔ لال چین ملکہ خاتون کے پاس گیا اور اسے اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ پہلے تو وہ اس خون سے ڈری۔ کیونکہ فیروز اس کا

Marfat.com

قریبی رشتہ دار تھا۔ مگر آخر کار لال پیین کی پٹی میں آہی گئی۔

لال پیین نے اس سے کہا۔

جو ہونا تھا ہو ہی گیا۔ اب خیریت اسی میں ہے کہ آتش بغاوت نہ بھڑکنے پائے۔ کیونکہ اس میں سلطان آپ اور میں یہ تین شخص ضرور بھون ڈالے جائیں گے۔ جہاں تک استفسار ہوا۔ لوگوں کا گمان ہے کہ ان خطرات کی بانی مبانی ملکہ عالیہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ آپ شمس الدین کو پیار کرتی ہیں۔ اسی سبب سے میرے ساتھ ملکر آپ نے غیاث الدین کو کانٹا سا نکال کر دور پھینک دیا۔ اسی لئے تمام فتور آپ کی ذات سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ غور کریں۔ اگر ان سرکش امراء کی طرف سے ہم مطمئن بیٹھے رہیں۔ تو لامحالہ ہماری کشتی خیالات ورطہ ہلاکت میں پڑ جائے گی اور ہم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ بادشاہ سلامت اس بات کی تہ کو نہیں پہنچتے۔ خدا جانے ان کے دل میں کیا ہے۔ آپ جانتی ہیں۔ فیروز خان خاندان شاہی سے ہے۔ اس لئے جتنے امراء اور اراکین سلطنت ہیں۔ سب اس کے طرفدار ہیں رعایا پر بھی اس کا بہت بڑا اثر ہے۔

ابھی سلطان کم عمر ہیں۔ ناسمجھ ہیں۔ اتنی عقل نہیں رکھتے اور وہ لوگ ایک ہی خرانٹ گرگ باراں دیدہ ہیں۔ کیسی دانشمندی سے کام لے رہے ہیں۔

ضرور اپنی فرزانگی سے فائدہ اٹھا جائیں گے۔ مجھے زیادہ تو اس بات کا خوف ہے۔ کہیں سلطان ان لوگوں کے بھڑکانے میں نہ آ جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو تخت چمن جائے گا۔ اس سے کھلم کھلا نہ سہی۔ خفیہ طریقے سے ان کی ہوسیں خاک میں ملا دینا چاہئیں۔ ان کو کسی نہ کسی حیلے سے تہ تیغ ہی کرا دینا مناسب ہے۔ جب تک فیروز خان قاسم خان زندہ ہیں۔ ہمیں میٹھی نیند سونا نصیب نہ ہو گا۔

ملکہ خاتون۔ بیٹا تو کہتا صحیح ہے۔ میں ابھی شمس کو بلاتی ہوں۔ تو جا تیرے سامنے اپنا نفس مطلب کا اظہار کرنے میں ہچکچائے گا۔

لال پیین وہاں سے کھسک گیا۔ اسے پورا بھروسا ہو گیا کہ ملکہ خاتون کی ذات سے کام بن جائے گا۔ ملکہ خاتون کی طلبی سے سلطان شمس داخل محل ہوا۔ والدہ معظمہ کی خاک پا کو آنکھوں سے لگایا۔ قدم چومے اور بائیں مسند پر بیٹھ کر پوچھا۔ کیا

Marfat.com

حکم ہے؟

ملکہ خاتون۔ جو بات اپنی سمجھ میں آئے اسے دوسروں سے دریافت کر لینا مناسب ہے۔ کہ نہیں۔

شمس۔ کیوں نہیں؟

ملکہ۔ لال چین کی صلاح پر کیوں نہیں چلتا

شمس۔ مادر مہرباں! آپ میری حالت نہیں جانتیں سلطنت سے مجھے کوئی لطف نہیں۔ ہر وقت خطرے میں جان پڑی رہتی ہے۔ تخت کی گدی میرے لئے پھولوں کا بستر نہیں ہے۔ بلکہ کانٹوں کا ہے۔ تخت نشین ہونے سے میرے سچے یار غار مٹ گئے اور جس کی مفارقت میں میری جان پر بنی ہے۔ وہ کوسوں دور ہو گئی۔

ملکہ خاتون۔ تو اس چڑیل کے لئے کیوں سر اسیمہ ہے اب تو بادشاہ ہوا ہے۔ خوبصورت پری جمالوں کے ساتھ تیری شادی ہو گی۔ چاہے سینکڑوں محل کر لے۔ کوئی تیرا ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ بیٹا سلطنت کے کاموں میں دخل دے اسے بھول جا۔ تیرا فاسد خیال ہے۔ تخت حکومت میرے لئے خاروں کا بستر ہے۔

شمس۔ یہ سچ ہے۔ لال چین کی بدولت بادشاہ ہوا ہوں لیکن تاج و تخت کا میں بھوکا نہ تھا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ اتنی زندگی بے فکری سے کٹے۔ کسی کی برائی بھلائی سے مجھے کام نہ ہو۔ مگر ایسی عزت پا کر مجھے ان باتوں سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ہزاروں کام ایسے ہیں۔ جنہیں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ حکومت کے دباؤ سے کرنا ہی پڑتے ہیں۔

ملکہ خاتون۔ لال چین کی مہربانی سے تجھے تاج ملا۔ اسے تو مانتا ہے۔ کسی کے احسان کو فراموش کر دینا انسانیت سے باہر ہے۔ اب وہ اپنے احسان کا بدل تجھ سے لینا چاہتا ہے۔ تیرا وفادار اگر کوئی ہے تو لال چین اور لال چین کے خلاف لوگ باتیں کر کے تیرے کان اس کی جانب سے بھر دیں گے تاکہ تیری طبیعت اس کی جانب سے متنفر ہو جائے جو اپنے وفادار اور اپنے بہی خواہ کے ساتھ بے اعتنائیاں کرتا ہے۔ وہ کبھی آرام سے نہیں سوتا۔ اگر تو اپنی حکومت کو خطروں سے پاک رکھنا چاہتا ہے تو

Marfat.com

لال چین کی صلاح پر چل۔ جس نے تیرے ہاتھوں میں زمام سلطنت دیدی۔ وہ تیرے ہاتھوں کو مضبوط کر سکتا ہے۔ اسی کی وجہ سے سلطنت کی باگ تیرے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتی۔ میں نے سنا ہے کہ ملک میں سرگش باغی بڑھ گئے ہیں اور بغاوت کی آگ بھڑکا چاہتی ہے اور تو اس کی پروا نہیں کرتا۔

شمس۔ آپ کیونکر جانتی ہیں۔

ملکہ خاتون۔ بھلا لال چین کے آگے کسی کی عقل پیش جا سکتی ہے۔ ان باتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ وہ نہایت دانا اور ہوشیار شخص ہے۔

شمس۔ کیا لال چین نے آپ سے یہ بھی کہا ہے کہ لوگ میری حکومت سے نالاں ہیں۔

ملکہ خاتون۔ نہیں۔

شمس۔ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا۔اچھا میں آپ سے کہتا ہوں۔ دنیا ایک طریقے پر نہیں رہتی۔ جو بات آج ہے کل نہ ہو گی۔ اگر میں جانتا کبھی تاج شاہی سر پر نہ رکھتا میں نام خدا بادشاہ ضرور ہوں۔ مگر کاروبار سلطنت کل لال چین کے ہاتھ میں ہیں۔ کرتا دھرتا وہی ہے سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی انکار کرنے والا نہیں اور بار گناہ سے میری گردن نیچی ہوتی ہے۔ اس سے کہیں اچھا ہے کہ تاج زریں اتار کر اس کے قدموں پر رکھ دوں۔ آج سے وہی بادشاہ ہو۔ اس ملک سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔

ملکہ خاتون۔ یہ بعد کو نپٹ لیا جائے گا۔ اس وقت تو لال چین کو اجازت دیجئے کہ جس طرح ہو فیروز خاں اور اس کے اہالی موالی کو قتل کرے۔ جب تک وہ آزاد رہیں گے۔ ہم لوگوں کو کلی اطمینان حاصل نہ ہو گا۔ ہر وقت جان خطرے میں رہے گی۔

شمس۔ ان کا قصور کیا ہے؟

ملکہ خاتون۔ تم نہیں جانتے فیروز خاں اور اس کے اہالی موالی تخت چھیننا چاہتے ہیں۔ اگر سلطنت نکل گئی تو لامحالہ ہماری اور تمہاری جانوں کو زوال پہنچے گا جس وقت

Marfat.com

باغی زور پکڑ جائیں گے۔ آتش حرب بھڑک اٹھے گی۔ اس وقت خدا جانے انجام ہو؟

شمس۔ کاش ان کے قتل کا حکم بھی دیدوں۔ تو آپ کیا یہ کہہ سکتی ہیں کہ بغاوت کی آگ نہ بھڑکے گی۔

ملکہ خاتون۔ اگر آگ بھڑک بھی اٹھے گی تو کافی تدارک کر دیا جائے گا اور جس طرح ہو گا دبا دی جائے گی اور آگ بھڑکانے والے کو کافی سزا دی جائے گی اور عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ لوگ غیاث کے نام پر تجھ سے سرکشی کرنے پر تلے ہیں۔ لال چین کی سیدھائی نے وہ اور بھی سر چڑھ گئے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ وہ تیرے پاس سے ہٹ جائے اور تب تیرا خاتمہ کر دیں۔ اس لئے عقلمندوں کا دستور ہے کہ ایسے لوگوں کی فوراً بیخکنی کی جائے۔

شمس۔ کیا ہم لوگ کافی سامان رکھتے ہیں۔

ملکہ خاتون۔ فوج تمہارے تحت میں ہے۔ اہالیان فوج کو پورا اطمینان اس نے دیدیا ہے اور ان کی آؤ بھگت کرتا ہے۔ جان و دل سے فوج تمہاری مدد کرے گی اس کے سوائے بڑے بڑے امراء تمہارا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ البتہ دو چار بزدلے۔ کم ہمت اور کمینے اس طرف ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ کیا کر سکتے ہیں۔ غور تو کرو۔ اس کے سوائے اور بھی کوئی طریقہ ہے۔ جب تک ثابت قدمی اور استقلال سے ان کا مقابلہ نہ کیا جائے گا وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے۔

شمس۔ مگر مجھے کسی پر بھروسہ نہیں۔ اتنے دن بعد مجھے تجربہ حاصل ہوا ہے کہ بادشاہ کا کوئی دوست نہیں۔ لوگ حقدار کا لوہا مانتے ہیں۔ نہ کہ بادشاہ کا جو غیاث الدین کے حمائتی اور بہی خواہ بنتے تھے۔ میں دیکھتا ہوں۔ آج کل میرے لئے وہی سپر ہو رہے ہیں۔ اپنی غرض کے لئے لوگ بادشاہوں کا منہ دیکھا کرتے ہیں۔

ملکہ خاتون۔ پھر تیری کیا غرض ہے۔

شمس۔ جنگ سے صلح اچھی ہے۔ ان لوگوں کو اپنا طرفدار بنانا کہ ہر لحاظ میں ان

Marfat.com

سے مشورہ لیا جائے۔ تاکہ اچھی طرح ان کی دلدہی ہو۔

ملکہ خاتون۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اتنا جاہل ہے تو اس میں تجھے کیا آرام مل سکتا ہے۔

شمس۔ جو آپ فرمائیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ مجھے اس زندگی میں آرام نہیں ہے۔ جنہیں سلطنت کا مزہ نہیں جو بادشاہ کے دست نگر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جتنی آسائش بادشاہ کو ہوتی ہے۔ دوسروں کو نہیں ہوتی۔ مگر دراصل معاملہ اس کے خلاف ہے۔ جتنی زحمت بادشاہ اٹھاتا ہے دوسرا نہیں اٹھاتا۔ رعیت کے ساتھ برائی کرنے والے سلطنت کے کار پرواز ہوتے ہیں۔ الزام بادشاہ کے سر تھوپا جاتا ہے۔ خیر میں آپ سے زبان ہار گیا جو فرمائیں گی کروں گا۔ چاہے کچھ ہی نتیجہ کیوں نہ نکلے۔ دیکھ لیا جائے گا۔

ملکہ خاتون۔ بیٹا! تو اس قدر مضمحل کیوں ہوتا ہے۔ گھبراہٹ کاہے کی ہے۔ جب تک لال چین تیرا طرفدار ہے تیرا بال نہیں بیکا ہو سکتا۔

شمس۔ بہت اچھا' فرمایئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔

ملکہ خاتون۔ میرا منشا ہے تو صلح سے گریز کر اور جس ڈھرے پر لال چین چلائے چل۔

شمس۔ بہتر۔ یہی سہی اور کچھ نہیں یہ تو لوگوں پر ظاہر ہو گا کہ ہم نے اپنی ماں کا حکم مانا ہے۔ میرے حق میں دعا کیجئے گا۔ اب جاتا ہوں۔ اجازت ہے نا۔

ملکہ خاتون۔ خدا تجھے دشمنوں پر ظفریاب کرے۔

———— ☆○☆ ————

بائیسواں باب

قلعہ ساگر کی لمبی چوڑی چھت پر شیرافگن خان ٹہل ٹہل کر ہوا کھا رہا ہے۔ صبح

Marfat.com

کا وقت ہے۔ لوگ گہری نیند سو رہے ہیں۔ مشرقی افق پر کچھ سرخی دوڑ آئی تھی۔ مگر ابھی تک آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ صاف کشادہ میدان سے ہوا خوشبو سے بسی ہوئی آتی ہے اور شیرافگن کا دماغ معطر کر جاتی ہے۔ سامنے فراخ میدان میں چھوٹے چھوٹے ہرن کے بچے اچھل کود رہے ہیں۔ جنگلی گائیں بھی ہری ہری دوب چر رہی ہیں۔ صحرائی پرندے اور مرغان خوش الحان اپنے اپنے نشیمن سے نکل کر درختوں پر بیٹھے جاتے ہیں اور اپنے زمزمے سے سننے والوں کا دل خوش کر رہے ہیں۔ قدرت کے دلکش سین دیکھ کر شیرافگن کچھ ایسا محو ہوا کہ اسے اپنی خبر نہ رہی۔ ادھر غیاث کی صعوبتوں سے شرافگن کو صدمہ ہی تھا۔ ابھی تک اسے کوئی طریقہ نہیں سوجھا تھا۔ اس وقت کی سیزی دیکھ کر اس کا زخم اور ہرا ہو گیا۔ کیونکہ اس مظلوم کی حمایت کی جائے۔ کوئی رائے قائم نہیں ہوتی۔ وہ روزانہ غیاث کا کھانا لیکر جاتا تھا۔ لیکن اس میں اتنی مجال نہیں تھی کہ کچھ اس سے باز پرس کرے۔ وہ سر ڈالے جاتا اور خاموشی سے واپس آتا۔ اسے خیال تھا۔ کہیں بادشاہ پوچھ نہ بیٹھے کہ تو نے میرے لئے کیا کیا۔ اس سوال کا ابھی تک اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن اس میں اتنی مجال نہیں تھی میں نے پوچھا کون ہے؟ استفسار کرنے پر اس نے جواب نہ دیا۔ ادھر لال چین کے حکم سے قلعدار کی سخت نظر غیاث پر رہتی تھی۔ بلکہ دن میں خود کئی دفعہ جا کر دیکھ آتا تھا۔ اس طرح مظلوم غیاث اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا۔

شیرافگن چھت پر کھڑا ہوا میدان کی طرف نظر پھاڑ پھاڑ دیکھ رہا ہے۔ اتنے میں اس کی نگاہ فقیر پر پڑی۔ اس نے دیکھا شاہ صاحب کھڑے ہوئے میری جانب غور کر رہے ہیں۔ چار آنکھیں ہوتے ہی شاہ صاحب نے شیرافگن کو اشارہ سے بلایا۔ شیرافگن تیزی کے ساتھ چھت سے اترا اور قلعہ کے چور دروازے سے نکل کر شاہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ فقیر نے اٹھا کر گلے لگا لیا اور پوچھا مزاج اچھا ہے۔

شیرافگن۔ حضور کی دعا سے تندرست ہوں۔

شاہ صاحب۔ قلعہ کی کیا خبر ہے؟

شیرافگن۔ آپ کی مہربانی ہے۔

Marfat.com

شاہ صاحب۔ تمہارا قیدی کیسا ہے۔

شیرافگن۔ کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی۔ بدستور ہے۔

شاہ صاحب۔ اس کو خلاص کر دینے کی کوئی ترکیب نکالی۔

شیرافگن۔ پیر و مرشد کوئی بھی نہیں۔ بغیر آپ کی اعانت کے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

شاہ صاحب۔ مجھے اس جھنجھٹ میں کیوں ڈالتے ہو۔ خود کوئی تدبیر کیوں نہیں کرتے۔

شیرافگن۔ اگر میں ہی اس قابل ہوتا تو آپ سے التجا کیوں کرتا؟

شاہ صاحب۔ کچھ جانتے ہو۔ دارالخلافت میں کیا ہو رہا ہے؟

شیرافگن۔ سنتا ہوں۔ لوگ اس بادشاہ سے خوش نہیں ہیں۔ رعایا کو سخت تکلیفیں ہیں۔ خود شمس الدین دیکھتے بھاتے نہیں۔ لال چین کے دل میں جو آتا ہے کرتا ہے۔

شاہ صاحب۔ انسان کے لئے روحانی کمزوری بھی بہت بڑا عیب ہے۔ جو اپنے کو دوسروں کے ہاتھ کا کھلونا بنا رکھتا ہے۔ وہ کبھی آرام سے نہیں رہ سکتا۔ خیر بیت السلطنت کے باہر دیگر صوبوں میں کیا ہو رہا ہے اس کا کچھ حال جانتے ہو۔

شیرافگن۔ جی نہیں اکثر لوگ اطراف کے دارالخلافت میں آ جایا کرتے ہیں۔ ان کی زبانی رعایا کی بے چینیاں سننے میں آ جاتی ہیں اور اسی سے اتنا بھی کہہ سکا۔ بندہ یہاں سے کہیں نہیں جاتا۔ کیونکر عرض کروں کہاں کیا ہو رہا ہے۔

شاہ صاحب۔ کیا بیجاپور کے قلعہ میں جا سکتے ہو؟

شیرافگن۔ کیوں نہیں۔ جہاں حضور ارشاد فرمائیں گے چلا جاؤں گا۔

شاہ صاحب۔ فیروز خان قاسم خان کو جانتے ہو۔ ان سے تمہاری شناسائی ہے۔

شیرافگن۔ شناسائی تو نہیں ہے۔ البتہ نام سنتا ہوں۔

شاہ صاحب۔ اس کام میں تمہیں ان لوگوں سے مدد ملے گی۔ بات یہ ہے کہ غیاث

Marfat.com

الدین آج یہاں سے باہر نکال دیا جائے گا۔ لیکن وہ جب تک ان لوگوں کے پاس نہیں پہنچے گا۔ تب تک پورے طور سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں اس کام میں سینکڑوں قسم کے خطرے ہیں۔ لال چین کے گناہوں کا پیالہ ابھی اچھی طرح لبریز نہیں ہوا کہ چھلک کر اس کے سر کو توڑ دے۔ گناہ کا درخت دیکھنے میں بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر پھل اس کے نہایت زہریلے اور کڑوے ہوتے ہیں۔ اہل دانش درخت کی خوشنمائی کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اس کے ثمر پر دھیان دیتے ہیں۔ اگر کڑوا زہریلا ہو تو اس کے قریب بھی نہیں جاتے۔ زہریلا سانپ دیکھنے میں کیسا خوبصورت ہوتا ہے۔ مگر اس کے دانت جان کے گاہک ہیں۔ "یا رب اب کب تک۔" کیوں؟ کیا سوچ رہے ہو؟ کچھ کام کرنا چاہتے ہو تو کہو۔ ورنہ اپنی راہ لگو۔

شیرافگن۔ جو ارشارہ ہو گا۔ تعمیل کروں گا۔ کاش میری جان بھی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کے کام آ جائے تو واللہ دریغ نہ ہو گا۔

شاہ صاحب۔ قلعدار تم سے شک تو نہیں کھاتا۔

شیرافگن۔ میری دانست میں تو مشکوک نہیں ہے۔ آگے اللہ جانے۔

شاہ صاحب۔ آج غیاث الدین کو میرے جھونپڑے میں پہنچا کر تم بیجاپور چلے جاؤ۔ اس کے بعد جو ہو گا۔ دیکھ لیا جائے گا۔ ایک راز کی بات اور کہنا ہے۔ لال چین کی ایک دختر ہے۔ وہ بھی آج کل باپ کی لذتوں میں مبتلا ہے۔ اس کی بھی جان بچانا ہے۔ اس کی حفاظت کا بار بھی تمہاری گردن پر ہے۔

شیرافگن۔ لال چین کی موجودگی میں بندہ کیا کر سکتا ہے۔ وہ بڑا کمبخت ہے۔ پورا شیطان ہے۔

شاہ صاحب۔ لال چین کی دختر لال چین کے خواص نہیں رکھتی۔ وہ بہت نیک صفات لڑکی ہے۔ وہ کمبخت اسے بہت ستا رہا ہے۔ دو چار روز بعد وہ اسے بھی یہاں قید کر کے بھیجے گا۔ لہٰذا اس کی خلاصی کا بار بھی تمہارے ہی سر ہے۔

شیرافگن۔ پیر و مرشد آپ کیا فرما رہے ہیں؟ حضور یہ تو غور فرمائیں کہ غیاث

Marfat.com

الدین کو نکال لے جانے کے بعد بھلا میرے قدم اس قلعہ میں آ سکتے ہیں۔ قلعدار جب سنے گا میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ اگر دیکھ پائے گا زندہ دفن کر دے گا۔

شاہ صاحب۔ اسے کیوں کر پتہ لگے گا کہ یہ کام تمہارے ہاتھ سے ہوا ہے۔

شیرافگن۔ بجز میرے دوسرا غیاث الدین کے پاس جا نہیں سکتا۔ قلعدار کو میری ذات پر پورا اعتماد ہے۔ جب سنے گا آگ ہو جائے گا۔

شاہ صاحب۔ اس کی فکر نہ کر۔ سب انتظام ہو جائے گا۔ تم اس بات کی زبان دیدو کہ لال چین کی دختر کی بھی حمایت کر سکو گے۔

شیرافگن۔ میں حضور کے حکم سے گردن تابی نہیں کر سکتا۔

فقیر۔ جہاں غیاث الدین کا مسکن ہے۔ وہاں ایک سرنگ ہے جس کا دہانہ جنگل میں پھوٹا ہے۔ اس راز کو قلعدار بھی نہیں جانتا۔ اسے کسی نے بتایا نہیں۔ میں جانتا ہوں اور تمہارے کان آشنا کیئے دیتا ہوں۔ اس سرنگ کی مدد سے تم غیاث کو لے بھاگنا اور جنگل میں پہنچا دینا۔ میں وہاں پر ملوں گا اور اسے ساتھ لئے ہوئے اپنے بسیرے پر لے کر آ جاؤں گا۔ پھر اسی راہ سے قلعہ میں جا کر تم اپنے کام میں مصروف ہو جانا۔ مگر اسی ہفتہ کے اندر کسی طرح بیجاپور پہنچ جاؤ اور فیروز سے مل کر اسے ساتھ لے آؤ۔ میرا نام لے دینا اور کہنا وقت آگیا ہے۔ چل کر مدد کیجئے اور غیاث کی کیفیت بھی کہہ دینا۔

شیرافگن۔ اس میں تو کوئی خطرہ ظاہر نظر نہیں آتا۔ یہ فرمایئے قید خانے سے جنگل تک پہنچنے میں کتنا وقت صرف ہو گا۔

شاہ صاحب۔ زیادہ سے زیادہ پون گھنٹہ۔

شیرافگن۔ پھر کچھ پروا نہیں۔ آپ مجھے راستہ دکھا دیجئے اور فرمایئے کیا کرنا ہو گا۔

شاہ صاحب۔ سنو! جس کوٹھری میں غیاث مقید ہے اس کی جنوبی سمت پر سرخ رنگ کے کئی چوکوں کا فرش ہے۔ مشرقی جانب سے شمار کرتے کرتے جب تم ساتویں چوکے پر پہنچو گے وہاں ایک کھٹکا لگا ہوا ہے۔ بہت دنوں سے وہ کام میں نہیں لایا گیا۔

Marfat.com

اس لئے کھٹکا کھولنے میں کچھ وقت محسوس ہو گی۔ گھبرانا نہیں۔ کھٹکا دبانے سے خود تم کیفیت اپنی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

شیرافگن۔ پیر و مرشد ایسا ہی ہو گا۔

شاہ صاحب۔ خیراب جاتا ہوں۔

"یا رب اب کب تک۔" کہتے ہوئے شاہ صاحب وہاں چلتے ہوئے۔

شیرافگن کچھ دیر کھڑے کھڑے جنگل کا نظارہ دیکھتا رہا۔ جب آفتاب زیادہ بلند ہو گیا اور تمازت نے زور پکڑا ٹھہر نہ سکا۔ قلعہ میں چلا آیا۔

دوپہر کے وقت کا کھانا لے کر غیاث کے پاس جانا تھا۔ پہلے وہ قلعدار کے محل میں پہنچا۔ قلعدار کاغذات دیکھ رہا تھا۔ شیرافگن کو آتے دیکھا۔ اس نے سرنگ کے اندر قدم رکھا آج اس کا کلیجہ دھڑک رہا تھا۔ ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ غیاثؒ کے قریب پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ اس کی نگاہ سرخ رنگ کے چوکوں پر پڑی اسے اکھاڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہت دیر تک پتھر اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ مگر آخر کار زور لگانے سے افغان کی قوت برباد نہ ہوئی۔ پتھر کھسک گیا۔ نیچے اترنے کی چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں نظر آئیں۔ شیرافگن پھولا جامے میں نہ سمایا۔

غیاث سے بولا۔ اٹھئے۔ جلد اٹھئے۔ دیر نہ کیجئے اور جب تک کسی محفوظ مقام پر نہ پہنچ جایئے گا۔ بات نہ کیجئے گا اور خاموش چلئے گا۔

غیاث۔ میں کیونکر چلوں۔ کچھ نظر نہیں آتا۔

شیرافگن۔ اس کی فکر نہ کیجئے۔ میرا ہاتھ تھام لیجئے۔ زینہ سے اترنا ہو گا۔ ہوشیاری سے قدم رکھئے گا۔ انشاء اللہ آج قید خانہ سے باہر ہو جائیں گے۔

شیرافگن۔ اس کی پروار نہ کیجئے۔ زبان سے کچھ نہ کہئے۔ بلکہ آپ سانس تک نہ لیجئے۔ چپکے چپکے میرا ہاتھ تھامے چلے آیئے۔

غیاث۔ افسوس اپنے ساتھ بھلائی کرنے والا بھی ہمیں نظر نہیں آ سکتا۔

غیاث نے شیرافگن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دونوں سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگے۔ کوئی

Marfat.com

پچیس زینوں کے بعد انہیں ہموار زمین ملی۔ دونوں شخصوں نے زینہ پر قدم رکھا اور دو منٹ کے اندر جنگل میں نکل آئے۔ باہر جا کر شیرافگن نے دیکھا کہ پتھروں کے انبار ادھر ادھر پڑے ہیں اور وہ مقام ہو حق بیاباں ہے۔ سامنے فقیر کو دیکھ کر شیرافگن زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر فقیر خود ہی بول اٹھا۔

"یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ ہمارے ساتھ چلے چلو۔ چوکے کو ہوشیاری سے اس کے مقام پر بٹھا دو۔ تاکہ کسی کو اس کا پتہ نہ ملے۔ میں ان کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں۔ تم بیجاپور چلے جاؤ۔ جب وہاں سے پلٹنا مجھ سے مل لینا۔ جب تک یہ میرے یہاں رہیں گے۔ انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ شاید تمہارا دل شک کھاتا ہو گا۔ میرے پاس اکثر لوگ آیا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کوئی گہری فکر سوار ہے فکر و اندیشہ کو راہ مت دو۔ چہرہ بشاش کر لو بس ایک گھڑی بھی یہاں نہ ٹھہرو چلے ہی جاؤ۔

شیرافگن تسلیم بجا لا کر وہاں سے چلتا ہوا اور قید خانے میں آ کر پتھر کے چوکوں کو بدستور لگا کر سرنگ کے راستے سے اوپر آیا۔ خوش قسمتی سے اس وقت حاکم قلعہ لکھنے میں مصروف تھا۔ اس کی جانب نگاہ نہ اٹھی۔ اس واردات کا اثر شیرافگن کے دل پر پڑا۔ قلب اچھل رہا تھا۔ جو اس خطا ہوئے جاتے تھے۔ وہ ہانپتا ہانپتا سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور چارپائی پر لیٹ رہا۔

ادھر غیاث کو لئے ہوئے شاہ صاحب بیابان جنگل میں گھس گئے۔ راستے بھر بات کرنے کی نوبت نہ آئی وسط بیابان میں ایک اونچا ٹیلہ تھا۔ اس پر پھونس کی کئی جھونپڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جو رہنے کے قابل تھیں۔ شاہ صاحب شاہ غیاث کو لئے ایک جھونپڑی میں آئے۔ خوردونوش کا سامان پہلے ہی سے مہیا تھا۔ ٹھنڈی اور صاف ہوا لگنے سے غیاث کے دل کی کلفت کم ہوئی اور روح میں تازگی پیدا ہو گئی۔

فقیر نے کہا۔

سلطان خوف نہ کھانا۔ تمہارا پتہ کسی کو نہیں لگ سکتا اور نہ لال چین ہی تمہارا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ یہاں دنیا بھر کی چیزیں تمہارے لئے مہیا ہو سکیں گی۔ تم کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاؤ گے خاطر جمع رکھو۔ گندی جگہ میں رہنے سے تمہارا جسم خراب ہو گیا ہے پانی موجود ہے۔ غسل کر لو۔ پھر کھانے کا انتظام کیا جائے گا۔

Marfat.com

غیاث۔ آج کیا میرے نصیب کا ستارہ پستی سے بلندی پر پہنچ گیا۔ کیا اس رب کریم نے میری خطائیں عفو کر دیں کیا رنج و مصیبت کے دن گذر گئے۔ کیا بھلے دن آئے ہیں کیا میں یہ نہیں جان سکتا۔ آپ کون ہیں اور مجھ مظلوم کے ساتھ ہمدردی کرنے کی کیا وجہ ہے۔

فقیر۔ سب ظاہر ہو جائے گا۔ پہلے کھانا نوش فرما کر اطمینان سے بیٹھئے۔ میں کل کیفیت عرض کر دوں گا۔

الغرض ایسا ہی ہوا۔ شاہ صاحب نے غسل کرایا اور نئی پوشاک بدلوائی۔ پھر دستر خوان پر بیٹھ کر دونوں نے ساتھ کھانا کھایا۔

ان کاموں سے فراغت پا کر فقیر بولا۔

"یا رب اب کب تک۔"

فقیر کی بات غیاث کے ذہن میں نہ آئی اور نہ اسے استفسار کرنے کی جرات ہی ہوئی۔

کچھ دیر بعد پھر فقیر خود ہی بولا۔

آپ مجھے نہیں پہنچانتے۔ مگر میں آپ کے بزرگوار حضرت فردوس آشیانی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور نیز آپ سے بھی بخوبی واقف ہوں۔

غیاث۔ اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ میں نابینا ہوں۔ آنکھیں نہیں ہیں۔ اس لئے میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا اور آپ مجھے لامحالا دیکھ رہے ہیں۔ جب آپ کو میری واقفیت ہے۔ اس لئے آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں نابینا کیونکر ہوا۔

فقیر۔ کیوں نہیں۔ اب اس کی آپ فکر نہ کریں۔ جو ہونا تھا۔ ہو گیا۔ گئی ہوئی چیز واپس نہیں آتی۔ رنج کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مشیت ایزدی سے کسی کو مفر نہیں۔ خدا جو کام کرتا ہے۔ بھلائی کے لئے کرتا ہے۔ ہماری سمجھ نہیں۔ مادمتی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اسی سے گھبرا جاتے ہیں۔ دنیا میں راحت اسی کو میسر ہے جو خدا سے ڈرتا ہے اور ہمیشہ اس کی یاد میں رہتا ہے۔ جب تک دنیا کے تعاقب میں انسان رہتا ہے۔ دنیا اس سے بھاگتی پھرتی ہے۔ تم نے کچھ بڑا قصور کیا تھا۔ اسی کی پاداش میں

Marfat.com

خدا نے یہ سزا دی ہے۔

غیاث۔ یہ درست ہے۔ میں آپ کو پہچانتا نہیں ہوں جب آپ کی اس قدر عنایت ہے تو دو ایک میرے سوالوں کا جواب دیکر مشکور فرمائیے۔

فقیر۔ کیوں نہیں؟ اگر میری باتوں سے تمہاری طبیعت کی کچھ کوفت کم ہو سکے تو ضرور جس قسم کا سوال چاہیں کریں۔ جواب دوں گا۔

غیاث۔ خدا نے مجھے صرف ایک منہ دیا ہے۔ اس منہ سے کیونکر آپ کا شکریہ ادا کیا جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ آج میری قسمت کا ستارہ کس برج میں آگیا ہے۔ آپ کے پاس آنے اور آپ کے ہاتھ لگانے سیری تمام تکلیفیں دور ہو گئیں۔ کہاں تک کہوں! اگر بقیہ زندگی آپ کے پاس رہنے میں بسر ہو تو قسم ہے پاک پروردگار کی سلطنت کا نام نہ لوں۔

فقیر۔ "یا رب اب کب تک۔"

غیاث۔ جناب ہندو لوگ کرم پھل کے قائل ہیں۔ آپ ذرا اس کی تشریح کیجئے۔

فقیر۔ ان کے شاستر کہتے ہیں کہ کرم کے مطابق ہم لوگ جنم لیتے ہیں۔ یعنی بار بار پیدا ہوتے ہیں۔ جو جیسا کام کرتا ہے ویسا پھل پاتا ہے۔ اچھے کام کا پھل اچھا اور برے کا پھل برا ملتا ہے۔ جب تک ہم لوگ اس کرم کی رسی میں بندھے ہیں۔ دنیا میں طرح طرح کے قالب اختیار کرنا پڑتے ہیں۔ نئی نئی صورتوں میں آتے ہیں۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب کا مقولہ ہے۔ روح امر ہے۔ یعنی کبھی مرتی نہیں بار بار قالب میں آتی ہے اور بار بار اسے چھوڑتی ہے۔ ایک جنم میں جیسا کرم کرتا ہے۔ دوسرے جنم میں اس کے مطابق پھل بھوگتا ہے۔

غیاث۔ پھر اس سے نجات کیونکر ملتی ہے۔ اس کی بابت دھرم شاستر میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

فقیر۔ کیوں؟ یہی تو ایک ہندو کی سب سے وزنی بات ہے۔ اس کی وجہ سے ہندو دھرم میں اس قدر بکھیڑا اور فضول باتیں ہونے پر دنیا میں اس کا زوال نہیں ہو سکا اور

Marfat.com

جب تک خلقت رہے گی اسے بھی قیام رہے گا اور دوسرے کسی مذہب کا پتہ نہیں ہے۔

غیاث۔ وہ کیا ہے؟

فقیر۔ یہ لوگ اسے کرم پھل تیاگ کہتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ فرض سمجھ کر انسان کو کام کرنا چاہیے۔ اس کے نتائج کی طرف دھیان دینا مناسب نہیں۔ کام کے بننے میں خوشی و رنج بالکل فضول ہے۔ جب تک انسان نتائج کی طرف دیکھتا ہے۔ جب تک وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کام میں اسے نفع یا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ تب تک وہ شہد کی مکھی کی طرح ہوا و ہوس کا بندہ رہتا ہے۔ اس لئے اسے دنیاوی جالوں سے نجات نہیں مل سکتی اور وہ ہمیشہ غافل ہے۔ لیکن جب گیان حاصل ہوتا ہے۔ دیدۂ باطن کھل جاتے ہیں اور سمجھتا ہے یہ کام میرا نہیں ہے خدا کا ہے اور خدا ہی اسے کراتا بھی ہے۔ میں کرتا ہوں میں اس کا ہوں وہ میرا اس طرح انسان مرنے جینے سے نجات پاتا ہے۔ اسے نہ ثواب کی غرض ہے نہ عذاب کا خوف۔ آواگون سے چھوٹ جاتا ہے۔ اپنے کو پہچان لیتا ہے۔ اسے آنکھوں میں معرفت کا نور سما جاتا ہے۔ اپنے بنانے والے کو جانتا ہے اور خدا کی خلقت کو اچھی طرح پہچان لیتا ہے۔ پھر دنیا میں اسے رنج و خوشی کچھ نہیں ہوتی۔ کسی کی مذمت یا تعریف نہیں کرتا۔ کسی سے کینہ و عداوت نہیں رکھتا۔ سب کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سب جاندار اس کے نزدیک مساوی ہیں۔

غیاث۔ مرحبا!! آج میری آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھیں دیکھتی نہیں ہیں۔ پھر بھی میں سمجھ گیا کہ کسی درویش باخدا کے روبرو بیٹھا ہوں۔ آج میرے شکوک رفع ہو گئے۔ دل میں طاقت آئی۔ دکھ اٹھانے کی قوت پیدا ہو گئی۔ تاج و تخت و حکومت و ثروت کو جاتی رہی ہیں۔ آنکھیں کور ہو گئی ہیں۔

پھر بھی قناعت کا دریا سینے میں موج مارنے لگا ہے اب کیا ہے۔ پیرو مرشد مجھے اپنے پاس رکھیں۔

شاہ صاحب۔ سب کام وقت پا کر ہوتا ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ تمہیں معلوم

Marfat.com

نہیں ہے۔ تمہاری رعایا بہت ہی پریشان ہے۔ لال چین اسے سخت تکلیفیں دے رہا ہے نام کے لئے اس نے شمس کو دھوکا دیکر تخت نشین کرا دیا ہے۔ مگر کل کام اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ شمس کے منع کرنے پر بھی نہیں مانتا۔ اپنی کمزوری کے سبب شمس اس کے ہاتھوں کا پتلا بنا ہوا ہے۔ اسے ناپاک کو سزا دینا تمہارا فرض ہے۔ اپنے لئے نہیں۔ بلکہ اپنی رعیت کے لئے جب تک وہ زندہ ہے۔ کبھی ملک سرسبز نہیں ہو سکتا۔ تمہارے حمایتی لڑنے بھڑنے پر مستعد ہیں۔ تمہارے موجود نہ ہونے سے لوگوں کے دلی ولولے کمزور ہو جائیں گے۔ ابھی جوش باقی ہے۔ وقت آتا ہے۔ کل باتیں خود بخود تم پر کھل جائیں گی۔

غیاث۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ آپ پر سب کیفیت روشن ہے۔ مہربانی کر کے یہ اور بتا دیجئے کہ میری اس خرابی میں شمس شریک تھا یا نہیں۔

شاہ صاحب۔ کبھی نہیں اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا تھا اور ابھی تک اس پر یہ راز نہیں کھلا۔ پردہ پڑا ہوا ہے۔

غیاث۔ آپ کی عنایت بے غایت سے میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ بھائی شمس فضول تم پر تہمت تراشا تھا۔ معاف کرنا۔

شاہ صاحب۔ لیکن یہ بھی قابل یقین ہے۔ شمس میں حکومت کرنے کا سلیقہ نہیں۔ تمام رعایا بدظن ہو رہی ہے۔ اس لئے اسے تخت سے اتار دینا ہی لازم ہے۔ بلکہ الزام ہے خیر میں کسی دوسری جگہ جاتا ہوں روزانہ دو چار بار تم سے مل لیا کروں گا۔ یہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ یہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ آپ اطمینان سے آرام کریں ضروری چیزیں آپ کی ذات کے لئے مہیا ہیں اور جس شے کی ضرورت ہو گی موجود کر دی جائے گی۔

غیاث۔ پیر و مرشد کی اس قدر عنایت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ سب سامان کافی ہے۔ کسی شے کی ضرورت نہیں "یا رب اب کب تک" کہتے ہوئے فقیر نے وہاں سے کوچ کیا غیاث تنہائی کے عالم میں پلنگ پر لیٹے ہوئے اپنی حالت پر غور کرتے کرتے سو گیا۔

Marfat.com

☆○☆

تیئسواں باب

دنیا کی نعمتیں لال چین کو میسر ہیں۔ حکومت۔ ثروت۔ دولت۔ عزت کسی شے کی کمی نہیں۔ پھر بھی لال چین کی استغنی بڑھتی گئی۔ ہوس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اب بھی اسے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ کیوں؟ وہ سوچتا ہے۔ میرے اولاد نہیں۔ ایک لڑکی خدا نے دی وہ اس لائق نہیں کاش وہ شمس سے شادی کر لیتی تو میرے لئے بہت اچھا ہوتا شاہی محل کے جملہ سامان میرے گھر میں ہوتے۔

لال چین چاہتا تھا کسی طرح لطف النسا کی شادی شمس سے کر دی جائے۔ مگر وہ راضی نہیں ہوتی۔ اپنے تمام منصوبوں پر پانی پڑتے دیکھ کر لال چین کے قالب میں غصہ کی آگ بھڑکنے لگی۔

ادھر شمس بھی مایوس ہو چکا تھا۔ اپنے اپنی زندگی حرام تھی۔ از خود رفتگی کی حالت میں جھلا کر لال چین سے بول اٹھا۔ افسوس میری محبت نے کچھ بھی اثر نہ دکھلایا۔ ایسے تخت و تاج پر لعنت ہے۔ مجھے معذور رکھئے۔ سلطنت کے کاروبار سے مجھے کوئی واسطہ نہیں۔

ان باتوں سے لال چین کے دل پر چوٹ لگی۔ اسی وقت دل میں تہیہ کر لیا کہ جس طرح ہو گا آج لطف النسا کی ضد توڑنی ہو گی۔

سہ پہر کے وقت اپنی محل سرا میں آ کر بی بی کلثوم سے پوچھا۔

"لطف النساء کیا کہتی ہے؟ کیا ابھی تک وہ راضی نہیں ہوئی۔

کلثوم۔ مجھ سے وہ راضی نہیں ہو سکتی۔ میرا کہا وہ نہیں مانتی اور نہ کبھی مانے گی۔ بڑی ضدن ہے۔ میں نے سمجھ لیا اس کے سر پر جنون سوار ہے۔ جب اسے اپنی برائی بھلائی کی تمیز نہیں تو اور کیا کہا جائے۔ اگر وہ حواس میں ہوتی تو کبھی شاہی خاتون بننے سے گریز نہ کرتی۔ کتنا کہا۔ کس قدر سمجھایا۔ دھمکایا۔ ڈرایا۔ لالچ دیا کوئی بھی بات اٹھا کر نہیں رکھی۔ مگر وہ ایک بھی نہیں سنتی۔

Marfat.com

لال چین۔ پھر کیا کروں۔ میرا اتنا کیا فضول ہوا جاتا ہے اگر اسے ملکہ نہ بنا سکا اگر امراء وروسا کی بیگموں نے دست بوسی نہ کی اور اس کا دباؤ نہ مانا تو کیا کیا جو لوگ غلام کہہ کر مجھے آواز دیتے تھے۔ ان سے عوض لینے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ افسوس میرا منشا پورا نہ ہوا۔ اگر شمس راضی نہ ہوتا تو اس کی کوئی سبیل نکالتا۔ اس کا طریقہ کیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اپنے ہی ہاتھ مجھے اپنی ہی بیخ وبن اڑا دینا پڑے گی۔ کیا تم نے کوئی تدبیر نکالی ہے۔

کلثوم۔ اس کے سامنے میری عقل کام نہیں کرتی۔ بات یہ ہے کہ وہ لڑکی ہے ماں باپ کی محبت سختی کرنا گوارا نہیں کرتی۔ اگر ذرا سختی سے کام لیا جائے طرح طرح کی اذیتیں دی جائیں تو ممکن ہے اپنے ہوش میں آئے اور پھر ایسی ضد نہ کرے۔ میرا جی بہت گھبرا گیا ہے جب کمبخت کی باتیں یاد آتی ہیں کلیجہ جلنے لگتا ہے۔

لال چین۔ آج کچھ نہ کچھ طے کرنا پڑے گا۔ کہاں تک لہو کے گھونٹ پی کر رہوں۔ اسی فکر میں میں دن رات الجھا رہتا ہوں۔ ضروری کام ہوتے نہیں۔ یونہیں پڑے ہوئے ہیں۔ تم جانتی ہو اس ملک میں کیسی کچھ بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ رعایا بدظن ہو رہی ہے۔ سرکش باغی برساتی کیڑوں کی طرح نکل پڑے ہیں۔ انہیں دبانا چاہیے۔ گو کاروبار سلطنت میرے ہاتھ میں ہے۔ مگر شمس پر میرا رعب نہیں بیٹھا۔ ایسا نہ ہو کہ خان بھائیوں کے ساتھ مل کر وہ مجھے تخت الٹرئی کو بھیج دے۔ مگر لطف النساء کہیں اسے مل جائے' اگر وہ شمس پر اپنا قابو جما لے تو پھر کوئی فکر نہ رہے۔ سب بکھرا خود بخود ملیا میٹ ہو جائے۔

کلثوم۔ مگر تمہاری آواز سنتا کون ہے۔ جس کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ جب وہی راضی نہیں ہوتی تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔

لال چین۔ خیر اسے یہاں بلاؤ تو سہی اگر آج کہا نہ مانے تو لامحالا اسے بھی قلعہ ساگر میں قید کر دینا ہو گا۔ جب تک جیل کی ہوا کچھ روز تک نہ کھا لے گی۔ سر کا جنون نہ اترے گا۔

کلثوم نے کسی کنیز سے لطف النساء کو طلب کیا۔ اس کا پھول سا چہرہ کملایا ہوا

Marfat.com

تھا۔ آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں۔ کنپٹیاں دھنس گئی تھی۔ لبوں کی سرخ سفیدی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ پہلی سی آب و تاب نہ جانے کہاں چلی گئی تھی لطف النساء بادل غمگین سر جھکائے کلثوم کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ کبھی ناخن پاسے زمین کریدتی اور کبھی ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھتی۔ معلوم ہوتا تھا دیکھ رہی ہے کہ ان میں لال چین کا خون ہے یا نہیں۔ اوپر سے نیچے تک کئی بار بغور دیکھ کر لال چین کے منہ سے نکلا۔

"بتا تیرا کیا ارادہ ہے۔"

لطف النساء۔ کس بات کا۔

لال چین۔ شادی کے بارے میں۔

لطف النساء۔ میرا ارادہ کیا۔

لال چین کی پیشانی اور رخساروں پر خون دوڑ گیا لب پھڑکنے لگے اپنے تئیں سنبھال کر خشونت آمیز لہجہ میں بولا میں تیری بات نہیں سمجھا

لطف النساء۔ سمجھنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ خود ہی سب کچھ جانتے ہیں۔

لال چین۔ تو کیوں نہیں دیکھتی کہ اس میں کتنا نقصان ہے۔

لطف النساء۔ کس کا! ابا جان میں کئی بار کہہ چکی ہوں اور پھر بھی کہتی ہوں کہ خون بھرے تخت پر پاؤں نہیں رکھ سکتی۔ خطا معاف ہو۔ شمس سلطان نہیں پیدا ہوا تھا بھائی کو دھکا دے کر مسند حکومت پر بیٹھا ہے اس کا بھائی تخت کے پائے کے پاس بندھا تڑپ رہا ہے۔

تخت حکومت تعجب نہیں اس کے دھکے سے ہل جائے میں ایسی جگہ پر بیٹھنا چاہتی ہوں جہاں کسی قسم کا خطرہ نہ ہو جسے جنبش نہ ہو۔ جو ایمان و راستی کی شاہراہ پر مضبوط کھڑا ہو۔

لال چین۔ کیوں کیا کہہ گئی۔ پاگل تو نہیں ہو گئی۔ بے سر پر کی باتیں کر رہی ہے خاک سمجھ میں نہیں آتیں۔

لطف النساء۔ بے تکی اور بے سروپا باتوں کے سننے کی تاب مجھ میں نہیں ہے۔

Marfat.com

آپ ذرا غور کر لیں۔ میری مٹی پلید نہ ہونے دیجئے مجھے خطرے کی آگ میں جھونکیے۔

لال چین۔ کیوں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ تو نہیں دیکھتی اس شادی میں تیرا او میرا کس قدر نفع ہے۔

لطف النساء۔ کسی کا ہو۔ ایمان کی راہ سے ہٹنا نہیں چاہتی۔ ایمان ہے تو سر کچھ ہے۔

لال چین۔ بس بس بہت ہو چکا ہے کیا تو جانتی ہے کس کے رو برو زبان دراز کر رہی ہے کیا لڑکیاں باپ کے رو برو اس قسم کی باتیں کرتی ہیں۔ کیا تجھے ایسی تعلیم دی گئی ہے۔

لطف النساء۔ سب جانتی ہوں کہ دھرم کے لیے میں جان دینے پر تلی ہوں شمس سے میں ضرور نکاح پڑھاؤں گی مگر شمس کے دوسرے کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتی مگر جب تک وہ تخت کا مالک ہے میں اس سے تعلق کرنا نہیں چاہتی جس بات کی دلمیں گرہ ہے وہ کبھی کھل نہیں سکتی۔ اس لیے جو ارادہ پختہ ہو چکا ہے اسے نباہوں گی خلاف کر نہیں سکتی۔ اب مجھے خوف کسی بات کا نہیں میں آپ کی طاقت کو اچھی طرح محسوس کرتی ہوں۔ آپ کے اختیارات وسیع ہیں میری زندگی اور موت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے مگر میرا دل میرا نفس اور میری خواہش میرے قابو میں ہے آپ جان لے سکتے ہیں مگر میرے ارادے کو نہیں بدل سکتے جس بات کی دل میں گرہ پڑ گئی ہے حشر تلک نہیں کھل سکتی۔

لال چین۔ تو بھولتی ہے میں تمہاری جان نہیں لوں گا مگر سخت عذابوں سے رکھوں گا اس بات کی تجھے تعلیم دینی چاہیے کہ دختر کو والدین کی مرضی کے خلاف قدم رکھنے سے کس قدر اذیتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ تو جانتی ہے تیری آزادی میرے اختیار میں ہے۔ اگر اس وقت تو راضی نہ ہوئی تو قید مصیبت میں ڈال دی جائے گی۔ جہاں تجھے دنیا بھر کی تکلیفیں اٹھانا پڑیں گی جہاں تو کڑھ کڑھ کر مرے گی۔ ابھی وقت ہے اب بھی سنبھل جا۔ ورنہ سوائے خجالت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہو گا تو نہیں

Marfat.com

سمجھ سکتی کہ قید خانے میں کن کن صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

لطف النساء۔ میں خوب جانتی ہوں۔ کہ حکم نہ ماننے کی سزا کس قدر ملے گی۔ اس بات پر میں نے خوب غور کر لیا ہے۔ مگر نتیجہ یہی نکلا کہ ایمان کے سامنے اذیتیں کچھ بھی نہیں۔ ابا جان میں یہ بھی سمجھتی ہوں کہ آپ سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ آپ کیا نہیں کر سکتے۔ لیکن کیا کروں دل پر قابو نہیں وہ اس خطرناک راستے میں قدم رھا نہیں چاہتا۔ اس لیے کھلے الفاظ میں عرض کیے دیتی ہون کہ سلطان شمس سے میرا عقد اس زندگی میں نہیں ہو سکتا اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔

لال چین۔ کو اب غصہ کی تاب کہاں۔ آتش حرارت اور بھڑک اٹھی۔ فرط غضب میں لطف النساء کے لات مارنے لگا۔ کہ فورا" کلثوم نے روک لیا۔ لال چین نے کنیز کو حکم دیا اس کمبخت کے ہاتھ پاؤں باندھ کوٹھڑی میں بند کر دے خبردار نکلنے نہ پائے۔ آج شام تک کسی دوسرے مقام پر بھیج دی جائے گی۔

یہ کہہ کر لال چین باہر آیا۔ اور اپنے خواص سے کہا جا پچاس سوار اور ایک فنس لے آ خواص انتظام کرنے گیا۔ ادھر لال چین نے افسر قلعہ کے نام ایک خط لکھا قیدی بھیجا جاتا ہے اسے خوب حفاظت کے ساتھ رکھنا ہو گا خبردار کوئی اجنبی مرد اس کے قریب نہ جانے پائے اور نہ تو خود اس سے کبھی ملنا خواجہ سراؤں کا پہرہ رکھنا موٹا جھوٹا کھانا دیا جائے۔ اس انتظام کے بعد بھی لال چین کا غصہ فرو نہ ہوا۔ دیوان خانے سے اٹھ کر پھر محل میں آیا۔

قدم پکڑ لیے اور لگی خوشامد کرنے چھوکری پر آفت نہ ڈھاؤ۔ ابھی بچی ہے۔ مگر سنگدل لال چین نے اس کی خوشامد کا بھی لحاظ نہ کیا کلثوم ہاتھ پکڑتی ہے پاؤں پکڑتی چومتی ہے لال چین نے جھوٹ سچ باتیں بنا کر اپنا پیچھا چھڑایا اور یہ کہا۔

چار روز کے واسطے ایک رشتہ دار کے یہاں بھیج دیتا ہوں وہاں مزاج درست ہو جائے گا چار روز بعد پھر واپس بلا لی جائے گی

کلثوم لال چین کی بات مان گئی۔ اس نے سوچا لطف النساء شاید اسی دھمکی سے اپنی نیت بدل دے اور سلطان شمس سے شادی کرنے پر راضی ہو جائے۔

Marfat.com

بالاخر لطف النساء دو کنیزوں پانچ خوجوں اور پچاس شمشیر بند سپاہیوں کے ہمراہ فنس میں سوار کر کے قلعہ ساگر میں بھیج دی گئی اسی دن غیاث جیل سے نکالا گیا تھا۔ اسی روز شام کے وقت لطف النساء کی سواری قلعہ میں پہنچا دی گئی ہے۔

Marfat.com

چوبیسواں باب

غیاث جس کوٹھری میں قید تھا۔ اس طرز کی کئی کوٹھریاں قلعہ ساگر میں تھیں۔ ن میں ایک کوٹھری ایسی تھی جس میں ہو کر اس مکان جانا ہوتا تھا جہاں افسر قلعہ کی یلم رہتی تھی۔ اسی کوٹھری میں لطف النساء کی بود و باش کا انتظام کیا گیا۔ مرسلہ قیدی کا نظام کر کے افسر قلعہ غیاث کی جیل کی طرف بڑھا۔ شام کا وقت تھا۔ آفتاب رخصتی م نوش کر کے دنیا سے روپوش ہوا چاہتا تھا۔ افق مشرقی پر ہلکی ہلکی سرخی نمودار ہو ی تھی۔ غول کے غول پرندوں کے فضائے آسمانی کی ہوا کھاتے ہوئے اپنے اپنے سکنوں کو جا رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مرغان خوش گلو جنگلی ختوں پر بیٹھے چہچہا رہے تھے۔ بہت ہی خوش نظر نظارہ تھا مگر قلعدار نے اس کی ۔ نگاہ نہیں اٹھائی سرنگ سے ہو کر وہ اس کوٹھری میں پہنچا جہاں غیاث قید تھا۔ ں کسی کو نہ دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا دوڑ کر باہر آیا۔ اور شیر افگن کو بلا کر پوچھا ں کیا ہوا؟

اِفگن۔ کون قیدی؟

نہ دار غیاث الدین۔

اِفگن۔ خیر تو ہے کیا ہوا دوپہر کے وقت جب میں کھانا دینے گیا تب تک موجود ۔ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ بھلا وہاں سے قیدی بھاگ سکتا ہے۔

رار۔ یہی تو عقل کام نہیں کرتی چلکر دیکھ نہ لو۔ شیر افگن قلعدار کے ہمراہ اس ری میں آیا کوٹھری خالی پڑی تھی۔ غیاث کا پتہ نہ تھا۔ مایوسی کے عالم میں قلعہ دار ، منہ سے نکلا

سرنگ کے علاوہ باہر جانے کا کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے اور وہاں میں رہتا ا۔ کنجی میرے پاس رہتی ہے۔ کمرے کے دروازے پر ہر وقت پہرہ رہتا ہے۔ تم تے ہو دوپہر کے وقت وہ یہیں موجود تھا۔ پھر کیا ہوا کیا زمین کھا گئی یا ہوا بن کر اڑ یا۔ تعجب کی بات ہے بھلا کوئی بھی یقین کرے گا۔ لال چین سنیں گے تو کیا کہیں گے ہیں نکلنے کا راستہ بھی نہیں ہے۔ تہہ خانے میں کوئی سرنگ بھی نہیں۔ نہ کوئی نقب

Marfat.com

ہے۔ جس میں دبک رہا ہو۔ آخر ہوا کیا۔ ایسا کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کانوں سے سنا۔ لال چین کا شک میری ذات پر ہو گا کہے گا اس کی سازش سے قیدی بھگا دیا گیا۔ میری توعقل چوح کھا رہی ہے۔کیا جواب دوں گا اور آپ کہتے ہیں کہ دوپہر کے وقت تک قیدی موجود تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

شیر افگن۔ میں غلط بیان نہیں کرتا درحقیقت دوپہر تک قیدی موجود تھا اپنی آنکھ سے دیکھ گیا ہوں کیا مجھ پر جنون سوار ہے کہ خواہ مخواہ سائے کو انسان مان کر شک میں پڑ جاؤں۔

قلعدار۔ اس وقت قیدی کیا کر رہا تھا۔؟

شیر افگن۔ بجز بیٹھے رہنے کے کر کیا سکتا ہے اول قیدی دوسرے نابینا آج بھی بیٹھے بیٹھے اپنی قسمت کو رو رہا تھا

قلعدار۔ تم نے تو اسے کہیں بھگا نہیں دیا

شیر افگن۔ کیا خوب ؟! الٹی تہمت ماشاء اللہ کیا آپ کی سمجھ ہے مان بھی لیا جائے میں اسے نکالنا چاہتا تھا۔ مگر یہ تو فرمایئے ایسے سخت پہرے میں اسے کیوں کر نکال کرلے جاتا اور جبکہ آپ ہروقت سر پر سوار رہتے ہیں جناب آپ سے زیادہ کوئی دوسرا آدمی اس قلعہ کی خفیہ راہوں کو نہیں جانتا آپ ہی بتائیں کس راہ سے نکال لیا گیا۔

قلعدار۔ کیا کہوں اور کس سے کہوں مفت میں روسیاہ ہوا۔ اچھا کل جا کر لال چین سے اس کی خبر کرو جو دیکھا ہے کل کیفیت عرض کردینا دیکھیں ان کا غصہ کس کے سر پر آفت لاتا ہے۔ ہم تم دونوں ہی ماخوذ ہیں۔

شیر افگن۔ دو دن بعد جانے سے کیا اچھا نہ ہو گا ان دنوں میں تفتیش کر لیں گے۔ شاید پتہ چل جائے۔

قلعدار۔ جب بھاگنے کا راستہ ہی نہیں کہاں تلاش کرو گے۔ میاں۔ خیر دو دن بعد سہی خیالی گھوڑے دوڑالو

Marfat.com

شیر افگن۔ اچھا میں جاتا ہوں۔

شیر افگن نے جنگل کی راہ لی۔ قلعدار کی فکر و تشویش کی انتہا نہ تھی۔ لال چین کے مزاج سے بخوبی واقف تھا۔ اس سے بہت ہی خوفزدہ ہوا جب تک قابل اطمینان جواب نہ لے لے گا زندہ نہ چھوڑے گا یہ اچھی طرح جانتا تھا۔ مگر وہ کرے تو کیا کرے۔ لطف النساء پر سخت چوکی پہرہ کا انتظام کر کے اپنے بستر پر آیا مگر رات بھر غیاث کی فکر نے پلک نہ لگنے دی۔

ادھر شیر افگن شاہ کے پاس پہنچا وہ اپنے رین بسیرے پر بیٹھے ہوئے چاند کی بہاریں دیکھ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے پوچھا

کہو کیا خبر ہے!

شیر افگن۔ پیر و مرشد! قلعدار کو غیاث کے بھاگ نکلنے کی خبر لگ گئی اسے سخت فکر نے گھیر رکھا ہے۔ ایک زنانی سواری آئی ہے۔ اس کے ساتھ قریباً پچیس سپاہی ہیں معلوم ہوتا ہے لال چین کی دختر ہے۔ حضور کو ان باتوں کا کیونکر پتہ رہتا ہے

شاہ صاحب۔ مجھے کیا خاک پتہ رہتا ہے۔ تمہاری ضد سے مجھے اس طرف رجحان ہو گیا پھر کیوں کر ان باتوں کی چھان بین نہ کرتا کہو تو وہ کہاں رکھی گئی ہے؟

شیر افگن۔ اس کا جواب دے نہیں سکتا۔ کیونکہ سواری زنان خانے میں بھیجی گئی ہے۔

شاہ صاحب۔ کچھ دیر سوچ کر ہاں معلوم ہو گیا جس طرح کی کوٹھری میں غیاث بند کیا گیا تھا اسی طرز کی ایک کوٹھری زنانہ محل میں بھی موجود ہے وہ بھی اسی طرح کھل سکتی ہے۔ اس کی سرنگ کا دروازہ جہاں غیاث اس وقت ہے۔ اس کے قریب ہی ہے لیکن وہ باہر بھی نکلے تو جائے گی کہاں۔ کیونکہ ہم لوگ درویش ہیں عورت کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے اس سے کئی مشکلیں ہیں۔

شیر افگن۔ دویم اس کو باہر نکال دینے کا کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔

شاہ صاحب۔ میرا قیاس کہتا ہے اگر انہیں دو روز کے اندر وہ نکل سکی تو نکل

Marfat.com

سکی پھر نکلنا دشوار ہو جائے گا

شیر افگن۔ کیوں؟

شاہ صاحب۔ لال چین کو جب غیاث کے بھاگ نکلنے کی خبر پہنچے گی تو وہ اسے ہرگز یہاں نہیں رہنے دے گا

شیر افگن۔ اس جانب تو میرا دھیان ہی نہیں گیا پھر کیا کیا جائے۔

شاہ صاحب۔ جو کنیزیں پہرے پر مقرر ہیں ان میں سے تم کسی کو جانتے ہو کسی سے شناسائی ہے

شیر افگن۔ ایک کنیز سے ملاقات ہے۔ مگر اس سے کیا ہو سکتا ہے

شاہ صاحب۔ ہو تو بہت کچھ سکتا ہے۔ اگر وہ مدد کرے اور کچھ کرنے پر راضی ہو جائے۔

شیر افگن۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔

شاہ صاحب۔ اچھا جانے دو کوئی دوسرا راستہ نکالا جائے گا ایک دو دن اسے بھی یہاں رکھوں گا تم کل علی الصباح یہاں سے کوچ کرو فیروز خان کے پاس جا کر کل کیفیت کہو۔ اور پوچھنا اب لال چین کی دختر کو کچھ دنوں کے لیے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ آپ خود نہ رہیں۔ بلکہ اپنی دختر کو اس کے پاس چھوڑ دیں مجھے یقین ہے فیروز خان کہنا مان لے گا۔ میں آج ہی رات اسے بھی نکالے لیتا ہوں خدا چاہے تو کامیابی ضرور ہو گی۔ ذرا ایک مشعل تیار کرو۔

شیر افگن نے ایک مشعل جلائی شاہ صاحب مشعل لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے شیر افگن بھی پیچھے ہو لیا۔

چاندنی رات تھی پھر بھی گھنے جنگل میں ظلمت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا

کچھ دور تک چل کر دونوں شخصوں نے قلعہ کے قریب پہنچ کر دکن کی طرف رخ کر دیا جنگلی درختوں پر بیلوں کے جھرمٹ سے کنج بن گیا تھا ادھر دیکھ بھال کر شاہ صاحب ایک مقام پر ٹھہر گئے ہاتھ سے جگہ صاف کی اور قریب ہاتھ بھر کے غار کھودا

Marfat.com

مٹی نکلنے پر ایک مربع پتھر نظر پڑا شاہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے کھسکایا ایک سرنگ نظر آئی۔

خوف نہ کھانا اطمینان کے ساتھ میرے دنبال میں چلے آؤ مشعل مجھے دے دو۔

دونوں شخص سرنگ میں اترے کچھ دور چل کر اوپر کو جانیکی سیڑھیاں نظر آئیں۔ دونوں شخصوں اوپر چڑھ گئے۔ سامنے راستہ تھا مگر پتھر کے مسطح ٹکڑے سے بند تھا۔ دونوں شخص نے حتی الامکان خوب زور لگایا لیکن پتھر اپنی جگہ سے نہ کھسکا شاہ صاحب نے بسولہ سے وہاں کی مٹی کھودی اس بار زور لگانے سے وہ پتھر جگہ سے ہٹ گیا ہوا سن سن آنے لگی۔ مشعل بجھتے بجھتے بچی۔

شیرا فگن کو دہیں چھوڑ" یارب اب کب تک" کہتا ہوا فقیر اوپر چڑھ گیا۔ اس کوٹھری کی ظلمت مشعل کی روشنی نے دور کر دی۔ دیکھا پلنگ پر خوبصورت اور شباب کی امنگوں سے بھری ہوئی۔ ایک دلستان لیٹی ہوئی ہے۔ فقیر کے پاؤں کی چاپ سے وہ دوشیزہ اٹھ کھڑی ہوئی خوف سے چہرہ کا رنگ اڑ گیا ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ مبہوت سی شاہ صاحب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شاہ صاحب نے پوچھا بیٹی کیا ہے۔ خوف نہ کھاؤ۔ میں خدا کا بھیجا ہوا تیری مدد کو آیا ہوں۔ تو کون ہے۔ کیوں یہاں قید کی گئی ہے۔ تیری حالت مجھ پر روشن ہے۔ ایمان دنیا نہیں چاہتی۔ اسی سے قید کی گئی ہے۔ خدا تجھ سے خوش ہے تیری تمام مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔ اطمینان رکھ اٹھ اور میرے ہمراہ نکل چل۔ ابھی تک کوئی جانتا نہیں دیر کرنے میں آفت دھری ہے تو خوف زدہ سی کیوں میری طرف دیکھ رہی ہے وقت کیوں ضائع کر رہی ہے۔ مجھ پر تو اعتماد کر۔ میں تجھے دھوکہ دینا نہیں چاہتا۔

دلستان۔ بابا جان! میں آپ کی صورت سے ناآشنا ہوں کیونکر اجنبی کے ساتھ نکل کھڑی ہوں۔

شاہ صاحب۔ میری شناخت یہی کافی ہے۔ سمجھ لے بندہ خدا ہوں۔ اس سے بڑھ کر دوسرا پتہ کیا ہو سکتا ہے۔ بیٹی کیا مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہے۔ زیادہ ٹھہرنا شاق ہو رہا ہے جلدی چل۔

Marfat.com

دلستان شاہ صاحب کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دل میں کسی طرح کا شک نہ ہوا۔ بلکہ ساتھ چلنے پر بھروسہ ہوا آخر کار ساتھ چلنے پر تل گئی۔ آگے بڑھی۔ زینے سے اتر کر دونوں سرنگ میں آئے۔ فقیر نے باسانی پتھر کے ٹکڑے کو اسی کی جگہ پر بٹھا دیا۔ اپنی کوشش میں کامیابی دیکھ کر اسے بہت بڑی خوشی ہوئی۔ تینوں شخص سرنگ طے کرتے ہوئے جنگل میں آئے۔ اور وہ غار بند کر دیا گیا جس غار سے سرنگ میں اترے تھے۔

تینوں نے ٹوٹے جھونپڑے کی طرف قدم اٹھا دیئے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے یہ دلستان لال چین کی بد نصیب دختر لطف النساء ہے جس نے شاہی عیش و آرام پر لات مار کر قید کی اذیتیں اٹھانا گوارا کی تھیں۔ شاہ صاحب نے لطف النساء کو علیحدہ کوٹھری میں رکھا۔ اس کام سے فرصت پا کر شیر افگن سے کہا۔ میاں اب تم جاؤ۔ کل علی الصباح بیجاپور کی طرف کوچ بول دینا۔ تاخیر نہ کرنا اس وقت جا کر افسر قلعہ کو باتوں میں لگا کر سفر کی تیاری کرنا۔ افسر قلعہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا ورنہ راز فاش ہونے پر خدا جانے کیسی آفت ڈھائے۔ دوست دو دن کے کے اندر ہی واپس آنا مجھے جب تک نہ آؤ گے سخت بے چینی رہے گی۔

ایسی ہی کوشش کروں گا۔" کہہ کر اور فقیر کو سلام کر کے شیر افگن خان قلعہ میں واپس آیا یہاں فقیر نے لطف النساء کو بہت تقویت دی اور کہا تم بے ہراس رہو کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ چند روز کی بات ہے۔ زیادہ دن یہاں رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ مقام بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں کا پتہ بھی تمہارے ابا کو لگ سکتا ہے۔ کہیں اب کی دفعہ ہاتھ لگ گئیں تو جان بچانا دشوار ہو جائے گی۔ دو چار روز کے بعد تمہیں بہت ہی محفوظ مقام پر پہنچا دوں گا۔ یہاں تمہارے باپ کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو گی ہاں ایک بات یاد رکھو جو شخص تم سے پوچھے کہنا شرافگن کی لڑکی ہوں اپنے باپ کا نام نہ لینا اداس نہ ہونا نہال آرزو ضرور بار آور ہو گا۔ اور آخر کار شمس سے تمہاری شادی ہو گی۔ یہ شمس جسے تم چاہتی ہو۔ وہ سلطان شمس الدین نہیں ہے بیکار تم اس کے نام سے نفرت کرتی ہو۔

فقیر کی بات سن کر لطف النساء حیرت و استعجاب کے بھنور میں غوطے کھانے

Marfat.com

گئی۔ حیران و ششدر اس کا منہ دیکھ کر چپ ہو رہی کچھ جواب نہ دے سکی۔ گردن نیچی کر کے کوٹھری ہو رہی۔

کچھ دیر بعد فقیر بولا۔

بیٹی رات زیادہ آگئی ہے جاؤ بستر لگا ہے سو رہو۔ آج کی حیرت افزو واردات سے لطف النساء پر اتنا اثر پڑا کہ وہ دلی الجھن کو کس طرح مٹا نہ سکی۔

فقیر کے کہنے پر بستر پر جا کر لیٹ رہی مگر خیالی گھوڑے دولتیاں پھینک رہے تھے۔ اس لیے نیند نہ آئی۔ ساری رات جاگ کے کاٹ دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

پچیسواں باب

صبح کی شفق نے سرخ لباس زیب تن کر کے کرہ آسمان پر اپنے حسن کی بہار سے لوگوں کی آنکھوں میں شنگرنی نور بھرنا شروع کیا۔ نسیم سحری مستانہ چال سے پھولوں کو چھیڑتی اور ٹھکراتی ادھر ادھر چلنے لگی۔ مرغان سحر اپنے اپنے نشیمنوں میں بیٹھے ہوئے اپنے معبود کا راگ گانے لگے۔ ظلمت کی سیاہی مٹنے لگی۔ اجالا پھیلنے کا اس بیابان جنگل کی پہاڑی پگڈنڈیوں پر دور ایک راہ گیر چلتے پھرتے نظر آنے لگے پھر بھی ابھی تک خاموشی کا دور چھایا ہوا تھا۔ اس وقت کا لطف بیان سے باہر تھا۔ گھنے جنگل کے شاندار درخت ایسے نظر آتے تھے جس طرح رشی منی خدا کی عبادت میں کھڑے ہوئے مالا جپ رہے ہیں۔ نیرنگ قدرت کا تماشا دیکھتے دیکھتے سیری نہیں ہوتی۔

کھڑے پودے ہیں خود رو کیسے سندر کوہ اور بن میں
تری کاریگری بھرپور ہے گلہائے گلشن میں

سگندھی ڈالدی کیسی بلکشن تو نے۔ چندن۔ میں
دمک تو نے ہی پیدا کی ہے اے جگدیش کندن میں

خوشادہ دل گزارے ہر گھڑی جو تیری جیکشن میں
رہے قسمت زباں دایم رہے گر تیری سمرن میں

چمن میں دیکھتا کلیں ہے وز دیدہ نگاہوں سے
کھلے جاتے ہیں پیارے پھول سارے چشم دشمن میں

لگاتی جھاڑو فراشی صبا ہے چاہ سے۔ آکر
سدا چھڑکاؤ کرتا ابر کا سقا ہے۔ آنگن میں

شمیم پاک کیا میدان میں اترائی پھرتی ہے
فضا ازبس مسرت خیز ہے صحرا کے دامن میں

کشادہ کر ذرا اوبو! لہوس تو کوزہ دل کو
کہ بہجت آ نہیں سکتی تیرے اس تنگ برتن میں

Marfat.com

جوانی عشق میں گذری بڑھاپا کھو دیا یارو گوں نے
نہایت شوق سے دن رات کھیلے خوب بچپن میں
کبھی بچے کبھی برنا کبھی ہیں پیر درماندہ
یہی ہم تین ناٹک کھیلتے ہیں اپنے جیون میں
بچشم غور دیکھئے تو اگر خاتون فطرت کو
نظر آنے لگے تجھ کو یہی بے مثل جو بن میں

صبح کا سہانا سماں اور نیرنگ قدرت کا تماشا دیکھنے کو آج سارے قلعہ کا پہرے دار برج قلعہ پر ٹہل ٹہل کر ہوا کھا رہا ہے۔ یکایک اس کی نظر پہاڑی پگڈنڈی پر پڑی۔ وہ دنگ ہو گیا۔ اس نے دیکھا پانچ سوار پہاڑی سے اترتے قلعہ کے پھاٹک کی طرف رخ کیے چلے آ رہے ہیں ابھی تک اہل قلعہ کی نیند نہیں ٹوٹی تھی۔ ٹھنڈی ہوا لگنے سے غافل سو رہے ہیں۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے یہ حیرت افزا سین دیکھ کر اس نے قلعہ کے نقارہ پر چوب دی۔ جس کی آواز سے تمام قلعہ گونج اٹھا۔ لوگ اپنے اپنے بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے کئی ایک سپاہی دوڑتے ہوئے اس کے پاس آگئے کسی نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر باہر کی طرف دیکھا پہاڑی راستے پر سواروں کی جماعت بڑھتی جاتی تھی۔ قریب قریب تین سپاہی نظر آئے۔ لوگوں نے جھپٹ کر افسر قلعہ کو خبر دی اب کیا تھا قلعہ میں جنگی باجا بجنے لگا پیدل اور رسالوں کی پلٹنیں درست ہونے لگیں گول اندازوں نے توپیں صاف کرنا شروع کر دیں۔ فصیلوں پر ہتھیاروں سے لیس سپاہی کھڑے ہو گئے۔

یکایک کچھ سوار اور پیدل پھاٹک پر پہنچ گئے۔ پہاڑی راستے پر پلٹنیں رپ رپ کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں۔ بام قلعہ سے افسر قلعہ نے دیکھا قلعہ پر گولیاں برسنے لگیں۔ تیر کر ہوا کی چادریں پھاڑتے بہادروں کے سینے چھیدنے لگے۔ پر قلعدار کے ہوش و حواس میں کمی نہ آئی۔ وہ اپنے قلعہ کی مضبوطی پر بھولا ہوا تھا۔ قلعدار کی اجازت سے یہاں کے سپاہی بھی تیر برسانے لگے کچھ دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی دونوں طرف ستھراؤ ہو گیا۔ دونوں طرف کے جوان شربت شہادت پی پی کر ملک عدم

Marfat.com

کی راہ ناپنے لگے۔ دو گھنٹوں تک خوب ہنگامہ رہا۔ آخر کار اپنی دال نہ گلتے دیکھ کر تنیم کے پاؤں اکھڑ گئے ادھر قلعہ میں بھی اکثروں نے بھی جنگ کی تاب نہ لا کر جنگ سے منہ موڑ لیا اور بھاگ کر اپنی اپنی جانیں بچانیں شروع کیں۔ لاشے پر لاشے گرنے سے پہاڑی راستہ ایک طرح سے بند ہو گیا۔ اور پھر دن چڑھتے چڑھتے قلعہ میں کوس ظفر بجنے لگا اس میں شک نہیں فتح قلعہ والوں کی ہوئی مگر اس بات کا پتہ نہ چلا کہ قلعہ پر کس نے اور کس لیے حملہ کیا تھا۔

جب ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ دشمن کا ایک متنفس بھی نظر نہ آیا قلعدار فصیل قلعہ سے اتر کر سیدھا اپنے کمرے میں آ کر لیٹ رہا۔ اور اس فکر میں پڑ گیا کہ عجیب حیرت خیز معاملہ ہے۔ ادھر غیاث الدین قلعہ سے بھاگ گیا ادھر اتنا بڑا حملہ ہوا۔ اور پھر لال چین کی بیٹی بھی لا پتہ ہے۔ اسے کون نکال لے گیا۔ ابھی تک اس کا پتہ نہیں وہ کون شخص ہے جس نے ہمارے ساتھ اتنی بڑی دغا کی وہ ہم سے بھی زیادہ اس قلعہ کا راز دار ہے۔ کہیں کوئی راستہ نہیں پھر بھی دو آدمی یہاں سے نکل گئے۔ آج قلعہ پر کتنا بڑا حملہ ہوا۔ کسی کو اس کی خبر نہ لگی۔ کہ یہ پیدل اور سوار کس کے تھے کہاں سے آئے اور کہاں چلے گئے۔ جب اتنی بڑی واردات کی خبر لال چین کے کان میں پڑے گی تو آگ بگولہ ہو جائے گا۔ غیاث اور اس کی دختر لطف النساء کے بارے میں اسے کیا جواب دیا جائے گا۔ یہ محفوظ مقام سمجھ کر لال چین نے انہیں یہاں بھیجا تھا لیکن دیکھتا ہوں اس قلعہ میں بھی کسی کی اچھی طرح حفاظت نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر سراسر خطرہ ہے یہاں کوئی خفیہ سرنگ ایسی ہے جس کی راہ سے آمد و رفت ہو سکتی ہے۔ مگر ہم کو خبر نہیں اچھا وہ کون انسان ہے۔ اور وہ سرنگ ہے۔ کہاں اس کا سراغ کیونکر لگایا جائے۔ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہوگا مجھے آرام نصیب نہ ہو گا۔ آج اچانک دھاوا کس نے کیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ ان کو قلعہ ساگر کی مضبوطی کی واقفیت نہیں تھی۔ ورنہ کبھی اس قدر طبیعت کو جولان نہ کرتے۔ کبھی ادھر رخ کرنے کی ہمت نہ پڑتی پہریدار نے بڑا کام کیا لیکن قلعہ میں یہ کس طرح گھس سکتے تھے۔ قلعہ کی سنگین دیوار کے قریب پہنچ کر ان پر ظاہر ہو جاتا کہ صدر پھاٹک کہاں ہے۔ پھاٹک کا پتہ لگانا صرف مشکل نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے۔ یہ لوگ تھے کون؟ فیروز خان کے سوائے

Marfat.com

اور کون ہو سکتا ہے سنا ہے باغیوں کی بہت بڑی جماعت فراہم ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے غیاث کی خبر پا کر ان لوگوں نے ادھر قدم بڑھایا تھا ہزار شکر خدا نے ہم لوگوں کی جانیں بچائیں۔ دشمن تھوڑی سی محنت میں پسپا ہو گیا۔ یہاں کی خبر عجلت کے ساتھ لال چین تک پہنچا دینا چاہیے۔ اور قلعہ کی حفاظت کے لیے دارالخلافت سے اور فوج طلب کر لینا چاہیے۔ امید ہے دو چار روز میں شیر افگن وہاں پہنچ جائے گا۔ لیکن اس حملہ کی خبر بھی آج ہی بھیج دینا مناسب ہے۔

ادھر قلعہ دار اس فکر میں مستغرق تھا ادھر فیروز کی فوج بھاگ کر گھنے جنگل میں روپوش ہو گئی ان لوگوں نے ان کا تعاقب نہیں کیا بہت دور چل کر فیروز خان نے اپنی تھکی ماندی فوج کو فراہم کیا۔ اور قلعہ سے قریب قریب دو کوس ہٹ کر اس نے اپنا خیمہ کھڑا کرادیا۔

سہ پہر کو یہاں میر جعفر تنہا جنگل میں گشت کر رہا تھا آج کی شکست سے ان کا دل اداس اور چہرہ پر پژمردگی طاری تھی۔ اسی اثنا میں اس کی نظر پہاڑی پر پڑی۔ پاس جا کر اس نے آواز دی۔

بھائی تم کہاں رہتے ہو۔؟

پہاڑی۔ کیوں؟ پاس ہی ایک جھونپڑے میں آپ کون ہیں۔

جعفر۔ راستہ بھول گیا ہوں قلعہ میں جانا ہے

پہاڑی۔ کتنے دنوں سے آپ یہاں ہیں۔

جعفر۔ حال ہی میں آیا ہوں۔ کیا تم میری مدد کر سکتے ہو یا نہیں۔

پہاڑی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جعفر نے ایک اشرفی اس کے ہاتھ دھری۔ اشرفی لے کر پہاڑی پھولا نہ سمایا نہایت عاجزی کے ساتھ سلام کیا

پہاڑی۔ آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے چلئے قلعہ کے پھاٹک تک آپ کو پہنچا دوں۔ وہاں آپ کا اشارہ پا کر سنتری جھولا لٹکا دے گا اور آپ اس پر چڑھ کر قلعہ میں داخل ہو جائیں گے۔

جعفر۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ قلعدار اس راز کو جان سکے کیونکہ بغیر اجازت میں

Marfat.com

یہاں آیا ہوں۔

پہاڑی۔ پھر کیا کیا جائے

جعفر۔ میں نے سنا ہے قلعہ میں داخل ہونے کے کئی خفیہ راستے بھی ہیں چونکہ میں حال ہی آیا ہوں۔ اس لیے اس کا پتہ نہیں جانتا۔ اگر اس راز سے تم واقف ہو تو بتا دو ایک اشرفی اور دی جائے گی۔

پہاڑی۔ آپ سخی ہیں آپ داتا ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے ہم لوگوں کا پیٹ بھرتا ہے آج سنا ہے دشمن قلعہ پر چڑھ آئے تھے۔ خفیہ راہ جانے سے ہو سکتا ہے لوگ دیکھ لیں۔ پھر ہماری اور تمہاری دونوں کی شامت ہی آ جائے گی۔ اور پھر شام ہو گ ہے آج کی رات میرے جھونپڑے میں بسر کیجئے۔ صبح انشاء اللہ آپ کو قلعہ پہنچا دوں گا۔ دن میں اگر کوئی دیکھ بھی لے گا تو اتنا نقصان نہیں ہے۔ کیو ر لوگوں کی آمد و رفت ہوا کرتی ہے۔

جعفر۔ راستہ کیسا ہے۔ کیا گھوڑے پر چڑھ کر دہار ہیں۔

پہاڑی۔ راستہ اچھا ہے گھوڑے پر بھی جا یں اور پیدل بھی۔ وہ مقام یہاں سے قریب ہی تو ہے گھوڑے پر کیوں جا ئ

جعفر۔ یونہی دریافت کر لیا۔ ھوڑا کہاں ہے کس پر چڑھ کر جاؤں گا ، بتاؤ کیا اشرفی ابھی دیدوں اک میں بلکہ پانچ تک دے سکتا ہوں تم سمجھ ں کہ مجھے اسقدر اضطراب ک ہے شب کو ہم لوگوں کی حاضری ہوتی ہے۔ س وقت میں غیر حاضر ہوا . ولری تشریف لے جائے گی۔ شک نہ کرو۔ ر دست یہ دو اشرفیاں او، ے۔

، میں اب اتنی جرات نہیں رہی کہ طمع کا ا راز نہ کر سکے۔ مارے خ ے اچھل پڑا اور بولا۔

آج تو ادھر جانا اچھا نہیں ہے۔ اور نہ یہ ہی ہے ادھر قدم رکھنے کا جب آپ اسقدر بے قابو ہو رہے ہیں تو لا محالا پڑے گا۔ بسم اللہ کیجئے۔ اور میرے

Marfat.com

ہمراہ ہو لیجئے۔ ایک بات اور کہے دیتا ہوں خدانخواستہ کہیں بکھیڑا ہو جائے تو للہ میرا نام نہ لیجئے گا۔

جعفر۔ اس کی فکر مت کرو۔

پہاڑی جعفر کو خفیہ راہ دکھانے کے لیے لے چلا۔ اسے ذرا بھی شک نہ ہوا۔ اشرفی کی چمک نے اس کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔

چاندنی چٹک رہی تھی۔ لیکن بیابان جنگل میں پھر بھی تاریکی جلوہ گر تھی۔ بہت ہوشیاری سے دونوں کے قدم آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ جعفر جنگلی غاروں جنگلی چشموں اور پہاڑی ڈھوکوں کو بغور دیکھتا جاتا تھا۔ تاکہ واپسی کے وقت راستہ بھول نہ جائے۔ کبھی کبھی جنگل میں ذرا سے کھٹکے پر چونک اٹھتا اور جب تک اطمینان نہ ہو جاتا آگے ہرگز نہ بڑھتا۔

اگرچہ رات ایک گھڑی سے زیادہ نہیں گزری تھی پھر بھی معلوم ہوتا تھا بڑی رات گئی ہے۔ کچھ دور آگے بڑھنے پر دونوں پہاڑی ڈرے میں گھسے۔ اس مقام پر چاندنی خوب بہار دکھا رہی تھی۔ کچھ دور چل کر پہاڑی نے ایک خفیہ پتھر کی راہ دکھا کر کہا۔

اسے آپ کھول کر اندر جا سکتے ہیں۔ اندر جانے پر آپ کو زینہ ملے گا۔ اس کے بعد معمولی دروازہ نظر آئے گا۔ اسے کھول کر آپ قلعہ کے احاطے میں داخل ہو سکتے ہیں میں آگے نہیں جاؤں گا۔ میرا جھونپڑا اسی جانب ہے آپ بے ہراس چلے جائیں۔

پہاڑی چلا گیا۔ میر جعفر تنہا رہ گیا ایسے ہوحق میدان میں اپنے کو تنہا دیکھ کر پہلے تو ڈرا۔ مگر جرات نے مجبور کیا۔ دروزاہ کھولنے کی ٹھن گئی۔ ہمت کر کے دروازہ کھول دیا در حقیقت اوپر جانے کا راستہ دکھائی دیا زیادہ دیر ٹھہرنا جعفر کو شاق گذرا خوشی کی موج میں بہہ چلا اور خوب تیزی سے اپنے خیمہ میں آیا۔ یہاں فیروز خان اس کے واسطے متفکر ہو رہا تھا۔ طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں طلاطم مچا رہے تھے۔

میر جعفر نے اپنی سرگذشت بیان کی۔ اور خفیہ راہ کا حال بتایا۔ دونوں شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی راہ کو دیکھنے لگے۔ کیونکہ فیروز خان بہت ہوشیار اور چالاک

Marfat.com

سردار تھا۔ بغیر خود جانچ کیے اس نے اپنی فوج کو اس جانب لے جانا مناسب نہ سمجھا۔

اس خفیہ راہ کے دریافت ہو جانے سے فیروز خان کا چہرہ فرط خوشی سے کھل اٹھا۔ اور جعفر کی تعریف کرتے ہوئے جواب دیا۔

دوست بڑے خوش نصیب ہو۔ واقعی بڑا کام کیا آفرین ہے۔ تمہاری ہمت پر۔ ہماری جانیں بچالیں۔ اگر آپ کی مدد نہ ہوتی تو بھلا اس مضبوط قلعہ کو میں کیسے فتح کر سکتا تھا۔ لاکھ سر پھوڑتا مگر اس کا دروازہ نہ ملتا۔ اب محسوس کرتا ہوں کہ قلعہ میں گھس جانا کوئی بات نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے قلعہ دار کو اس راہ کا گمان بھی نہیں

جعفر۔ کیسا گمان۔ بھلا کسی کو بھی اس طرف خیال آ سکتا ہے۔ کہ قلعہ میں جانے کے لیے ایک سرنگ بھی بنائی گئی ہے آپ دیکھتے نہیں وہ مقام کیسا خوفناک ہے جہاں خوف کے مارے فرشتوں تک کے وضو شکست ہو جاتے ہیں بڑے بڑے جیالوں کا دل مارے خوف کے فنا ہوتا ہے جب دن کو اس جنگل میں قدم رکھنے سے دل دہلا جاتا ہے تو رات کی کون کہے۔

فیروز خان اور میر جعفر پلٹ آئے۔ فیروز خان نے اپنے ساتھیوں کو بلا کر کہا۔ ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔ آج کی شکست سے ہمارے سپاہی بے دل ہو رہے تھے۔اب از غیبی مدد مل گئی ہے انشاء اللہ کل قلعہ میں ہمارے نام کی چوب پڑے گی۔ ساتھی اس مژدے سے خوش ہو گئے۔ کوچ کی نفری بجنے لگی۔ گھوڑوں پر جانے میں کھٹکا ہے اس لیے پیادہ پا چلنے کی رائے پاس ہو گئی۔ پہر رات رہے سے پانچ سو سپاہی لے کر فیروز خان خفیہ دروازے کی طرف بڑھا اس دفعہ بے خوف وخطر معہ اپنے سپاہیوں کے قلعہ میں گھس گیا۔ اس خفیہ دروازہ کی طرف کسی کو گمان بھی نہ تھا ایک دو پہرہ دار معمولی طور پر پہرہ دے رہے تھے۔ یکایک پانچ سو سپاہیوں کی دپ دپ کی آوازوں سے چونک پڑے اور قبل اس کے کہ وہ کچھ کر سکیں فیروز خان کے سپاہیوں نے انہیں باندھ لیا۔ بڑی چوکسی سے بھالے کے سہارے فیروز اور جعفر نے اس خفیہ دروازے کو کھولا تھا۔ سپاہیوں کے اندر آتے ہی قلعہ میں ہل چل مچ گئی۔ اور اندر کے سپاہی جو پچھلے پہر کی ٹھنڈی ہوا سے چیت ہو رہے تھے۔ ہوشیار ہو گئے۔نقارہ بجتے ہی پیدل اور سپاہی کمریں کس کس کر اپنے اپنے بستروں سے نکل،

Marfat.com

آئے۔ یہاں کیا دیر تھی۔ فیروز کے سپاہی ہتھیاروں سے لیس تھے ایک ایک پر ٹوٹ پڑے اس وقت اپنے پرائے کی پہنچان مشکل ہو رہی تھی۔ باشندگان قلعہ کو کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ اور بات کی بات میں قلعہ فیروز کے ہاتھ میں ہو رہا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے میر جعفر نے افسر قلعہ کی مشکیں باندھ لیں پھر کیا تھا۔ جنگ کی آگ فروز ہو گی۔ پھر بھی طرفین کے سو دو سو سپاہی کام ہی آ گئے فیروز کے نام سے یہ نقارہ پٹا کسی کو اب کوئی خوف نہیں ہے جو خلاف ورزی کرے گا سزا پائے گا یہاں جتنی فوج ہے میرے حکم کی تابع ہے سب کے ساتھ مساوی برتاؤ رہے گا اگر کوئی سپاہی میرے خلاف کرے گا یا بغاوت پھیلائے گا یا حکم عدولی کرے گا وہ پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

آج سے یہ قلعہ میرے تخت میں ہے میں اس کا مالک ہوں سہ پہر تک تمام قلعہ میں فیروز خان کی دھاک بندھ گئی۔ فوج کی تعداد میں اضافہ ہوا کیونکہ جو سپاہی قلعہ کے ماتحت تھے وہ بھی فیروز خان کی فوج میں شامل ہو گئے اور سابق قلعدار جیل بھیج دیا گیا۔ شیر افگن قلعہ میں نہیں ہے آج دو دن ہوئے افسر قلعہ سے اجازت لے کر بیت الخلافت میں گیا ہوا ہے اس کا قصد تھا کہ واپسی کے وقت فیروز خان سے بیجاپور میں ضرور ملاقات کروں گا۔ کیونکہ کمال شاہ کا یہی فرمان تھا اور انہوں نے زبان دی تھی کہ دو ہفتہ تک وہ اپنے سپاہیوں کی حفاظت کریں گے۔ شیر افگن خان اگر آج ہوتا تو اس کی مسرت کی حد نہ ہوتی۔

فیروز خان کی اجازت سے سپاہیوں نے قلعہ کا گوشہ گوشہ چھان مارا مگر غیاث کا کہیں پتہ نہ لگا آخر کار ناامید ہو کر سابق قلعہ دار کو طلب کیا۔ اور کہا۔

اب تو آپ سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اتنی زحمت اٹھا کر میں یہاں کس لیے آیا ہوں

قلعدار۔ میں تو کچھ نہیں جانتا۔ یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کا کام بالکل نا مناسب ہے چوروں کی طرح دھوکا دے کر کسی کے گھر میں رات کے وقت گھس آنا شرافت کے خلاف ہے

فیروز خان۔ آپ کی ہمت کی تعریف کروں گا۔ زبردست کے روبرو زیر دست کا

Marfat.com

منہ پھٹ بات کہہ دینا بے شک جرات کی بات ہے۔ اس وقت میں اس بات کو زبان پر لانا نہیں چاہتا کہ آپ کے بادشاہ حضرت شمس نے کس بزدلی سے قزاقوں کی طرح تخت حکومت پر قبضہ کر لیا تھا خیر میں اسے اس کی حرکت کی سزا دینے آیا ہوں۔ بالفرض میں چور کی طرح شمس کی ملکیت کو ہتھیانے آیا ہوں۔ مگر یاد رہے کسی موقع پر سلطان کو انصاف کے شکنجے میں کھینچ باہر کیا جائے گا۔ کہ میں نے یہ حرکت نا مناسب کی ہے یا میاں شمس نے غالباً" اس وقت آپ کو بھی اقبال ہو گا کہ میزان عدل میں کس کا پلہ بھاری رہا۔

قلعدار پشیمان ہو کر خاموش ہو گیا اسے خاموش دیکھ کر فیروز نے ٹوکا

آپ یقین کر لیں کہ محض قلعہ لینے کی غرض سے میں یہاں نہیں آیا ہوں کیونکہ قلعہ لینے یا نہ لینے پر موقوف نہیں ہے جب تک لال چین اور شمس کو قتل نہ کر لوں گا تب تک میری نیت پوری نہ ہو گی۔

قلعہ دار۔ پھر آپ نے سینکڑوں آدمیوں کی جانیں کیوں ہلاک کر ڈالیں

فیروز خان۔ جنگ کے موقع پر اس بات کا لحاظ نہیں ہوتا۔ موت و زندگی تو لازمی ہے آپ پہلے مجھے یہ بتایئے کہ غیاث الدین کہاں ہٹا دیئے گئے ہیں۔ اگر اس کا پتہ بتا دیں تو ابھی آپ قید سے رہا ہو سکتے ہیں۔ یہ قلعہ بھی آپ کی تصرف میں رہ سکتا ہے۔

قلعہ دار۔ سرد آہ بھر کر آپ کی غرض سمجھ گیا لیکن اس بات کا کیونکر قیاس ہو سکتا ہے کہ جو بات میں کہوں گا حضور باور کر لیں گے۔ مجبور ہوں کیا جواب دوں۔

فیروز۔ باور کرنے کی بات ضرور باور کی جائے گی۔ آپ بلا تکلف فرمائیں بات کیا ہے۔

قلعہ دار۔ آپ مانیں یا نہ مانیں مگر جو کہوں گا سچ کہوں گا دیکھئے غیاث یہیں کے ایک خفیہ جیل میں قید تھے۔ آپ بھی جانتے ہیں مگر آج چار روز سے ان کا پتہ نہیں ہے خدا جانے کیوں کر کس راہ سے کس کی اعانت سے باہر نکل گئے۔ خوب تک و دوں کی کی آدمی دوڑائے کہیں سراغ نہ لگا۔ مجبور ہو کر بیت الخلافت میں ان کے گم ہونے کی خبر بھجوا دی ابھی تک تو یہی گمان تھا کہ آپ کے آدمیوں نے انہیں نکال لیا

Marfat.com

لیکن اب تو اور بھی گرہ پڑ گئی معمہ سمجھ میں نہیں آتا۔

فیروز۔ کیا خوب۔ ماشاء اللہ کیا بھلاوا دیتے ہیں بندہ ایسی باتوں کا یقین نہیں کرتا۔ اور نہ آپ کی باتوں میں پھنس سکتا ہے۔

قلعہ دار۔ یہاں جتنے چور دوازے اور مقامات ہیں سب آپ دیکھ سکتے ہیں میرے ساتھ چل کر ملاحظہ کر لیجئے قسم خدا کی میرے کلام میں ذرا بھی لغویت نہیں جو کہوں کا سچ کہوں گا ماننا نہ ماننا جناب کے اختیار میں ہے سلطان غیاث الدین درحقیت قلعہ سے غائب ہو گئے اب تک مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ وہ کہاں ہیں کون انہیں لے گیا صرف انہیں کے گم ہونے سے بندہ اس کشمکش میں پڑ گیا۔ بندہ پہلے ہی عرض کر چکا ہے۔ حضور میری بات کبھی باور نہ کریں گے۔ اور اسی لیے عرض کرنے میں پہلو تہی کرتا تھا۔

فیروز۔ جس جگہ وہ قید تھے۔ وہاں پہرہ تھا یا نہیں؟

قلعدار۔ پہرہ ضرور تھا۔

فیروز۔ کون شخص پہرہ دے رہا تھا۔

قلعدار۔ خاص میری حفاظت میں تھے۔ کچھ ایسا انتظام تھا کہ بغیر مجھ سے کنجی لیے کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ ہوا کا جانا وہاں مشکل تھا۔ یہ سب تھا۔ مگر کوئی شخص پھر بھی چالاکی کھیل گیا۔ سراسر میری آنکھوں میں خاک ڈال کر انہیں اڑا لے گیا۔ اسی لیے میں قابل اطمینان جواب نہیں دے سکتا کہ سلطان غیاث الدین کیا ہوئے۔

فیروز۔ آپ کے ساتھ میں دوسرا برتاؤ کرنا چاہتا تھا مگر کیا کروں۔؟ آپ آج کے دن پھر اسی حالت میں رہیں کل دیکھا جائے گا۔

فیروز کے حکم سے قلعدار کو دوسری کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور پہرے چوکی کا کافی انتظام کر دیا گیا۔ علاوہ اس کے اور جتنے چور خانے اور خفیہ مقامات تھے سب کی حفاظت معتمد اشخاص کے سپرد ہوئی۔ اب بغیر اجازت فیروز خان کے کسی مقام پر ہوا کا بھی گذر نہیں۔

Marfat.com

یہ سب کچھ تھا۔ مگر پھر بھی شب بھر فیروز نہ سویا تمام رات جاگتے گذر گئی کروٹ بدل بدل کر وقت کاٹ رہا ہے۔ کسی پہلو چین نہیں ملتا۔ دل کا تھل بیڑا نہیں ہاتھوں اچھل رہا ہے۔ رہ رہ کر اس زبان سے یہ فقرے نکل جاتے ہیں ؟ افسوس! اس قدر خونریزی کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ طرفین کے صدہا سپاہی ہلاک ہو گئے خون کا دریا بہ گیا۔ مگر بے سود کوئی صورت بھلائی کی نہ نکلی۔ کاش میں جانتا ہوتا ہے غیاث یہاں نہیں ہے تو کیوں خون خرابہ ہوتا اس سے تو کہیں بہتر تھا کہ اگر بیت الخلافت گلبرگہ کی طرف دھاوا کر دیا جاتا۔ خیر جو ہونا تھا ہوا۔ لال چین کے ہاتھ سے اتنا بڑا اور مضبوط قلعہ نکل گیا یہی غنیمت ہے اسی قلعہ کے زور پر وہ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے زیادہ مضبوط اور استوار قلہ ملک کے اندر کوئی نہیں ہے۔ مگر میں یہاں زیادہ عرصہ تک قیام نہیں کر سکتا۔ ہاں خدا نہ کرے کوئی افتاد پھٹ پڑے اس وقت لازم ٹھہرنا ہو گا آج کل یہ قلعہ ہمارے کس کام کا افران فوج سے کہہ آیا ہوں کہ غیاث کو لے کر آتا ہوں۔ وہاں جا کر کیا جواب دوں گا۔ جب تک افسران فوج غیاث کو دیکھ نہ لیں گے کبھی ہم پر اعتماد نہ کریں گے۔ خیر اس کا فیصلہ بیجا پور ہی چل کر ہو گا۔ یہاں زیادہ دن قیام رکھنا فضول ہے دو ایک روز اور تلاش کر لیں گے کبھی ہم پر اعتماد نہ کریں گے۔ جب تک میر جعفر کچھ فوج کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ ممکن ہے ہماری غنیمت میں وہاں بھی کچھ بکھیڑا کھڑا ہو۔ آخر غیاث الدین کیا ہوا کیا زمین کھا گئی۔ یا آسمان ایسا تو نہیں قتل کر دیا گیا ہو۔ بے شک اس کا گور کفن ہو گیاں اگر حیات ہوتا تو پتہ لگ جاتا جس کے واسطے اتنی زحمت اٹھائی اسی کا پتہ نہیں۔ جسے پھر تخت حکومت کا مالک بنانا چاہتا ہوں وہ نظر ہی نہیں آتا بغیر غیاث کے کوئی کامیابی نہیں مفت خدا بکھیڑوں میں پڑ گیا کاش غیاث کی زیارت ہو جاتی تو اتنی مسرت ہوتی جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہائے کیا کروں کیا نہ کروں۔ کوئی تدبیر نہیں۔

اسی کشمکش میں صبح ہوتے ہوتے فیروز خان کی آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں دیکھا کہ غیاث کے ہمراہ وہ شاہی تخت پر بیٹھا ہے۔ اور لال چین قیدی کی صورت میں اس کے قدموں پر لوٹ رہا ہے۔ اور شمس خوف زدہ سا کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا ہے چہرہ سے عرق انفعال جاری ہے۔

Marfat.com

چھبیسواں باب

قلعہ ساگر پر دھاوا بولے ہوئے اور اسے فتح کیے ہوئے آج تین ہفتے گذر گئے بیجا پور کے وسیع کمرے میں فیروز خان۔ قاسم خان اور میری جعفر بیٹھے پولیٹیکل باتوں میں مصروف ہیں۔ لال چین کو اس بات کی پوری خبر تھی کہ بیجاپور کے باغیوں کے ہاتھوں میں ہے خان برادران فوج فراہم کر رہے ہیں قرب و جوار سے لوگ آکر فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں رسد کا بھی پورا انتظام ہے بیجاپور کا قلعہ خوب مستحکم بنایا جا رہا ہے عرب' فارس ترکستان اور دیگر ممالک سے سامان حرب خرید کیا جا رہا ہے کتنے امیر امراء منصبدار۔ رئیس۔ دیرینہ نمکخوار جواب پنشن یافتہ ہیں آ آ کے خان برادر سے مل رہے ہیں یہ حالات سن کر لال چین کو طرح طرح کی فکریں غالب ہونے لگیں۔ ادھر لطف النساء کی ضد سے شمس پر بھی اسے اعتماد نہیں رہا ملکہ خاتون کے زور دینے سے سلطان شمس نے خان برادر کی گرفتاری کا پروانہ دے دیا۔

اسی درمیان میں خفیہ جاسوس نے آکر بیجا پور کی تمام حالت بیان کر دی۔ لال چین سن کر سمجھ گیا۔ کہ پانی تو نیزے چڑھ گیا۔ کام آسان نہیں رہا۔ خان برادر کی گرفتاری ٹیڑھی کھیر ہے۔ ادھر ان لوگوں کو بھی اس کا پتہ لگ گیا کہ لال چین انھیں گرفتار کرانا چاہتا ہے۔ خان برادر کو اپنے افسروں کا بھروسہ تھا۔ کیونکہ لال چین کی جفا کاریوں سے ستائے ہوئے یہ لوگ خان برادر کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ سب کے سب مضطرب و پریشان تھے سب کا حوصلہ تھا۔ کہ کسی طرح لال چین سے اس بیداد دیو کا قصاص لیا جائے۔ ادھر لال چین اپنی دولت پر پھولا ہوا تھا پانی کی طرح روپیہ بہا کر اس نے اپنی فوج کی دلدہی کی تھی۔ الاؤنس اور بھتہ دے دے کر فوج کے دل میں جگہ کر لی تھی۔ گویا تمام فوج اس کی مٹھی میں تھی پھر بھی اسے فوج پر پورا اعتماد نہ تھا کیونکہ لاکھ کوشش کرنے پر بھی وہ یہ نہ جان سکا کہ دل و جان سے وہ کس کی طرفدار ہے۔

آج رائے پور کا صوبہ دار خان برادر سے آکر ملا۔ سید کمال الدین بڑا دلیر بہادر تھا۔ ران سواری میں بھالا اور تلوار طپنچہ اور تیر چلانے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ جنگی سپاہی اس کی قابلیت کے ثناخواں تھے۔ سالانہ خرچ جو رائے پور سے

Marfat.com

شاہی خزانے میں جاتا تھا اسے لال چین نے سہ گنا کر دیا تھا۔ فوج کی ترتیب میں ہمیشہ کمال الدین سے رائے لی جاتی تھی۔ دربار میں اس کی بہت بڑی عزت تھی۔ پھر بھی لال چین کی آنکھ میں وہ ہمیشہ خار سا کھٹکا کیا۔ کبھی اس نے قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ ان وجوہ سے سید کمال الدین بھی باغیوں کے زمرے میں شامل ہو گیا۔ اس کے مل جانے سے خان برادر بہت خوش ہوئے۔

آج باہم اسی قسم کا مشورہ کر رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔

میر جعفر کی رائے ہوئی۔

پہلے سلطان شمس کے پاس خط بھیجا جاوے۔ اور اس میں لکھا جائے اگر وہ لال چین کو ہٹا کر اس کی جگہ پر کسی قابل شخص کو مقرر کر دے اور ملکی ابتری کو دفن کرنے کی فکر کرے تو ہم اس کی اطاعت سے گریز نہ کریں گے اور اسے نیک صلاح دیں گے۔ تاکہ یہ خلفشار جو پیدا ہو رہا ہے جاتا رہے۔ اگر وہ مشورہ پر کار بند نہ ہونگے تو ہم انہیں تخت سے اتار کر خود زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ ہمیں شمس سے کچھ بھی مخالفت نہیں افسوس مگر ان کی بزدلی اور کمزوری کا رونا ہے کہ دنیا میں کسی کام کے نہ ہوئے اور نہ ہونگے۔

سید۔ نہیں یہ بات نہیں ہے کمبخت لال چین جس ڈھرے پر چلائیگا۔ میاں شمس اس ڈھرے پر چلیں گے اگرچہ لال چین انسان صورت ہے مگر پورا شیطان سنا ہے وہ اپنی دختر کے ساتھ بھی برے برتاؤ سے پیش آتا ہے۔ جو اپنی اولاد کا نہیں ہوا۔ جس نے اپنے ولی نعمت کے ساتھ دغا کی۔ وہ دوسروں کا کیا ہو گا۔ اس لیے بیت الخلافت میں سفیر بھیجنا فضول سا معلوم ہوتا ہے خیر آپ لوگوں کی رائے ہے تو سفیر بھیج کر دیکھ لیجئے اب یہ غور کرنا ہے۔ کہ کون شخص اس کام پر مقرر کیا جائے۔

فیروز۔ میری رائے ہے۔ کہ میر سید جائیں لیکن اس بات کا تعجب ہے۔ کہ ہم لوگ ابھی تک غیاث الدین کا پتہ نہ لگا سکے۔ خدا جانے ان بدمعاشوں نے کس تحت الثریٰ میں سے بھیج دیا۔

قاسم۔ ابھی تک برابر یہی خبر ملتی رہی کہ سلطان غیاث الدین قلعہ ساگر میں مقید

Marfat.com

ہیں۔ اور مجھے یقین بھی تھا کہ لال چین ایک ہی خرانٹ ہے ضرور قلعہ ساگر میں رکھا ہو گا۔ کیونکہ اس قلعہ سے بڑھ کر اور کوئی محفوظ مقام نہیں۔

میر جعفر۔ اس دن کی حالت دیکھتے تو ہمارے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ اگر ہم لوگ دوسرا طریقہ نہ نکال لیتے تو فتح ہونا دشوار تھا۔

فیروز۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ تو کیا مل گیا۔ غیاث کا پتہ ہی نہیں مفت میں اتنی محنت رائیگاں ہوئی۔

سابق قلعہ دار بھی غیاث کے گم ہونے پر افسوس کر رہا ہے۔ اسے بھی اس بات کی حیرت ہے۔ کہ آخر کون شخص ہوا بن کر اڑا لے گیا۔ جبکہ کوئی چور خانہ ایسا نہیں ہے جو بغیر استنزاج میرے کھل سکے۔

میر جعفر۔ ماشاء اللہ ہمارے جانباز سپاہیوں نے بھی کیا مردانگی دکھائی۔

فیروز۔ اس کی خوشی مجھے نہیں ہے۔ کیونکہ جس کام کے لیے اتنی صعوبت اٹھائی گئی۔ جب وہ ہی نہ ہو سکا تب قلعہ جانے سے کیا ہوا۔؟ آپ لوگوں کے ایما سے میں صلح کا پیغام بھیجتا ہوں۔ جب ایک بار لڑائی چھڑ گئی اور قلعہ ساگر شمس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ تب وہ ہرگز صلح نہ کرے گا مگر اپنی جانب سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھنی چاہیے۔ یہ باتیں ہو ہی رہیں تھیں کہ ایک خواص نے آ کے مجرا کیا اور سلام کر کے خاموش کھڑا ہو رہا۔

خان برادر۔ کیا خبر ہے؟

خواص۔ ظل اللہ کو خدا سلامت رکھے۔ قلعہ ساگر سے ایک شخص آیا ہے اور حضور میں باریاب ہونا چاہتا ہے۔

فیروز۔ بہتر ہے۔ آنے دو

شیرافگن اندر طلب کر لیا گیا۔ فرشی سلام کر کے عرض کیا۔ پیرو مرشد مجھے نہیں جانتے مگر خاکسار حضور سے اچھی طرح واقف ہے۔ جس شخص کے واسطے قلعہ ساگر کے جنگلوں میں رہنے والے درویش حضرت کمال شاہ صاحب کا نام غالباً" آپ

Marfat.com

نے سنا ہو گا۔ انہیں کا مرسلہ حضور کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں۔

فقیر کا نام سن کر فیروز نے عزت کے ساتھ شیرافگن کو اپنے قریب بٹھایا۔ مزاج پرسی کے بعد شیرافگن نے دست بستہ ہو کر عرض کیا۔ جہاں پناہ پر رحمت حق نازل رہے۔ کہ حضرت کمال شاہ کی بدولت سلطان غیاث جیل سے نجات پا گئے ہیں۔ آج کل وہ انہیں کے پاس ہیں سب صاحب جانتے ہوں گے۔ کہ بادشاہ سلامت نابینا ہو گئے ہیں۔ کمبخت لال چین نے انکے دیدے نکال لیے۔

سب کے سب۔ کیا غضب کیا۔ لعنت ہو اس بدکار پر خدا اسے جہنم رسید کرے۔

شیرافگن۔ جو کام آپ لوگوں کے کرنے سے نہ ہو سکا۔ اسے شاہ صاحب نے کر دکھایا۔ اب آپ لوگ اپنے نابینا بادشاہ کو لا کر اپنے پاس رکھیں۔ کیونکہ شاہ صاحب زیادہ عرصہ تک انہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔

فیروز۔ بات تو درست ہے۔ نیت شب بخیر۔ انشاء اللہ کل انہیں لے آئیں گے۔ پتہ لگ گیا یہی بہت ہے اپنے بادشاہ کو دیکھ کر فوج کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی خوشخبری ہم لوگوں کو ہو نہیں سکتی۔ ابھی تک ہم کو یہ بھی معلوم نہیں تھا۔ کہ اپنا بادشاہ حیات ہے یا مرگیا۔ قلعہ ساگر پر انہیں کے واسطے حملہ کیا گیا تھا۔

شیرافگن۔ بجا ہے۔ مگر آپ کی آمد کے قبل ہی وہ قلعہ سے نکال لئے گئے تھے۔ اب ایک بات اور رہی۔ اس کام میں شاہ صاحب کا مدد گار بن جانے سے میاں لال چین مجھ سے کشیدہ ہو گئے ہیں۔ میں جان لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اگر موجود ہوتا تو پھانسی پر لٹک جاتا۔ خیر اب بھی وہ میری جان لیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ بندے کو اپنی پروا نہیں۔ ایک جان ہے چاہے لال چین لے لے۔ چاہے خدا لے لے۔ مجھے دیدینے میں عذر نہیں۔ کیونکہ میں مرد ہوں۔ مرنے سے خوف نہیں کھاتا۔ مگر میری ایک دختر ہے۔ آج تو شاہ صاحب کے پاس رکھ آیا ہوں۔

لیکن وہ ایسی کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ جہاں اسے اطمینان کے ساتھ رکھ سکوں۔ اس لیے میری درخواست ہے۔ کہ جب تک ملک پر آشوب ہے

Marfat.com

آپ اسے اپنی دارالحمارہ میں جگہ دیں وہ بیگم صاحبہ کی کنیز بن کر رہے گی۔ اس طریقے پر اسکی جان تو بچ جائے گی۔ ورنہ چھوکری کی جان مفت میں لال چین لے لے گا۔ شاہ صاحب نے مجھے بھروسا دیا ہے۔ اس لیے بندہ کو بھی آپ کی ذات کا بھروسا ہے۔

فیروز نے قاسم کی جانب نگاہ اٹھائی۔ قاسم نے کہا۔

کچھ پروا نہیں' تمہاری دختر ہماری بیگموں کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ اسے لے آؤ۔

شیرافگن۔ لانے کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ غلام ساگر کی طرف جا نہیں سکتا۔ میری دختر شاہ صاحب کے پاس ہے آپ چاہیں گے تو وہ بھی سلطان کے ہمراہ آ جائے گی۔ میں حضور کا کمال مشکور ہوں گا۔ اگر میری دختر کی جان بری ہو گئی۔ اس وقت میرے سینے سے بھاری بوجھ اتر گیا۔ اب مجھے مرنے جینے کی پروا نہیں۔ جہاں تک ہو سکے گا دل و جان سے آپ لوگوں کی امداد کروں گا۔

فیروز۔ کہنے کی کیا بات ہے۔ تم تو ہماری مدد کر ہی رہے ہو۔ بادشاہ اور نیز تمہاری دختر کل تک بلا لی جائے گی اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ بلا تردد اور کسی خلفشار کے وہ ہمارے پاس رہ سکے گی۔ یہ تو کہو۔ شاہ صاحب کا خیال کیا ہے۔ کیا ملک کی ابتری کی حالت انھیں معلوم ہے یا نہیں۔

شیرافگن۔ ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ہم لوگوں سے کہیں زیادہ انہیں وقوف ہے۔ ان کا خیال ہے۔ آپ کو مدد گاروں کی کمی نہ ہو گی۔ ایمان اور راستی آپ کی معاون ہیں۔ دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لیے آپ اس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اس لیے اس کا انجام خدا چاہے گا تو بخیر ہی ہو گا۔ آپ کی فتح لازمی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ حق کی فتح ہے۔ دنیا میں کوئی کام خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ خصوص فرض کے راستے میں سینکڑوں کانٹے ہیں۔

سینکڑوں افتادوں سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ پیش آنے والی مشکلات سے خوف نہ کھائیے۔ بھلا بھلا ہے اور برا برا اور یوں تو سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جو چاہے

Marfat.com

کرے۔

قاسم۔ یہ فضول باتیں ہیں۔ ان باتوں سے تو ظاہر ہے کہ جو لال چین کرتا ہے۔ خدا کی مرضی سے کرتا ہے۔ اس میں اس کا گناہ کیا ہے۔

شیرافگن۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس سے منکر ہونا خدا کی قدرت میں شک کرنا ہے۔ آپ کے کہنے کا کیا مطلب ہے۔ کیا لال چین خدا کی مخلوق سے باہر ہے۔ اچھا اور برا یہ لفظ متضاد ہے۔ کسی شے کو سبھی اچھا یا برا نہیں کہتے لیکن اس کے طرفدار تو لال چین کو نیک نفس خیال کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج پاؤں تلے چیونٹی بھی اس کی مخالف ہوتی۔ اکثر لوگوں کا مقولہ ہے۔ کہ ملک دکن میں آج تک اسے بڑا اور عالی حوصلہ شخص نہیں گزرا اس نے اپنی عقل سلیم کی بدولت شطرنج کا نقشہ سلطنت میں کھڑا کر دیا۔ اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے پیادہ (غلام) فرضی وزیر بن گیا۔ آج بھی ..... اس کی بدنیتی کے لوگ ثنا خواں ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ خدا کی کل مخلوق کی ہم لوگوں کو خبر نہیں ہے۔ اس لیے اپنی کج فہمی کے سبب کسی کو اچھا اور کسی کو برا کہہ دیتے ہیں۔ اس لیے لال چین کی خواہی نخواہی مذمت کرنا بے سود ہے۔ خدا کا کارخانہ کون جانتا ہے۔ وہ جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔

میر جعفر۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لال چین کے حامی ہیں یا مخالف۔

شیرافگن۔ اسکے خلاف بندہ کمر کس کر تیار ہے۔ اگر آج وہ میرے سامنے آ جائے تو ابھی اس کا سر تن سے جدا کر دوں اور ایسا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اچھا برا دیکھنے والا پاک پروردگار ہی ہے اور اچھی خاصیتوں کا سمندر ہے اور جس کو ماضی۔ حال اور مستقبل کی خبر نہیں۔ وہ کسی کو اچھا یا برا کیا کہے گا۔ البتہ طبیعت کے رجحان سے جس کو چاہیں اچھا۔ جس کو چاہیں برا کہہ دیں۔ جو اپنی طبیعت کا ہوا وہ اچھا اور جسے طبیعت نے قبول نہ کیا وہ برا۔ مگر اچھے برے کی شناخت درحقیقت کوئی شے نہیں۔

فیروز۔ ہم لوگ اپنے نفس مطلب سے دور بھاگ جاتے ہیں۔ اس وقت بحث ومباحثہ کے لیے یہاں نہیں بیٹھے ہیں بلکہ اس لیے بیٹھے ہیں کہ ملک میں جو خرابیاں

Marfat.com

پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی بیخ کنی کی جائے۔ لال چین کو ہٹا کر ملک میں امن و امان کا سکہ بٹھانا ہمارا فرض ہے۔ اس کی سبیل نکالیں۔ نہ کہ فضول باتوں میں وقت رائیگاں کریں۔

شیرافگن۔ بیشک آپ کی رائے صائب ہے۔ جس طرح ہو لال چین کے ہاتھوں سے وزرات کی کرسی چھین لینا چاہیے۔

فیروز۔ تو دارالخلافت میں صلح کا پیغام بھجدیا جائے۔ آپ لوگوں کی رائے ہے

سب۔ بیشک بیشک۔

فیروز۔ خیر یہ رائے ..... پاس ہو گئی۔ کل دو سواریاں کچھ سپاہیوں کے ساتھ ساگر کی طرف روانہ کر دی جائیں گی اور ایک خط لکھ کر گلبرگہ میں بھیج دیا جائے گا۔ اب آپ سب آرام کریں۔ کل سے سامان جنگ درست ہونے لگے گا۔ شیرافگن صاحب کے آ جانے سے یک گونہ ہمیں اطمینان ہو گیا غیاث الدین کا پتہ پانے سے گویا ہمیں نصف فتح مل گئی۔

سب۔ اس میں کیا شک ہے۔ حضور کی خوش نیتی کا پھل ہے۔

———☆○☆———

ستائیسواں باب

ملکہ خاتون اور لال چین کے زور دینے پر سلطان شمس الدین نے فیروز خان کے پیام پر دھیان نہ دیا۔ سفیر واپس آیا۔ ملک دکن میں نایرہ حرب مشتعل ہو گئی۔ طرفین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تمام ملک میں ہلچل مچ گئی۔ بہادروں کے دل میں امنگ کی لہریں اٹھنے لگیں۔ تمام ملک میں بزدل اور پست ہمت اپنی جانیں بچانے کی فکر میں پڑ گئے۔ جن کو پیٹ بھر کھا لینا اور آرام سے سو رہنا زندگی کا بیش بہا فرض تھا ان کے سر پر گویا آفت پٹ پڑی جو اپنے حال میں مست تھے۔ یا جن پر کوئی نرپ ہو۔ ہمیں کہانی چیری چھوڑ نہ ہوئیے رانی کی مثل صادق آتی تھی۔ وہ طرفین کے

Marfat.com

سرغناؤں کی مذمت کرتے تھے اور جو شیر پیشہ شجاعت تھے تلوار کے دھنی تھے۔ جن کی رگوں میں شجاعت و بسالت کا خون گردش کر رہا تھا۔ جو دنیا میں کچھ کر لینا اپنا فرض سمجھتے وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی نہ کسی گروہ میں شریک ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کئی ہزار دلیران جنگ فیروز خان کے علم بردار ہو گئے۔

ایک دن نور کے تڑکے قواعد کے میدان میں نابینا غیاث الدین کو نصف گھنٹے تک سپاہیوں نے دیکھا اسے دیکھ کر بہادروں کے خون تاؤ کھا گئے۔ جوش بڑھ گیا۔ سب کے دلوں میں یہ بات جم گئی کہ بادشاہ کے ساتھ اس کور نمک لال چین نے بہت زیوں فعل کیا اور غیاث الدین کے ساتھ سخت نا انصافی ہوئی۔ سب کے دل سے غیاث کی پچھلی حرکتوں کا خیال جاتا رہا۔ زمانے کے ستائے ہوئے انسان پر خواہ مخواہ لوگوں کو رحم آ جاتا ہے۔ مصیبت کے مارے ہوؤں کی برائیوں کو زمانہ بھول ہی جاتا ہے۔ سر شام آفتاب کو غروب ہوتے دیکھ کر لوگوں کو دوپہر کی دھوپ کا خیال جاتا رہتا ہے۔ غیاث کو دیکھ کر بہادروں نے قبضوں پر ہاتھ ڈال دیئے اور قسمیں کھائیں کہ جب تک جسم میں جان ہے میدان رزم سے منہ نہ موڑیں گے۔ غیاث کا ساتھ دیں گے اور تمام دشمنوں کی تکا بوٹی کر کے انکے خون سے اپنی پیاس کو تسکین دیں گے۔ راستی و ناراستی کا فیصلہ کر کے دم لیں گے۔

آخر کار چار ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر مسجد کے میدان میں نمازیں ادا کی گئیں اور بارگاہ صمدیت میں فتح کی دعائیں مانگ کر سارا لشکر بیجا پور چل کھڑا ہوا۔ فیروز پور کی فوج چار حصوں میں منقسم ہوئی۔ ایک دستہ فیروز کی حمایت میں رہا اور دوسرا قاسم کی کمان رہا تیسرے حصے کی باگ جعفر کے ہاتھ رہی اور چوتھے کا سید مالک ہوا۔ قلعہ کے میدان میں اپنے اپنے دستوں کی قواعد دکھاتے ہوئے چاروں جنرل دشمنوں کا خون بہانے جنگ کے میدان میں ڈٹ گئے۔ سواروں اور پیدلوں کی قطاریں علیحدہ علیحدہ تربیت کے ساتھ کھڑی ہوئیں۔ لڑائی کا انتظار کرنے لگیں۔ شتر سوار دھونسا بجا رہے تھے۔ جھنڈیوں کے پھریرے اڑا رہے تھے۔ کسی کے ہاتھ میں شمشیر پشت پر سپر کسی کے ہاتھ میں نیزہ اور کوئی تیر و ترکش سے مسلح تھا۔ صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی کرنوں سے ہتھیار جگمگا رہے تھے۔ نسیم سحری کے جھونکوں سے سپاہیوں کے

Marfat.com

صافے لہرا رہے تھے۔ قرنا کی آواز ہوتے ہی سمندروں کی لہروں کی طرح فوج میں حرکت ہوئی۔

ادہر لال چین نے سامان حرب درست کر لیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ فیروز خان کی فوج بیت الخلافت کے قریب نہ پہنچنے پائے۔ اسی سے اس نے بھیما ندی کو ساحلوں سے تیر بارنی کرا دی تاکہ اس پار دشمن کی فوج نہ آ سکے۔ اسے خوف تھا کہ دشمن اس پار آ جائے گا تو دار الامارہ میں گھس آنا اس کے لیے سہل ہو جائے گا اور اسی وجہ سے سلطان شمس سے حکم لے لیا کہ شاہی لشکر کا مورچہ دریائے بھیما کے ساحل پر ہو گا اور یہیں سے دشمنوں کی زد و کوب کی جائے گی۔

فوج کی سرپرستی میں لال چین نے سرکاری خزانہ خالی کر دیا تھا۔ شمس کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ الغرض شمس فوج کے ساتھ ہوا۔ ادہر اپنی بیوی سے رخصت ہونے لال چین محل میں گیا۔ کچھ دنوں سے وہ بیمار تھی۔

لال چین کو دیکھ کر اس کی بیوی کلثوم بولی۔

آپ جنگ میں نہ جائیں۔ میرا جی دہلتا ہے۔ جب تک جنگ ہو۔ آپ میرے پاس رہیں۔

لال چین۔ خوف کس بات کا۔

کلثوم۔ معلوم ہوتا ہے اب آپ کو میں نہیں دیکھ سکتی اگر اس وقت میری چھوکری لطف النساء ہوتی تو طبیعت کو بہت کچھ ڈھارس ہوتی۔ کیا آپ اسے طلب نہیں کر سکتے۔ اس کی یاد سے کلیجہ میں ناسور پڑے جاتے ہیں۔

لال چین۔ اس کمبخت کا نام میرے سامنے نہ لو۔ اگر وہ ہی اس قابل ہوتی تو آج یہ بکھیڑا نہ ہوتا۔

کلثوم۔ تم اس کا پتہ لگا دو ورنہ میری جان نکل جائے گی اور یہ ہوس لے کر مروں گی۔

لال چین۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ اس حالت میں اس کا پتہ کیونکر لگا سکتا ہوں۔ میری عقل خود ہی کام نہیں کرتی کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ قلعہ ساگر

Marfat.com

سے لطف النساء اور غیاث دونوں کے دونوں غائب ہو گئے۔ وہاں قلعدار پر مجھے اب تک بھروسہ ہے۔ اس راز کا حل مشکل معلوم ہوتا ہے۔ عجب کشمکش میں ہوں۔ ملک کی طرف توجہ کروں۔ کہ لطف النساء کا خیال کروں۔

کلثوم۔ جس طرف مناسب سمجھیے' دھیان دیجیے۔ جس طرح گھر مٹا۔ اسی طرح ہم لٹ جائیں گے۔ چھوکری کے ساتھ تمام راحتیں تشریف لے گئیں۔ اب تو دھوبی کے کتے ہیں نہ گھر کے نہ گھاٹ کے ہائے۔ اس چند روزہ زندگی پر یہ مصیبتیں نازل ہو گئیں۔ خیر یہ فرمائیے۔ آپ لڑنے کیوں جا رہے ہیں۔ گھر میں بیٹھ کر خدا کا نام کیوں نہیں لیتے؟

لال چین۔ مجبوری ہے۔ جب تک میں سپاہیوں کو شہ اور بڑھاوا نہ دوں گا۔ ان کو حوصلے نہ ہوں گے۔ میرے سامنے ہونے سے خوب جی توڑ کے لڑیں گے۔

کلثوم۔ لڑیں یا نہ لڑیں۔ تمہیں اس سے کیا غرض۔ تمہارا نفع کیا۔

لال چین۔ خدانخواستہ جنگ میں اگر شکست ہو گئی تو پھر میرا پتہ نہ لگے گا۔ اس لیے اپنی دست‌نر اس حکومت کی حفاظت کے لیے مجھے میدان جنگ میں رہنا مناسب ہے۔

کلثوم۔ سنئے جنگ میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں اپنی جان ہلکان کرتے ہو۔ اپنا جو مال و متع ہے ہم تم لے کر اسے یہاں سے کھسک چلیں اور لطف النساء کو وہیں بلا لیں۔

لال چین۔ تم ایسا میں بے وقوف نہیں ہوں۔

کلثوم۔ میں نہیں آپ ہیں۔ میں خوب دیکھتی ہوں۔ جو ہونا تھا ہوا۔ آئندہ اپنی حالت کیوں نہ سنبھالیں۔ البتہ ان نالائق حرکتوں کی باعث میں ہی ہوں جن کی وجہ سے یہ روز دیکھنا پڑا ہے۔

لال چین۔ ناحق اس وقت تمہارے پاس آیا۔ جو ہو اب میں ٹھہر نہیں سکتا۔ کوچ کی تیاری ہو چکی ہے۔ گھنٹے دو گھنٹے میں سارا لشکر چل کھڑا ہو گا۔

Marfat.com

کلثوم۔ کیا میری بات قبول نہ کیجے گا۔

لال چین۔ کیونکر قبول کروں۔

کلثوم آہ سرد بھر کر دھڑام سے زمین پر گر گئی۔ اور ساتھ ہی دانت بیٹھ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ کنیز کو بلا کر لال چین نے اس کے سپرد کیا۔ اور خود سوار ہو کر میدان جنگ کی طرف گھوڑا دوڑا دیا۔

لال چین پر ظاہر ہو گیا۔ کہ اب عیش و آرام کے دن گذر گئے۔ مسرت کی بجائے طرح طرح کی فکروں نے دل میں جگہ کر لی۔ پھر بھی اپنے لشکر میں پہونچکر اس کے دل میں کچھ نئی نئی امنگیں پیدا ہو گئیں۔ اسکے حوصلوں میں جوش بڑھا اور پست ہمتی کا بھوت سر سے اتر گیا۔

☆○☆

اٹھائیسواں باب

رات کا وقت۔ چاروں طرف سناٹا برس رہا ہے۔ آسمان پر کالی کالی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ تارے نہیں ہیں ماہتاب کا برقی لیمپ بھی گل ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی بجلی چمک اٹھتی ہے۔ رعد کی کڑک کلیجہ پھاڑے ڈالتی ہے ہلکا ہلکا ترشح جاری ہے۔ جس طرف نگاہ جاتی ہے۔ ظلمت کی کالی بھوانی کی بھیانک صورت ہی دیکھ پڑتی ہے۔ پیپل کے ٹھونٹھ سے بوم شوم کی کرخت آواز سنائی پڑتی اندھیری کیوجہ سے کلیجہ سہما جاتا ہے۔ گیدڑ ڈراؤنی آوزیں لگا رہے ہیں۔ مینڈک غوں غوں کر رہے ہیں۔

کلثوم اپنے بستر سے چونک کر اٹھ بیٹھی۔ اور متوحش اور سراسیمہ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پلنگ کے پاس ایک چھوٹی سی چارپائی پر اس کی کنیز بے خبر سو رہی تھی۔ کمرے میں شمعدان جل رہا تھا۔ تمام محل کے اندر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کہیں کسی نے پکارا کہتی ہوئی کلثوم بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے میں چوکنی سی گھومنے لگی۔

گناہ کا شروع بیشک زہریلا ہوتا ہے۔ روح کبھی گناہ کی ساتھی نہیں ہوتی۔ جب بحر عصیاں کا عبور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس وقت روح ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ آدمی

Marfat.com

احمق بن جاتا ہے۔ یہی حالت کلثوم کی ہوئی۔ جب لطف النساء کو لال چین سے قلعہ ساگر میں عدول حکمی کے جرم میں قید کر دیا۔ لطف النساء کی شادی شمس کے ساتھ ہونے سے رہ گئی اور لال چین کو اپنی مراد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ خان برادر کا پیام نا منظور ہونے سے سبب جب ملک میں جنگ کی چنگاریاں بھبک اٹھیں تب کلثوم کی روحانی طاقت نے جواب دے دیا۔ اب اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ مایوسیوں میں زیادتی ہو گئی۔ کلثوم دیوانہ وار درو دیوار کا منہ تکنے لگی۔ جنگ شروع ہونے کے پہلے ہی اس کے حواسوں میں کمی آ گئی تھی۔

لال چین کے چلے جانے سے کلثوم پر اور بھی وحشت سوار ہو گئی۔ اختلاج قلب بڑھ گیا۔ ایک کنیز اسکی نفس ناطقہ تھی۔ وہ ہر دم پاس رہتی تھی۔ شب کو اسے نیند نہ آتی تھی۔ دیوانگی بڑھتی جاتی تھی پاگلوں کی طرح کبھی کپڑے پھاڑتی اور کبھی ناخنوں سے خود اپنا گوشت نوچتی۔ روزانہ خبط بڑھتا جاتا تھا۔ اس لیے کنیز بھی ساری رات جاگ کر کاٹ دیتی تھی۔ آج شام ہی سے کلثوم بستر پر لیٹ رہی۔ حسن اتفاق سے آنکھ لگ گئی۔ کنیز بھی سو گئی۔ گھر والیاں بھی نیند کی متوالی ہو گئیں۔

کچھ دیر بعد کلثوم کی آنکھ کھلی۔ ادھر ادھر ٹہلی۔ پھر شمعدان کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ اور اپنے حنائی ہاتھ کو دیکھ کر خود بخود بکنے لگی۔ وہ کہتی تھی۔

یہ کہاں سے آیا۔ میرے خوبصورت ہاتھ پر یہ خون کے قطرے کی سرخی کیسی۔ اس دن غیاث کی آنکھوں سے خون کے قطرے پوچھ کر پٹی باندھی تھی۔ یہ اسی خون کا داغ ہے۔ لیکن اس دن سے تو برابر مل مل کے دھو رہی ہوں۔ پھر داغ مٹتا کیوں نہیں۔ اف یہ گناہ بے لذت کا داغ نصیب ہو گیا۔ کمبخت دفع کیوں نہیں ہوتا۔ خون تو سرخ ہوتا ہے۔ ہائے اس کی آنکھیں دھونے میں کیوں گئی۔ نہ جاتی تو اچھا تھا۔ سانپ کو مار کر لوگ کیوں دیکھتے ہیں۔ صیاد چڑیوں کو پھانس کر ہر ایک کے پر اور بازوؤں کو کیوں دیکھتا ہے۔ چڑیاں تڑپتی ہیں۔ پھڑ پھڑاتی ہیں۔ شکاری کو خوشی کیوں حاصل ہوتی ہے۔ ..... تم وزارت کی کرسی توڑنے لگے۔ تمہاری عزت بڑھی اور تمہارے ہاتھ سلطنت کی باگ دی گئی۔ پھر بھی تمہاری ہوس ..... اف اوہ یہ سرخ سرخ دیدے کیسے۔ معلوم ہوتا ہے کلیجہ نکال لیں گے۔ دور ہو دور ہو۔ مجھے بچاؤ

Marfat.com

۔ مجھے بچاؤ۔ میں نے تیرا کیا نقصان کیا۔ لال چین کو کاٹ کھا۔ ..... اس کو تہ و بالا کر دے۔ لال چین میرا کون ہے۔ ؟ ..... دشمن جان لیوا اسی سے اس نے گناہ کرنا سکھایا۔ میں خود گناہ نہیں کرتی طمع و حرص۔ آزاور لالچ۔ سب سے بڑا گناہ رشک و حسد ہے۔

دوسرے کی دولت و عزت دیکھ کر جل مرنا کیازیوں فعل نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ میرے ایک لڑکی تھی۔ وہ مر گئی۔ آنکھوں سے دیکھا وہ قبر میں دفن کر دی گئی۔ زندہ در گو۔ پھر میری کیونکر۔ ؟ کیا ؟ کیں رہی چھوکری مجھے منہ کیوں چڑا رہی ہے۔ تیرے سر پر یہ خس و خاشاک کا تاج کیسا۔ لال چین کہتا۔ کہ ملک دکن کی تو ملکہ بنے گی لیک یہاں کی خاتونیں ہیرے موتی اور جواہرات کے تاج زریں سر پر رکھتی ہیں۔ طلائی مسہری پر آرام کرتی ہیں۔ انکے تاج زریں سر پر رکھتی ہیں ص۔ طلائی مسہری پر آرام کرتی ہیں۔ ان کے تاج زریں کے سامنے آسمان کے ستاروں کی روشنی بھی ماند پر جاتی ہے۔ ترا تاج خار دار کیوں ہو رہا ہے۔ ارے تیری پیشانی سے لہو کے قطرے کیوں ٹپک رہے ہیں۔ کیا تو ملکہ ہند بن گئی تو مسکراتی کیوں ہے۔؟ کیا مجھے مارے گی۔ چڑیل تیرے ہی لیے اتنا کچھ کرنا پڑا۔ دنیا کے آرام کسے نصیب ہوتے ملکہ کون بنتی۔ تجھے دیکھ کر میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ بھی تجھ سے دیکھا نہ گیا۔ کیا کہتی ہے۔؟ اری غم نصیب تیرے ہی لیے میرا دل غمکدہ بن گیا۔ کیا تو مجھے سٹرن سوداین سمجھی ہے۔ کیا مجھ سے تیری عقل زیادہ ہو گئی۔ کیا سبق دینے آئی ہے۔ میری استانی ہے۔ ہائے یہ تو رونے لگی۔ اس کا رونا دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔ سنا ہے خون خون ہی چاہتا ہے۔ خون سر چڑھ کر بولتا ہے۔ ہائے میری بھی جان جائے گی۔ سچ کہتی ہے۔ میرے ہی کہنے سے لال چین اتنے بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔ میری ہی زبردستی سے اتنے بے گناہوں کا خون بہایا گیا۔ ان سب کا خون میری گردن پر ہے۔ بیٹی تیری بھی جان میرے سبب سے گئی۔ میرے ہاتھوں میں بدبو کیوں آ رہی ہے خون کی بو سے دماغ پریشان ہوا جاتا ہے۔ کیا سات سمندروں کا پانی بھی اسے صاف نہیں کرے گا۔ کیا تمام دنیا کی خوشبوئیں اس بدبو کو دبا نہیں سکتیں۔ کیا ہاتھوں کو کاٹ کر پھینک دوں۔ کیا ہاتھ کاٹ ڈالنے سے دل کی بے چینی رفع ہو جائے گی۔ سب گیا۔ ہائے ہائے! کیسی خونخوار جنگ

Marfat.com

ہو رہی ہے۔ پیارے شوہر جان بچاؤ۔ اس لڑائی سے بھاگ آؤ۔ تلوار سوتے وہ دیکھو غیاث الدین تمہارے تعاقب میں چلا آ رہا ہے۔ چھوڑو۔ چھوڑو سلطنت کی ہوس چھوڑو۔ دولت کی طمع سے باز آؤ۔ جان بچاؤ۔ زندہ رہو گے تو بھیک مانگ کر کھا لو گے۔

اف اوہ ارے غضب ۔ ہائے تیرا سر دھڑ سے بیدردوں نے جدا کر دیا۔ میدان جنگ میں لاش پڑی ہوئی سسک رہی ہے۔ سر پر چیل کوؤں کا آشیانہ بن گیا ہے۔ گدھ نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور تمہیں خبر نہیں۔ ہائے بیٹی بھی گئی۔ شوہر بھی گیا۔ میں کسی طرف کی نہ رہی۔ اکیلی سینہ پھنکا جاتا ہے۔ آنسوؤں کی دھار بہ رہی ہے۔ پھر بھی کلیجہ کی آگ ٹھنڈی نہیں پڑتی۔

چشم پر آب ہے۔ اسپر بھی جگر جلتا ہے
کیا قیامت ہے۔ کہ برسات میں گھر جلتا ہے

ہائے میں کیا تھی اور کیا ہو گئی۔ پہلا عیش و آرام کدھر چلایا۔ اب تو۔

وہ جوش ولولے میرے دلکے نہیں رہے
جلتا تھا ایک چراغ سو اب ہے بجھا ہوا

پھر موت کیوں نہیں پوچھ لیتی۔ کیوں کر مروں۔ کیا کوئی دیکھتا ہے۔ سب تو سو گئے ہیں۔ کیوں کر جان نکالوں۔ اچھا ایک ڈوری گردن میں باندھ کر چھت سے لٹک جاؤں تو کیا نہ مروں گی۔ کہاں۔ کیوں ریشم کی ڈوری گھر میں موجود ہے۔ سامنے چھت میں آہنی کڑے لٹک رہے ہیں۔ اسی میں رسی باندھ دوں گی اور دم نکل جائے تو سمجھوں گی کہ ارمان نکلا۔ سب تکلیفیں رفع ہو گئیں سب جھنجھٹ کس آسانی سے مٹ جائے گا۔ کلثوم چوکو نہیں ڈوری تلاش کر کے لے آؤ۔ اچھا چلو۔ بیٹی تیرے تیرے پاس آتی ہوں او دوزخ کے پاسبان دوزخ کا دروازہ کھول رکھنا۔ مجھے جگہ دینے میں ہچکچانا نہیں۔

کلثوم نے ایسا ہی کیا۔ جب روح کالب خاکی سے جدا ہونے لگی۔ اس نے ایک لمبی سانس بھری۔ جس سے کمرہ گونج اٹھا۔ اتنے میں آسمان پر زور و شور سے بجلی کڑکی تمام محل ہل گیا۔ کنیز کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ اپنی بیگم کو پھانسی پر لٹکا دیکھ کر خوفزدہ ہو کر

Marfat.com

ہو جائے گی۔ اول یہ کہ اس زمانے میں ہندوستان کے لوگ ہتھیار بند ہوتے تھے۔ایکٹ اسلحہ نہ تھا۔ عموماً" شکار کھیلنے لوگ جاتے تھے۔ چھوٹے بڑے سبھوں کو شکار کا شوق تھا۔ اس لیے سب ہتھیار چلانا جانتے تھے۔ دویم اس وقت حکومت پر اس قدر رعایا کی حفاظت کا بار نہ تھا۔ رعایاخود ہی اپنی جان اور مال کی حفاظت کر لیتی تھی۔ اپنی تحفظ کے لیے حکومت کا منہ نہ دیکھتی تھی۔ اپنی تحفظ کے لیے حکومت کا منہ نہ دیکھتی تھی۔ اس لیے اسے ہتھیار رکھنا لا بدی تھا لوگ اس فن کو سیکھتے تھے اور سکھلاتے تھے۔ ادھر شاہی فوج بھی اتنی قواعد دان نہیں ہوتی تھی۔ جیسی آج ہے۔ دوسرے اس وقت لوگ بہادری کے نام پر مرتے تھے۔ توپ بندوق سے لڑنا نہیں جانتے تھے۔ اب تو ایک بچہ بھی اپنی گولی سے فیل مست کو گرا سکتا ہے۔ تو کیا وہ بہادر ہو گیا۔ ہم اسے بہادر کے لقب سے کبھی یاد نہیں کر سکتے۔ غرضیکہ آج کل کی فوج اور شاہی فوج میں جیسا آج کل زمین و آسمان کا فرق ہے کبھی نہ تھا۔ خان برادر نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ کہ اگر سلطانی عساکر پر شب کو حملہ کیا جائے تو ممکن ہے۔ با آسانی اسے پسپا کر سکیں۔ لیکن مشکل یہ تھی۔ کہ دریا پار سے کیونکر برن بولا جائے۔ کچھ روز ادھر سخت بارش ہوئی تھی۔ اس وجہ سے دریا بہت چڑھ گیا تھا اور نہ اس پار جانے کے لیے کوئی پل ہی تھا۔ اس کشمکش میں شاہی فوج بھی تھی۔ ورنہ لال چین نے کب کا برن بول دیا ہوتا۔ غیاث الدین نابینا کیوجہ سے خان برادر کے ساتھ میدان جنگ میں نہیں آیا تھا۔ شمس کی عدم موجودگی میں بجز خان برادر کے دوسرا کوئی شخص سلطنت کا حقدار نہیں۔ اس لیے باغیوں نے فیروز خان کو فیروز شاہ کے لقب سے مشہور کر رکھا تھا۔ فیروز خان کو فیروز کے جتنے ساتھی تھے اسے اپنا بادشاہ تصور کرتے تھے۔ احمد خان امیر الامراء مقرر ہوئے۔ میر جعفر اللہ وزیر اعظم کے منصب پر ممتاز ہوا اور سید کمال الدین اور میاں شیر افگن خان فوج کے سپہ سالار بنائے گئے۔ القصہ باغیوں نے شاہی سامان سے مستعد ہو کر سلطانی لشکر سے مقابلہ کی ٹھان لی۔ مگر دو بادشاہ در اقلیم کنجند والی مثل ہے۔ دیکھنا ہے ملک دکن کی حکومت کس ہاتھ میں رہتی ہے فیروز شاہ افغان اور شمس الدین سلطان تھا۔ اس فیصلہ کے لیے دونوں طرف کی فوجیں دریائے بھیما کے ساحلوں پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ دونوں لشکر کے عظیم الشان

Marfat.com

پھریرے لہرا رہے تھے۔ طرفین میں اپنی اپنی فتح کے نعرے ہو رہے تھے طرفین کے مرد ان کار زار میں جوش دلیری۔ جسارت اور پھرتی کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ سب ہی سر بکف ہو کر جان دینے کی لیے تلے ہوئے تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ رات بڑی اور اندھیری تھی۔ چاروں سمتوں پر کہر چھا رہا تھا۔ قریب قریب نو بجے ہونگے۔ ایک خیمے میں بیٹھ کر فیروز خان اپنے ہمراہ ہیوں شیرافگن۔ میر جعفر اور سید کمال الدین سے مشورہ کر رہا تھا۔

فیروز نے پوچھا۔

کیوں صاحب؟ دشمنوں کی تعداد کتنی ہے۔ کچھ پتا لگا۔ کتنی فوج ہو گی۔

شیرافگن۔ کوئی چھ ہزار کی جماعت ہو گی۔

احمد خان۔ اور ہمارا لشکر صرف چار ہزار

فیروز۔ اس سے کیا۔؟

احمد خان۔ غریب پرور! چار ہزار کس طرح چھ ہزار کا مقابلہ کر سکیں گے۔

فیروز۔ فتح اور شکست فوج کی تعداد پر منحصر نہیں۔

احمد۔ پھر کس پر منحصر ہے۔

فیروز۔ جنگ میں بہت سی باتوں پر غور کرنا ہوتا ہے اگر فوج کی تعداد پر فتح و شکست موقوف ہوتی تو دوسرے ملک سے آکر ہم لوگ ہندوستان میں کبھی دخیل نہ ہو سکتے ۔ جس وقت دنیا کا فاتح سکندر ملک ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ اسکے پاس کتنی فوج تھی۔ کیا یونانی افواج کی مدد سے اس نے ملک پنجاب پر تسلط کر لیا تھا۔

جعفر۔ اپنی فوج کے ایک جنگی فیل کے بگڑ جانے سے پورس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سکندر فتح نہ پا سکتا۔

فیروز۔ آپ کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ ایک ہاتھی نے ہندوستان اور یونان کا فیصلہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ یونانی اور ہندوؤں کی باہمی جنگ کا فیصلہ اس ہاتھی نے کر دیا۔ ہاتھی نہ ہوتا تو فتح نہ ہوتی۔ بھلا یہ تو کہتے وہ ہاتھی ابتداء میں اسی دن

Marfat.com

غل مچانے لگی۔ گھر والے جاگ اٹھے۔ حکیم بلائے گئے۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ لوگوں نے سمجھا پنچھی اڑ گیا۔ خالی پنجرہ پڑا ہے۔ کلثوم شربت مرگ پی کر دنیا سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ گناہ کا بار اٹھانا اسے مشکل ہو رہا تھا۔ نازک کلیجہ تھا پھٹ گیا۔ دل چور چور ہو گیا۔ چراغ اس طرح گل ہو گیا۔ لال چین اس بد خبر سے تیری حالت کیا ہو گی۔ تو کیا کرے۔ تجھ پر اس کا اثر کیا ہو گا۔ تیرے ساتھ گناہ میں ہاتھ بھرنے والی تیری بیگم آج تجھ سے جدا ہو گئی۔ دنیا سے رحلت کر گئی۔ اس نے تو اپنے اعمال کا کفارہ اس طرح کر دکھایا۔ تو کیا کرے گا۔

☆○☆

انتیسواں باب

ملک دکن میں بیمما ایک پہاڑی ندی ہے۔ کسی کسی مقام چاند کی طرح بہنے سے اس کا نام چندر بھاگا بھی مشہور ہو گیا ہے۔ جا بجا اس کے ساحلوں پر درختوں کا جنگل ہے۔ کہیں کہیں پتھر کے ڈھوکوں سے ٹکراتی ہوئی یہ ساگر کی طرف نکل گئی ہے۔ جہاں بالو کا بہت بڑا وسیع میدان ہو گیا ہے۔ اسی میدان میں دونوں طرف سے مورچے لگے ہوئے ہیں۔ دونوں اپنی اپنی گھات میں ہیں اور موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی یہ بہت بڑی بد قسمتی ہے۔ یہاں کے باشندے اپنے ہی لوگوں کے گلے پر ہتھیار چلانے میں نہیں چوکتے۔ اور ممالک میں یہ دستور نہیں۔ کہ گھر کے لوگ گھر والوں کا ہی خون چوس لیں۔۔ اور دوسروں سے مل کر ان کے گلے کاٹیں۔ یہاں بھی طرفین کے لوگ اسی فکر میں الجھ رہے تھے۔ کہ کسی طرح اپنوں کے گلے پر چھری رکھ دیں۔ افسوس دونوں ہموطن ایک ہی مادر وطن کی گود میں پلے ہوئے تھے۔ مگر تھے دونوں اپنے بھائیوں کے خون کے پیاسے۔

ہمارے ناظرین یہ سن کر ضرور متعجب ہوں گے۔ کہ شاہی قواعد دان فوج کے سامنے خان برادر کی فوج جس میں زیادہ بنئے اور کھیتی کسانی کرنے والے مزدور پیشہ تھے۔ کیونکر لڑے گی۔ تاہم دو ایک باتوں پر دھیان دیا جائے تو ناظرین کی بے چینی رفع

Marfat.com

میدان جنگ میں گیا تھا۔ یا اس کے قبل بھی اس نے لڑائیاں دیکھی تھیں۔

جعفر۔ سنا ہے کئی دفعہ میدان کار زار میں گھس کر دشمنوں کی فوج کو تہ و بالا کیا اور اپنے والی ملک کو فتح دلائی۔

فیروز۔ پھر سکندر کے مقابلہ میں کیوں اپنی فوج پر حملہ کر بیٹھا۔

جعفر۔ اس کے اقبال کی وجہ۔

فیروز۔ اور اس دن کا اقبال کہاں تھا۔ جب اس کے ہمراہیوں نے ستلج سے عبور کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دیکھے اگر فوج کی تعداد پر فتح و شکست موقوف ہوتی تو کیوں محمد بن قاسم عرب سے فوج لا کر راجہ داہر کو شکست دیتا اور اگر ایمان کی کہئے تو کیوں بغیر قصور خلیفہ نے داہر کی دختر کے کہنے سے محمد بن قاسم کو موت کی سزا سنا دی۔

جعفر۔ پھر آپ ہی وجہ فرمائیں۔

فیروز۔ فتح و شکست پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح مخلوقات عالم کا کام اس کی مرضی سے ہوتا ہے جنگ کا فیصلہ بھی اسی کی رضا پر منحصر ہے۔ اگر ہم لوگ راستی کی شاہراہ پر چل رہے ہیں حق نا حق دیکھتے ہیں تو لا محالہ خدا ہمیں فتح نصیب کرے گا۔ اور لال چین ہمارے ہاتھوں سے سزا پائے گا۔

شیرافگن۔ ایک بات قیاس میں نہیں آتی۔

فیروز۔ وہ بھی کہہ ڈالو۔

شیرافگن۔ لال چین ظالم جفا کار ہے۔ ملک اس کے ہتھکنڈوں سے پریشان ہے۔ میں دیکھتا ہوں تمام رعایا اس سے بدظن ہو رہی ہے۔ پھر بھی الہیان فوج اس کا دم بھر رہے ہیں۔ جتنی فوج ہے۔ اس کے اوصاف حمیدہ کی ثناخواں ہے۔

فیروز۔ روپے میں بہت بڑی طاقت ہے۔ پھر بھی آپ کی طرح میرا خیال نہیں۔ ظاہر پرستی اور چیز ہے اور باطنی حالت اور شے۔

شیرافگن۔ خیر دیکھا جائے گا میدان جنگ میں اس کی حالت خود ظاہر ہو جائے

Marfat.com

گی۔

فیروز۔ میری دانست میں جب تک وہ دریا اس پار ہیں حملہ کر دیا جائے۔ تاکہ اتر نہ سکیں۔

احمد۔ پیر و مرشد! سردی کے موسم میں دریا عبور کرنا بہت مشکل ہے۔

سید کمال۔ جناب! یہاں سے کوئی دو کوس کی مسافت پر دریا کا پاٹ بہت کم ہو گیا ہے۔ کل شام کو میں دیکھ آیا ہوں۔ جنگل سے لکڑی کاٹ کر فراہم کر لی جائے۔ اور اس کا پل باندھ دیا جائے اور رات ہی رات دھاوا بول کر غنیم کی فوج پر ٹوٹ پڑیں۔ دشمن غفلت میں ہو گا۔ ضرور شکست اٹھا جائے گا یہ کام کم از کم اسی ہفتہ کے اندر ہو جانا چاہیے۔

شیرافگن۔ اگر وہ دیکھ لیں۔

سید کمال۔ اتنا مشکوک ہونے سے تو کام چل نہیں سکتا۔ آپ افسران کو حکم دیں۔ کل سے کام شروع کرادیا جائے یہاں اس قدر سامان موجود ہے۔ جس سے دوماہ تک کافی بسر ہو سکتی ہے۔ پل کی تعمیر شب کو ہو گی۔ جب یہاں آ گئے ہیں تو کسی نہ کسی طرح سلطانی لشکر کو نیچا دکھانا ہو گا۔

فیروز۔ آپ کی صلاح قابل تعریف ہے۔ کل سے کام شروع کرا دیا جائے گا۔

شیرافگن۔ جنگ بھی ایک طرح کا شطرنج کا کھیل ہے۔ جو جتنا غور کرتا ہے۔ اتنی ہی باریکیاں خیال میں آتی ہیں۔

فیروز۔ سچ ہے شطرنج میں ہم گوٹوں سے کام لیتے ہیں اور چال سوچتے ہیں۔ اسی طرح جنگ میں پیدل سواروں سے اپنا مطلب نکال لینے میں دانائی ہے۔ مگر شطرنج کے مہرے بے جان ہیں۔ جن خانے میں چاہیں رکھ دیں اور یہاں پیدل اور سوار ذی روح ہیں۔ خدا جانے ان کی طبیعت کا رجحان کس رخ ہے۔ اور کیا کرنے والے ہیں ہر شخص اپنی اپنی طبیعت کے رجحان سے کام کرتا ہے۔ سب کی عقل برابر نہیں ہوتی۔ اور نہ موقع پر سب کی عقل یکساں کام کرتی ہے۔ اسی سے جنگ کا انجام سمجھ میں

Marfat.com

نہیں آتا۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ دیکھئے شطرنج کی سب چال جان کر اور یہ بھی سمجھ کر کہ کس کے بعد کونسی چال چلی جا سکتی ہے۔ کھیل میں جب ہار ہوتی ہے۔ تب بھلا جنگ کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کیا ہو گا۔ قادر مطلق سب کے مزاج کی ڈوری اپنے ہاتھ میں رکھ کر اپنا مطلب نکالنے کے لیے ہر ایک کے خواص کو اس طرح بدل دیتا ہے۔ کہ اس کی مرضی کے موافق سب کام ہو جاتا ہے۔ اور جو وہ چاہتا ہے فتح یا شکست دے دیتا ہے نیک اطواروں کے تحفظ اور بد حلقوں کو سزا دینے کے لیے نادیدہ حرب مشتعل ہوتی ہے۔ یہ آپ سب صاحب اچھی طرح تصور کر لیں۔ کرتا دھرتا وہ سب الاسباب ہی ہے۔ ہمارے کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خدا کی مرضی پر شاکر رہ کر آپ صدق نیت سے کام کرتے جائیے خدا چاہے گا انجام نیک ہی ہو گا۔

القصہ سید کمال الدین کے مشورے سے کام شروع ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے سینکڑوں من لکڑیاں اور بڑے بڑے کندے درختوں سے کاٹ لیے گئے۔ سیکنڑوں سپاہی اس کام میں مستعد ہو گئے ادھر سید نے دو سپاہیوں کو ساتھ لے کر رات ہی رات اس مقام کی پیائش کی جہاں پل بننے والا تھا۔ اور دوسرے دن شام ہوتے ہوتے مشعل کی روشنی میں پل کی ساخت شروع ہو گئی۔ ہزاروں آدمی جٹ گئے۔ کوئی لکڑی لاتا۔ کوئی مٹی کھودتا۔ کوئی پائے بناتا کوئی ستون پر کوئی لکڑی رکھتا۔ کوئی پھوس رکھتا۔ کوئی مٹی بھرتا۔ آخر کار ---- ہوتے ہوتے پل کا چوتھائی حصہ تیار ہو گیا۔ دن کو لوگ کھسک آئے۔ سید کے حکم سے صرف پانچ سپاہی چھوڑ دیئے گئے۔ جنہیں حکم دیا گیا تھا جس وقت کوئی اجنبی ادھر سے گزرے ہمیں خبر کر دو۔

خلاصہ یہ کہ تین دن تک برابر کام ہونے سے پل تیار ہو گیا اور شاہی فوج کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ پل تیار ہونے کے بعد سید نے کہا۔

تین حصے تو فتح مل ہی گئی۔ ایک حصہ باقی ہے اگر آج دن بھر شاہی پلٹن کو حال معلوم نہ ہو سکا تو انشاء اللہ فتح و نصرت ہمارے ہمرکاب ہو گی۔ آج شب کو دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

Marfat.com

ادھر لال چین کا دھیان بھی اس طرف نہ گذرا۔ اسے گمان تھا کہ دو چار دن میں طغیانی کم ہو جانے سے سپاہی ندی پار ہو سکیں گے اور پھر دشمنوں کو پیٹ لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔

اسی طرح ایک ہفتہ گذر گیا۔ طغیانی بدستور رہی۔ جنگ کی راہ دیکھتے دیکھتے سپاہیوں پر کسل سوار ہو گیا۔

انہیں دلاسا دے کر لال چین نے کہا۔ گھبراؤ نہیں۔ کل کوئی ترکیب کریں گے۔

اندھیری رات تھمی ہی۔ اس پر کالی کالی گھٹاؤں نے اور بھی طرہ کر دیا۔ بساط گیتی پر ظلمت کی کملی بچھ جانے سے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ کہیں کسی طرح کی چمک نظر نہیں آتی۔ بالکل اندھیرا گھپ اور پھر جنگل ہمیشہ تیرہ و تار رہتا ہے۔ وہ اس وقت اور بھی خطرناک ہو گیا ہے۔ کہیں کہیں سپاہیوں نے سردی سے بچاؤ کے لئے دریا کے ساحلوں پر آگ جلا رکھی ہے۔ اس کی روشنی جا بجا نظر آ جاتی ہے۔ ورنہ چاروں اطراف میں اندھیرا گھپ ہے۔ نصف شب گذر گئی۔ ہر سمت سناٹا برس رہا ہے۔ خان برادر کی فوج چاق و چوبند کھڑی ہے مگر کہیں کوئی بولتا نہیں۔ جنگی باجہ سنائی نہیں دیتا اور طرفین میں کسی نے طبل جنگ بجنے کی اجازت نہیں دی۔ کوئی ایک بجے شب کو فوج نے کوچ کیا۔ جوتوں کی کھٹ پٹ بھی سنائی نہیں دیتی اور نہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کان میں آتی ہے اور انسان حیوان کسی کے پاؤں کی آہٹ تک محسوس نہیں ہوتی۔ تین ہزار فوج پل کے راستے سے پار اترنے لگی۔ ایک ہزار سوار اور پیدل لئے ہوئے احمد شاہ وہیں ٹھہر گیا۔ باغیوں کا لشکر ندی پار ہو گیا۔ سطح آسمان پر کالی کالی گھٹاؤں کے دل جمع ہو گئے۔ لال چین کا لشکر خواب غفلت میں سو رہا تھا۔ اس پر ظاہر نہ ہو سکا کہ غنیم سر پر سوار ہو گیا۔ سوتے سوتے دشمن پر ہاتھ چلانا خلاف شرع نہیں ہے۔ پہر بھر رات باقی رہتے رہتے فیروز خان کا لشکر لال چین کی فوج کے متصل ہو گیا۔ صرف ایک میل کا فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔ اتنے میں خدا جانے کیا شئے نظر پڑی کہ دو گھوڑے بھڑک گئے۔ اب کیا تھا۔ شور و غل ہو گیا لینا لینا کی آوازوں سے تمام میدان گونج اٹھا۔ کسی کو سبب دریافت نہ ہو سکا۔ اسی اثناء میں ایک بندوق کی آواز آئی۔ بندوق کی آواز سے لوگوں کے کلیجے کانپ گئے۔ خصوصاً" سید تو تھر تھر کانپ

Marfat.com

اٹھا۔

لال چین کے جو سپاہی پہرے پر تھے آواز سن کر وہ چونک پڑے لپک کر افسر کو خبر کی۔ یہاں بھی تمام فوج میں غلغلہ مچ گیا۔ دشمن آگیا ہے۔ سپاہی فوراً اٹھے۔ کمریں کسیں۔ ہتھیار لگائے۔ جنگ کی شہنائی بجنے لگی۔ سردی زیادہ تھی۔ لوگوں نے انگیٹھیوں میں آگ جلائی۔ کوئی توڑے میں آگ بھرنے لگا۔ کوئی ترکش میں تیر۔ کوئی کمان اٹھانے لگا۔ کوئی بھالا اور شمشیر۔ سوار گھوڑوں پر کاٹھیاں کسنے لگے۔ کوئی ابھی تک لیٹا ہی ہے پڑے پوچھتا ہے۔ بھائی یہ غل کیسا۔

لال چین بستر سے اٹھ کر خیمے سے باہر نکل آیا۔ لوگوں سے یہ سن کر باغیوں نے دھاوا بول دیا۔ وہ پریشان ہو گیا اور جب یہ سنا کہ خان برادر کی فوج دریا پار آگئی ہے۔ اس کے حواس خطا ہو گئے۔ اب تو کوئی بات چھپی نہیں رہی۔ لیکن لال چین پر روشن نہ ہو سکا کہ کس طرح غنیم کا لشکر دریا کو عبور کر آیا۔

اس کے قبل کہ لال چین کی فوج مسلح ہو کر غنیم کے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ فیروز کے سپاہی سامنے پہنچ کر وار کرنے لگے۔ کیونکہ تمام لشکر اس لئے ہی آیا تھا۔ انہیں دشمنوں کو خاک و خون میں ملا دینے میں زیادہ دقت اٹھانی نہ پڑی۔ مگر لال چین کی فوج میں ابھی تک ربودگی چھائی ہوئی تھی۔ نیند کے متوالوں کو ہوشیار ہونے میں دیر لگتی ہے۔ اس لئے ادھر کا سامان درست نہ تھا اور نہ اس وقت حملہ کرنے یا حملہ روکنے کے لئے تیار ہی تھے۔ ادھر یہ سبب کہر کے یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ سامنے کتنے سپاہی ہیں۔ قصہ مختصر جنگ چھڑ گئی اور طلوع آفتاب ہوتے ہوتے سینکڑوں سپاہی تیغ اجل کے نذر ہو گئے۔

کچھ دن چڑھے کہر چھٹا۔ اس وقت لال چین کی فوج کو معلوم ہوا کہ فیروز خان کا لشکر موت کی طرح سر پر سوار ہو گیا ہے۔ گولی اور تیروں کا منہ برس رہا ہے ادھر کے سپاہی بھی مسلح ہو کر جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ لیکن فیروز کے یکایک دھاوا بول دینے کے سبب لال چین کی فوج میں مردنی سی طاری تھی۔

اتنے میں فیرزد کا باقی لشکر جو احمد شاہ کے زیر کمان تھا۔ وہ بھی بہر مدد آگیا۔ ان کی آمد سے لال چین کی فوج کا ہواؤ ٹوٹ گیا۔ یونہی میدان میں قدم جمانا دشوار تھا

Marfat.com

اس تازہ دم فوج کو دیکھ کر پاؤں اکھڑ گئے۔

اب کیا تھا۔ دشمن کو بھاگتا دیکھ کر فیروز خان ٹوٹ پڑا کچھ دور تعاقب کرنے پر فیروز کے پنجے میں لال چین آگیا دو سپاہیوں نے فیروز کی اجازت سے مشکیں باندھ لیں اور اسی وقت سید کمال الدین اور میر جعفر نے شمس کو گرفتار کر لیا۔ پھر کیا تھا۔ بات کی بات میں لال چین اور سلطان شمس الدین فیروز خان کے قیدی ہو گئے جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ فیروز خان نے حکم دے دیا کہ بھاگتوں کا کوئی تعاقب نہ کرے۔

Marfat.com

تیسواں باب

قلعہ بیجاپور میں فتح فیروزی کی نوبت بج رہی ہے بام برج پر فتح و نصرت کا پھریرا لہرا رہا ہے۔ تمام ملک میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ فیروز خان نے لال چین پر فتح پائی۔ لال چین کے مظالموں سے فرصت ملی۔ یہی غنیمت ہے۔ اطراف کے رئیس امیر بڑے بڑے تاجر نذریں دینے آئے۔ شہر میں بھیڑ لگ گئی۔

آج شاہی دربار ہے۔ آج لال چین کا فیصلہ ہو گا قلعہ میں ایک جانب میاں شمس اور دوسری جانب لال چین قید ہیں۔ فیروز نے یہ طے کر لیا تھا۔ پہلا دربار بیجاپور میں ہو گا۔ اس لئے دارالخلافت سے اراکین سلطنت بڑے بڑے منصبدار بیجاپور آ گئے تھے۔ فیروز کی طرف سے ایک اشتہار لگایا گیا تھا۔ کوئی کسی کے دباؤ میں نہیں سب آزاد ہیں۔ کوئی کسی پر ہاتھ اٹھا نہیں سکتا۔ کوئی کسی کا خوف نہ کرے۔ سب کی خطائیں معاف کر دی گئیں۔ سب کی جان بخشی ہو گئی۔ دربار میں چھوٹے بڑے سبھی آ سکتے ہیں۔ اپنے اپنے رنج و غم کی حکائتیں سنا سکتے ہیں۔

آج دربار عام ہے۔ صحنچی میں مسند خالی پڑی ہے۔ زر بفت کی مسند پر اندھا غیاث الدین بیٹھا ہے اور امراء و رؤسا اپنی اپنی نشستوں پر متمکن ہیں۔ دربار میں بہت بڑی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ سینکڑوں قسم کے تحفے تحائف اور نذریں مسند کے سامنے رکھی ہیں۔ دربار میں بیٹھنے کی اب جگہ نہیں رہی۔ لوگ ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں۔ لبوں پر مہر سکوت لگی ہوئی ہے۔ کوئی بولتا چالتا نہیں۔ چوبدار۔ سپاہی نقیب پہریدار انواع و اقسام کے زریں لباس ڈانٹے قرینے سے ایستادہ ہیں۔ اس وقت خدا جانے کہاں سے حضرت کمال شاہ فقیر وہاں پہنچ گئے۔

دیکھتے ہی حاضرین ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جھک جھک کر تسلیمیں بجا لانے لگے۔ مسند کے قریب پہنچ کر شاہ صاحب نے سب کی طرف اشارہ کیا۔ آپ حضرات تکلیف نہ کریں بیٹھ جائیں لوگ بیٹھ گئے۔ صرف شاہ صاحب ہی لب مسند کھڑے رہے۔ دربار میں سناٹا سا چھا رہا تھا۔ چہار طرف نگاہ ڈال کر شاہ صاحب نے فرمایا۔

Marfat.com

"یہ جگہ میرے آنے کی نہیں تھی۔ کیونکہ بندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایک بات کی اطلاع دینے آیا ہوں یہ مسند جو اس وقت آپ کے روبرو خالی پڑی ہے۔ یہ کس کی مسند ہے۔ شاہ غیاث الدین کی۔ وہی اسے رونق دے سکتے ہیں۔ جتنے اصحاب ہیں غالباً" سبھی اپنے قدیم بادشاہ کو پہچانتے ہوں گے۔ وہ سامنے جلوہ گستر ہیں ہو سکتا ہے کہ نابینائی کی وجہ اور نیز قید کی صعوبات اٹھانے کے سبب اس وقت ان کی شباہت میں فرق آگیا ہو۔ ممکن ہے۔ آپ سب ان پر رشک کھاتے ہوں۔ مگر آپ لوگوں کے بادشاہ یہی ہیں اور اس مسند پر بیٹھنے کا حق انہیں کو حاصل ہے۔ کیونکہ شرع اجازت نہیں دیتی کہ نابینا تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرے۔ کیونکہ رعایا کی تکلیف و آسائش دیکھنے کی اس میں طاقت نہیں ہے اور بادشاہ رعایا کو فلاح دینے کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ خود لطف و آرام اٹھانے کے لئے۔ اس لئے کہ بادشاہ ایک طرف سے رعیت کا محکوم ہے۔ نہ کہ مالک اب اس بات کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ حضرت سلطان کو تخت حکومت سے خارج کس نے کیا۔ میں کہتا ہوں۔ لال چین نے اس کا پختہ ثبوت میرے پاس ہے کہ اس غلام لال چین ہی کے ہاتھوں آپ کے بادشاہ کی آنکھیں گئیں۔ اس نے یہ زبوں فعل کیا۔ میں خیال کرتا ہوں آپ سب صاحب کو اس بات میں شک نہ ہو گا۔

کل دربار سے آواز آئی۔

"نہیں نہیں کچھ بھی شک نہیں۔" اس ابلیس کردار لال چین کو سولی دی جائے۔ اس کا پوست کھینچ لیا جائے اور سب سے بہتر یہ کہ اسے زندہ دفن کر دیا جائے۔

شاہ صاحب۔ اس کا فیصلہ شاہی قانون کر دے گا۔ اس کی کچھ فکر نہ کیجئے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ بدقسمتی سے جب ہم لوگ غیاث الدین کو سلطنت کا حکمران نہیں بنا سکتے پھر کون تاج و تخت کا مالک ہو۔ غیاث الدین کے بعد اس کے بھائی شمس الدین کا حق تھا اور آج پانچ مہینے سے وہ حکومت بھی کر رہا ہے۔ لیکن اپنے چال چلن سے اس نے اپنے بھائی کے دشمن کو وزارت کی کرسی پر ممتاز کیا۔ دوم اس کے عہد سلطنت میں تمام رعایا مضطرو پریشان رہ چکی ہے۔ اس کے دور حکومت میں رعیت کو جو تکلیفیں ملی

Marfat.com

ہیں۔ اس کی پوری کیفیت آپ سب پر عیاں ہے۔ یہاں زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عام رعایا کے خیالات مجھے معلوم ہیں۔ رعایا ہرگز نہیں چاہتی کہ وہ دشمن کی ماتحتی میں رہے۔ پھر کس کے ہاتھ میں زمام سلطنت دی جائے اس پر غور کر لینا آپ سب کا فرض ہے۔ آپ لوگوں نے غالبا فیروز خان کا نام سنا ہو گا۔ وہ بھی اس شاہی خاندان کے انمول جواہر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ سب صاحب پسند کریں گے کہ تاج حکومت اس کے سر کو زیب دے کیونکہ اول تو انہوں نے کتنی بڑی کار گزاری دکھائی۔ دشمنوں کے پنجوں سے سلطان غیاث کو نکالا۔ دوم اس خود سر لال چین کے دماغ سے دود نخوت نکال کر اسے نیچا دکھایا۔ ساری ہیکڑی بھول گیا۔ اسی جانثار قوم ملک کی بدولت آج رعایا ستمگروں کے ہاتھ سے مخلصی پا گئی۔

اب نہ شمس کا دباؤ ہے۔ نہ اس ابلیس سیرت لال چین کا کچھ زور چلتا ہے۔ کہئے جناب! (غیاث الدین سے) آپ کی کیا رائے ہے۔ یوں تخت پر چاہے کوئی بیٹھے مگر حکومت آپ ہی کی ہے۔ سلطنت کے مالک آپ ہی ہیں۔ بہمنی سلطنت کے پشت پناہ آپ ہی ہیں اور آپ ہی رہیں گے۔

غیاث نے شاہ صاحب کے کلام کی تائید کی۔ حاضرین کے لبوں سے نکلا۔ شاہ صاحب سچ فرماتے ہیں۔ ہم لوگوں کی یہی رائے ہے کہ فیروز شاہ زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

اب کیا تھا۔ شاہ صاحب نے فیروز خاں کا ہاتھ تھام کر زرتار مسند پر بٹھا دیا۔ خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ چہار طرف سے فیروز شاہ پر گلفشانی ہونے لگی۔

فیروز کے ہاتھ میں علاؤ الدین حسن۔ بہمنی خاندان کے محدث اعلی گنگو کے ہاتھ کی تلوار دیدی۔ آج کی تاریخ سے فیروز خان فروز شاہ بن گیا۔

فقیر نے کہا۔ فیروز! اب تم تاج و تخت کے مالک ہوئے تم جانتے ہو کہ سلاطین کا فرض کیا ہے۔ انصاف کو ہمیشہ مدنظر رکھنا رعایا کی فلاح کے لئے اگر جان بھی کام آ جائے تو دریغ نہ کرنا بادشاہ کا فرض ہے۔ اب آپ سے یہ کہنا ہے کہ اس جنگ میں جو آپ کے مخالف بن گئے تھے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ بلکہ ان سے اتحاد بڑھایا جائے۔ جب وہ آپ کے ہوا خواہ بن جائیں گے آپ بے غل و غش حکومت کر

Marfat.com

سکیں گے۔ البتہ وہ لوگ جو اس وقت سرکشی پر آمادہ ہیں اور بغاوت پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ضرور قابل سرزنش ہیں۔ ان کے ساتھ خاطر خواہ برتاؤ ہونا چاہیے اور معقول سزا دے کر ملک کو خطرے سے پاک کر لینا چاہیے۔ غیاث کی عزت میں فرق نہ پڑنے پائے۔

بلکہ جو کام کیجئے۔ اس کی صلاح سے کیجئے اور ایسی کوشش کیجئے کہ اس کا دل نہ دکھے۔ رہی ایک بات وہ جو کہ چھوکری آپ کے محل میں آئی ہے۔ یقیناً اس کے درد دل کی حکایت سن کر آپ کا دل پسیج اٹھے گا۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اس کی عرضداشت پر لحاظ کیجئے گا اور اس کے درد دل کے رفع کرنے کی بلیغ سعی کیجئے گا۔ اس کے حالات آپ کو شیرافگن کی زبانی معلم ہوں گے۔

وہ دختر شیرافگن کی نہیں ہے۔ مگر وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے بس تم اب اپنا دربار دیکھو۔ میں چلا۔

اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ صمدیت میں دعا کی اور فیروز شاہ کی دست بوسی کر کے دربار سے نکل آئے۔ کوئی انہیں روک نہ سکا۔

شاہ صاحب کے روانہ ہونے پر فیروز شاہ نے فرمایا۔

"پہلے لال چین کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ جب تک وہ اس قلمرو میں رہے گا یہاں روز ہی جھگڑے اٹھا کریں گے۔ اس کے رہنے سے امن نہیں ہو سکتا اور نہ ہم سب خطرے سے پاک ہو کر میٹھی نیند سو سکیں گے۔

غیاث الدین کی طرف رخ کر کے پوچھا۔

اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔؟

غیاث۔ اگر میری آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت ہوتی تو میں کہہ سکتا میرے رو برو ایسا نمک حرام شخص نہ آنے پائے اب مجھے اس کا خوف نہیں ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہ کہوں گا اور نہ اپنے رو برو اسے آنے دینے کی خواہش ہے۔ آپ خوش رہیں۔ رعایا آپ کی ہوا خواہ رہے۔ آپ کی حکومت ترقی کرے۔ میں سن سن کر خوش ہوں گا۔ اپنی طبیعت کو بہت کچھ سمجھایا۔ اپنی موجودہ حالت پر قناعت کرنے کی

Marfat.com

بہت کچھ کوشش کی لیکن طبیعت میں سکون نہ آنا تھا نہ آیا۔ استقلال کی باگ ہاتھ سے چھوٹ ہی گئی۔ جب تک لال چین کو معقول سزا نہ ملے گی مجھے آرام نصیب نہ ہو گا۔ دل میں آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ ناسور ہو گیا ہے۔ کسی طرح ان زخموں پر مرہم رکھو۔ میں کیونکر جانوں گا اسے اپنے کردار کی سزا مل گئی۔ اس کی سبیل جلد نکالنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے اب مجھے مکہ شریف بھیج دیجئے۔ جہاں اپنی بقیہ زندگی اس معبود حقیقی کی یاد میں بسر کروں گا۔ اس طرح میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ اس سے بڑھ کر دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں ہے۔ آپ تو دیکھتے ہی ہیں۔ کہ اس زندگی میں اب مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اپنا جسم ہی وبال ہو رہا ہے۔ زندگی بے مزہ ہو گئی ہے۔ تو جس طرح یہاں اس طرح وہاں۔ دنوں جگہ مساوی ہیں۔ نہ مجھے عیش و آرام کی چاہ ہے اور نہ دوسرے مجھ سے لطف زندگی اٹھا سکتے ہیں۔

فیروز شاہ۔ آپ کا حکم ماننے میں مجھے کوئی عذر نہ تھا نہ ہے اور نہ ہو گا۔ آپ میرے سرپرست ہیں۔ میں آپ کا ادنیٰ خادم۔ خیر جب حضور مکہ جانے کا قصد کرتے ہیں۔ بلا تکلف جائیں۔ میں آپ کو روک نہیں سکتا۔ شاہی خزانہ سے پانچ ہزار اشرفیاں ماہوار ہمیشہ خرچ کے لئے دی جائیں گی۔ حضور یہ تلوار اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ لال چین جہاں پناہ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس نابکار کو جیسی چاہیں سزا دیں۔ مگر ایک درخواست بندے کی بھی ہے۔ اگر آپ اسے چھوڑ دیں گے۔ تو بھی شاہی فرمان سے اس کا تن سے سر جدا کر دیا جائے گا۔

شمس کے بارے میں حضور کی مرضی کیا ہے۔ وہ تخت حکومت پا کر خوش نہیں ہوا۔ وہ کبھی آرام سے نہیں سویا وہ لال چین کے ہاتھ کی کٹھ پتلی تھا۔ لال چین جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ شمس کی ایک نہ چلتی تھی۔ اس لئے میری سفارش ہے کہ آپ اس سے درگزر کریں۔ بالکل بے خطا ہے یہی کافی ہے کہ عنان سلطنت اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

حاضرین کے لبوں سے مرحبا و تحسین کے نعرے نکلنے لگے۔ کیسا نیک دل فرمانروا ہے۔

غیاث الدین نے جواب دیا۔

Marfat.com

جو درماہہ آپ میرا مقرر کرتے ہیں مجھے درکار نہیں۔

فیروز۔ آپ اس میں ضد نہ کریں۔ ہم لوگ جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ انشاء اللہ کل ہی سے آپ کے سفر کی تیاری شروع کر دی جائے گی۔ اس کے بعد شاہی حکم سے لال چین دربار میں حاضر کیا گیا۔ فیروز شاہ نے غیاث سے کہا۔

لال چین حضور کے رو بر کھڑا ہے۔

غیاث۔ لال چین! بولو تو سہی۔ مجھے بھی اطمینان ہو جائے کہ میرے سامنے میرا دشمن کھڑا ہے۔

لال چین نے جواب نہیں دیا۔

غیاث۔ خیر اگر تمہیں سزائے موت دینے میں گناہ بھی کرتا ہوں تو اس کا میں کفارہ کر لوں گا۔ مگر جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو جائے گا کہ تم اس دنیا میں نہیں ہو۔ میری بیچینی رفع نہ ہو گی۔ اس لئے تم اب تیار ہو جاؤ۔

یہ کہہ کر غیاث نے لال چین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی زور سے اس کی گردن پر تلوار کا ہاتھ مارا۔ وار پورا پڑا۔ سر تن سے جدا ہو کر غیاث کے پاؤں پر گر پڑا۔ غیاث نے کہا۔

بس دنیاوی تعلق یہیں سے ختم ہوا۔ اب زندگی بھر کسی قسم کی ہوس نہ پیدا ہو گی۔ کوئی آرزو کوئی خواہش نہ ہے نہ ہو گی۔ لال چین اور غیاث کا تعلق چھوٹ گیا۔ کہنے سننے کے لئے قصہ رہ گیا اور رہ جائے گا۔ بس آپ لوگوں سے بھی یہ آخری ملاقات ہے۔ ہمیشہ کیلئے رخصت ہوتا ہوں۔ دربار برخاست ہوا۔ حاضرین اپنے اپنے مکان گئے۔ لوگوں کے دل میں طرح طرح کے خیالات جاگزین ہو رہے تھے۔

Marfat.com

اکتیسواں باب

دربار خاص میں لطف النسا کی طلبی ہوئی سرخم کئے ہوئے زمین کی طرف دیکھتی ہوئی فیروز شاہ کی مسند کے پاس کھڑی ہو گئی۔

احمد خان۔ شیرافگن اور میر جعفر بیٹھے تھے۔ کوئی کچھ بولتا چالتا نہ تھا۔ سر سے پاؤں تک لطف النسا کی طرف دیکھ کر فیروز شاہ نے کہا۔

بیٹی! تیری درد بھری داستان شیرافگن کی زبانی کانوں میں پڑ چکی ہے۔ تیرے باپ نے اپنے زشت افعال کی سزا پائی۔ مجبور تھا۔ میں اس کی حفاظت نہ کر سکا۔ عدل کی ترازو جدا ہے۔ دونوں پلڑے برابر رہتے ہیں۔ اس لئے سب کو اپنی گردنیں عدل کے سامنے نیچی کرنا پڑتی ہیں سنا ہے تیری ماں کو بھی زندگی وبال ہو رہی تھی اس نے بھی اپنے ہاتھ سے پھندا لگا لیا اور اپنی جان دیدی۔ اس دنیا میں اب تیرا کوئی باقی نہیں تیری درد افزا حکایت سن کر میرا دل کوفت کر رہا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ بد کا انجام بد ہی ہوتا ہے۔ خیر جو ہو گیا سو ہو گیا۔ آئندہ سے تیری زندگی صلح کامی سے بسر نہ ہو گی۔ تیرے آرام کے لئے بہترین کوشش کی جائے گی۔ بتا تیری کیا خواہش ہے۔ جو کہے گی ہو گا۔ خاطر جمع رکھ۔

لطف النساء۔ آپ کریم النفس اور رحم دل ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ اپنی خواہش کیا عرض کروں۔ نیک نفس سلطان کا زیور عفو اور رحم ہے۔ میرے لئے حضور کو کچھ بھی زحمت نہ اٹھانا پڑے گی۔ مگر جب ظل اللہ کی بندی پر اس قدر ہو عنایت ہے تو .....

فیروز۔ کہتی کیوں نہیں۔ خاموش کیوں ہو گئی۔ کیا چاہتی ہو بلا تکلف بیان کر۔

لطف النساء۔ جان بخشی ہو۔ گستاخی معاف ہو۔ آپ کو بجائے باپ کے تصور کرتی ہوں۔ اسی سے جرات پڑتی ہے۔ کچھ آپ سے عرض کروں۔ مہربانی کر کے حضور اپنے قیدی کو خلاص کر دیں۔ اس کی جان بخش دیں۔ یہ ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔

فیروز۔ سمجھ گیا۔ تیرے لبوں سے سچی محبت کا کلمہ نکل گیا۔ اچھا شمس الدین کو میں آزاد کرتا ہوں۔ اتنا ہی نہیں۔ میں نے انہیں دولت آباد کا صوبہ دار بنایا۔ میں جانتا

Marfat.com

ہوں۔ وہ بے قصور رہے۔

لطف النساء۔ آپ کی حکومت پھلے پھولے۔ ہمیشہ آپ کی پھلواری سرسبز و شاداب رہے۔ آپ کی عدل گستری سے رعایا شاد کام ہو۔ خدا سے میری یہی درخواست ہے۔

فیروز۔ جب شمس میرے روبرو آئے گا۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ تجھے اپنی مناکحت میں لے لے۔

لطف النساء نے حجاب سے گردن جھکا لی۔

فیروز۔ اب تو خواجہ سراؤں کے افسر کے ہمراہ شمس الدین کے پاس جا۔

لطف النساء دربار سے نکل کر قید خانے کی طرف لمبی پڑی ایک مچسیدہ چٹائی پر بیٹھا ہو قیدی شمس الدین اپنی حالت پر جھینک رہا تھا اور کہتا تھا۔ مجھے تو اس زندگی بھر چین نہ ملا۔ سلطنت گئی۔ خواب ہوا۔ سلطنت ملنے سے مجھے کون سا آرام مل گیا تھا۔ رات دن کوفت اٹھاتا تھا۔ روز کی زق زق' بک بک گئی۔ خدا خدا کر کے اس سے تو نجات ملی۔ اب دیکھوں۔ قسمت میں کیا لکھا ہے۔ افسوس تپ مفارقت سہی نہیں جاتی۔ میری دلربا ہائے میری دلربا۔ خدا جانے تو کس حالت میں ہے۔ شمس تیرا جانباز عاشق ہے۔ اسے سلطنت کی ہوس نہیں۔ تجھ سے ملنے کی البتہ ہوس ہے۔ کاش فقیر ہوتا اور تو میرے ساتھ ہوتی تو واللہ مجھے وہ لطف ملتا۔ جو یہاں کی حکومت پانے سے بھی نہیں ملتا۔ مگر یہ ہوس ہے۔ یہ بہت ہی مشکل ہے کہ لطف النساء میرے غمگین دل کو آ کے ذرا ڈھارس دیدے۔ میں کہاں اور لطف النساء کہاں۔ اب تو اس قید محسن میں بھی اپنی زندگی ختم کرنا پڑے۔ حشر تک اس کا دیدار ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ افسوس! اے روح! کیوں اس قالب سے نکل کر نہیں بھاگتی۔ ہائے اللہ کیونکر جان دیدوں۔ کیونکر اپنی دلربا کو ایک نظر دیکھ لوں۔ اس زندگی سے تو مرجانا اچھا تھا۔ مگر بغیر اس کے دیدار کے مرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اگر دیکھ لیتا تو روح با آسانی اس قالب کو خالی کر دیتی۔ ہائے میری دلربا بھی عجیب قسم کی طبیعت رکھتی ہے۔ بڑی ہی سنگدل ہے۔ میری شکل سے بیزار۔ میرے نام سے نفرت۔ اس کا عاشق پر شکستہ طائر

Marfat.com

کی طرح پھڑ پھڑا رہا ہے اور اسے رحم نہیں آتا۔ اس کا باپ میرے ساتھ شادی کر لینے پر کتنا زور دیتا تھا مگر اس نے کبھی اقرار نہ کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اسے میری محبت نہیں۔ یک طرفہ محبت سے کیا ہوتا ہے۔

الفت کا یہ مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

یہاں اس کے برعکس ہے۔ بس اپنی قسمت ٹھونک کر بیٹھ رہا ہوں۔ لطف النساء کا دیدار ہرگز نصیب نہ ہو گا افسوس اس لال چین نے گھر تباہ کر دیا۔ بھائی غیاث مجھے قصور وار ٹھہراتے ہوں گے۔ خدا جانتا ہے۔ میں اس کے ہتھکنڈوں سے واقف نہ تھا۔ خیر اس کا رنج کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ آج نہیں کل تک پھانسی پر لٹک ہی جاؤں گا اور اس کا کون یقین کرے گا کہ بھائی کی خرابی میری صلاح اور وجہ سے نہیں ہوئی۔ میں اس بدنامی کو بخوشی منظور کر لیتا۔ اگر ایک بار خدا میری دلربا کو میرے سامنے کر دے۔ تاکہ مرتے وقت مجھے تکلیف نہ ہو سکے۔

ابھی یہ فقرہ زبان سے پورا نہ ہوا تھا کہ یکایک قید خانے کا دروازہ کھل گیا اور لطف النساء سامنے آتے دکھائی دی۔

سر خم کئے شمس خموشی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ انسان کے پاؤں کی چاپ سن کر آنکھیں اٹھائیں اور ساتھ ہی اس کی نگاہ لطف النساء پر پڑی۔ شمس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ "یہ کیا؟ کیا تمہیں بھی لوگوں نے قید کر دیا۔؟ تم تو کسی کی بھلائی برائی میں نہ تھیں۔ کسی کا نقصان نہیں کیا تھا۔ کسی کو مضرت نہیں پہنچائی تھی۔ پھر کیوں قید خانہ میں یہ پاکیزہ صورت جھونکی گئی۔ خیر جو ہو شکر ہے۔ مرنے کے قبل ایک دفعہ تمہیں دیکھ ہی لیا۔ اپنی ہوس مٹ گئی۔ میرا قیاس ہے زیادہ دنوں تک اس قید کی زحمت نہ اٹھا سکو گی۔ جلد خلاص ہو جاؤ گی۔ کیونکہ جب تمہارے حالات سنیں گے بے قصور ثابت ہو گی۔

لطف النساء نے مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ غلطی کھاتے ہیں۔ بندی قید ہو کر نہیں آئی ہے بھلا میں مقید کیوں ہوتی۔ اس وقت آپ کو ایک حیات بخش مژدہ سنانے آئی ہوں۔ آپ مجھے خوش دیکھ کر بیکار

Marfat.com

گھبراتے ہیں۔ شاید مجھے سڑن سودائی سمجھتے ہیں اگر میں پاگل بھی ہو جاتی تو مضائقہ نہ تھا۔ کیوں کہ میرے ماں باپ دونوں مر گئے آپ جانتے ہیں اپنے اعمالوں کا نتیجہ وہ دونوں پا گئے۔ حالانکہ میری زبان سے ایسے لفظ نکلنا مناسب نہیں۔ مگر گناہ سر چڑھ کر پکارتا ہے اور معصیت کا ناپاک دھبہ حشر تک دامن سے نہیں چھوٹتا۔ لہٰذا ان کو بھی اپنی زشت اعمالی کا نتیجہ ملا۔ آپ کے ہاتھ سے حکومت کی باگ نکل گئی۔ مگر آپ کے ایمان میں فتور نہ آیا۔ یہی غنیمت ہے۔ اس لئے آپ کو بھی خوش ہونا چاہیے۔

شمش۔ آپ کی زیارت ہو گئی۔ یہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ خدا کی عنایت کا مشکور ہوں۔ اب مجھے بھی اس دنیا سے رحلت کرنا پڑے گی۔ لال چین کی قسمت کے ساتھ میری قسمت کا پیوند ہے۔ اس لئے جو انہیں سزا ملی مجھے بھی ملنی واجب ہے۔

لطف النساء۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوتا ہے۔ یہ کہاوت ہے۔ آپ کی رہائی ہو گئی۔ آپ کو سزا نہ بھگتنا پڑے گی۔

Marfat.com

Marfat.com

جناب اسلم راہی ایم اے کا
عظیم الشان تاریخی ناول

مقدس دیوداسی

مقدّس دیوداسی

وحشت میں ٹھٹھری طویل اندھیری راتوں، خوابوں کی دہلیزوں، قلزموں کے مدوجزر، لفظ بناتی خواہشوں، محبت کے پرتو، چاہتوں کے عکس اور فطرت کی برہم شعلہ مزاجی کی ایک دلچسپ اور ناقابلِ فراموش داستان ہے جو یقیناً آپ کو متاثر کیے بغیر نہ رہے گی۔

چھپ کر تیار ہے

خوب صورت گرد پوش، سفید کاغذ، قیمت صرف =/150

مکتبہ القریش سرکلر روڈ چوک اردو بازار ○ لاہور 2

فون : 224665

Marfat.com